مؤلفہ

حافظ ظہور احمد الحسینی

امام اعظم ابو حنیفہؒ
کا
شرف تابعیت

— تالیف —

مولانا حافظ ظہور احمد الحسینی

خانقاہ امدادیہ، مدرسہ عربیہ حنفیہ تعلیم الاسلام

زاہد آباد حضرو، اٹک، پاکستان

057-2311400, 0312-2311400

کتاب: امام اعظم ابوحنیفہؒ کا شرفِ تابعیت

تالیف: مولانا حافظ ظہور احمد الحسینی

صفحات: ۲۳۰

مطبع: زی رز گرافکس، لاہور

تاریخ اشاعت: ربیع الاول، ۱۴۳۷ھ ــــ جنوری، ۲۰۱۶ء

ادارہ: خانقاہ امدادیہ، مدرسہ عربیہ حنفیہ تعلیم الاسلام
محلہ زاہد آباد، حضرو، اٹک، پاکستان
057-2311400, 0312-2311400

انتساب

دعا اللہ تعالیٰ اور مانگنے والے کے درمیان ایک غیبی تعلق ہے جو نہ کوئی آنکھ دیکھ سکتی ہے اور نہ کوئی کان اسے سن سکتا ہے۔ مگر قبولیت کے بعد ہر ایک دیکھ لیتا ہے۔ احقر کو اللہ تعالیٰ نے چند دینی کاموں کی توفیق نصیب فرمائی، لکھنے کا سلیقہ بخشا، اس کے پیچھے بھی ایک ہستی کی دعائے سحر گاہی، ان کے مصلّٰی پر چمکتے ہوئے آنسو اور اُن کے سینہ میں محبت و شفقت کا موجزن سمندر رہے۔ وہ ہستی میری والدہ محترمہ مرحومہ مغفورہ ہیں جو خود تو کچھ بھی نہ پڑھی ہوئی تھیں مگر جب مجھے پڑھنے لکھنے اور کتاب کی ورق گردانی کرتے دیکھتیں تو اُن کی آنکھوں کی خوشی کی چمک آج بھی میرے لیے جنت کی تجلی ہے۔ ان کی دعائیں جنہیں میں غیب نہیں کہہ سکتا کہ مجھے وہ دنیا کے مشاہداتی منظر سے زیادہ حقیقت نظر آتی ہیں اور آج بھی میرا سہارا ہیں۔ حضرت امام اعظم ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے شرفِ تابعیّت کے ثبوت کی اس خدمت کو اپنی ماں جی سے منسوب کرتے ہوئے ایصالِ ثواب کرتا ہوں، جن کے قدموں میں آج بھی میری جنت ہے، بلکہ ان کے قدم ہی میری جنت ہیں۔

رب کی رحمت تیرے گھر کی نگہبان رہے
حور و غلماں تیرے در کے دربان رہیں

احقر
ظہور احمد الحسینی

فہرست

رائے گرامی

امام المحدّثین، بقیۃ السّلف حضرت مولانا سلیم اللہ خان صاحب دامت برکاتہم،
رئیس وفاق المدارس العربیہ، پاکستان، صدر مدرّس و مہتمم جامعہ فاروقیہ، کراچی

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

اَلْحَمْدُلِلّٰہِ وَکَفٰی وَسَلَامٌ عَلٰی عِبَادِہِ الَّذِیْنَ اصْطَفٰی أَمَّابَعْدُ:

حضرت مولانا ظہور احمد الحسینی صاحب دامت برکاتہم کو اللہ تعالیٰ نے تصنیف و تحقیق کا اعلیٰ ذوق بخشا ہے۔ ان کی کئی محققانہ تصانیف سامنے آچکی ہیں۔ خاص کر حنفیت کا دِفاع، جو اس دَور کی اہم ضرورت ہے، ان کا خاص موضوع ہے۔ زیرِنظر کتاب ''امام اعظم ابوحنیفہؒ کا شرفِ تابعیت'' بھی ان کے اس ذوق کی آئینہ دار ہے۔ ماشاء اللہ انہوں نے اپنی اس تالیف میں موضوع کا حق ادا کر دیا ہے۔ امام اعظم رحمہ اللہ کے فضائل و کمالات کا ثبوت نہ صرف ان کی شخصیت کی عظمت ہے، ان کے اصول و قواعد اور فقہ حنفی کی عظمتِ شان کا بھی ثبوت ہے۔ حضرت امام اعظم ابوحنیفہ رحمہ اللہ کی تابعیت کے ثبوت کے بعد فقہ حنفی کا پیروکار کا یہ دعویٰ کرسکتا ہے کہ فقہ حنفی براہِ راست صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے سیکھے ہوئے مسائل کا مجموعہ اور حضور نبی کریم صلّی اللہ علیہ وسلّم کے ارشاد: ''مَا اَنَا عَلَیْہِ وَأَصْحَابِیْ'' ہی کا حاصل ہے۔ دل سے دعا ہے، اللہ تعالیٰ مولانا ظہور احمد الحسینی صاحب دامت برکاتہم کی اس تصنیف اور ان کے دوسرے علمی کاموں کو قبول و مقبول فرمائے اور مزید حسنات کی توفیق نصیب فرمائے۔ آمین!

سلیم اللہ خان
۲۰ شعبان ۱۴۳۶ھ / ۸ جون ۲۰۱۵ء

رائے گرامی

محققِ دوراں، ماہر علومِ عقلیہ ونقلیہ
حضرت مولانا سیّد کفایت شاہ بخاری دامت برکاتہم

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

باری تعالیٰ نے حبیب مکرم حضرت مولانا مفتی ظہور احمد الحسینی مدظلہٗ کو توفیق وجذبہ دفاعِ حق اور محبتِ امام اعظم رحمہ اللہ سے خوب خوب نوازا ہے۔ انہوں نے امام اعظم حضرت امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ اور اُن کے جلیل القدر تلامذہ رحمہم اللہ تعالیٰ کے فضائل ومناقب اور دفاع میں وقیع علمی کتب تحریر فرمائی ہیں، جو اشاعت پذیر ہوکر اہلِ علم سے خوب خوب داد وتحسین وصول کرچکی ہیں۔ ان کا تازہ کارنامہ ''امام اعظم ابوحنیفہؒ کا شرفِ تابعیت'' بھی اسی سلسلہ کی ایک روشن کڑی ہے، جس میں انہوں نے مقامِ تابعیت کی عظمت بیان فرمائی، محدثین کے قواعد پر تابعیت کی تعریف کی وضاحت فرمائی اور حضرت امام اعظم رحمہ اللہ کی تابعیت پر زبردست دلائل فراہم فرمائے ہیں، اور امام اعظم رحمہ اللہ کی حضرات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین سے ملاقات اور روایت کے اثبات میں محدثین کی تصریحات جمع فرمائی ہیں۔ نیز معاندین کے شبہات کا بطریقِ احسن ازالہ فرمایا ہے۔ یہ کتاب اپنے موضوع کے تمام متعلقات کو جامع اور بہت عمدہ علمی کاوش ہے۔ دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ اسے شرفِ قبولیت عطا فرما کر مقبولیت سے نوازے اور مصنف کے لیے ذخیرۂ آخرت بنادے۔

آمین یارب العالمین۔

سیّد کفایت بخاری

۱۲ر شوال ۱۴۳۶ھ/ ۲۹ر جولائی ۲۰۱۵ء

مقدمہ

از: مولانا نثار احمد الحسینی دامت برکاتہم، حضرو، اٹک

بِسۡمِ اللهِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِيۡمِ.

الحمدللہ رب العالمین والصلوۃ والسلام علیٰ سیّد المرسلین: أمابعد:

سراج الائمہ، امام المحدثین، محسن امت، حضرت امام اعظم ابوحنیفہ نعمان بن ثابت بن زوطی رحمھم اللہ تعالیٰ ۸۰ھ مطابق ۶۹۹ء میں عراق کے مرکز علم ''کوفہ'' میں پیدا ہوئے۔ ''کوفہ'' اس وقت نہ صرف عراق بلکہ عالم اسلام کا مرکز تھا۔ فتح عراق پر حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ ۱۷ھ میں ''کوفہ'' کا شہر آباد کیا اور وہاں کی علمی سرپرستی کے لئے حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کو بھیجا، ''کوفہ'' اهل علم سے آباد ہوتا رہا۔ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کے علاوہ حضرت سعد بن اَبی وقاص رضی اللہ عنہ، حضرت حذیفہ بن یمان رضی اللہ عنہ، حضرت عمار بن یاسر رضی اللہ عنہ، حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ، اور حضرت اَبوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ جیسے جبال علم صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے علاوہ ''کوفہ'' پندرہ سو اصحاب رسول ﷺ کا مسکن اور ان کی علمی سرگرمیوں کا مرکز تھا۔ ''کوفہ کی اس علمی شہرت پر بابِ علم حضرت علی المرتضیٰ کرم اللہ وجھہٗ نے خلافت اسلامیہ کا دارالخلافہ ''کوفہ'' کو قرار دیا تو ''کوفہ'' کی علمی تابانیوں کو چار چاند لگ گئے۔

حضرت امام ابن تیمیہ رحمہ اللہ لکھتے ہیں:

وَإِنَّمَاظَهَرَ عِلۡمُ عَلِيٍّ وَفِقۡهُهُ فِي الۡكُوۡفَةِ.

حضرت علی رضی اللہ عنہ کا علم اور فقہ ''کوفہ'' میں ظاہر ہوا۔[1]

حضرت امام اعظم ابوحنیفہ رحمہ اللہ نے ''کوفہ'' کے اس علمی ماحول میں پرورش پائی اور اپنے وقت کے کبار صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اور تابعین رحمھم اللہ، فقھاء اور محدثین سے علم

ا۔ منہاج السنہ ۴/۱۳۷

حاصل کیا۔ مؤرخ کبیر حافظ ابن کثیر رحمہ اللہ (م ۷۷۴ھ) لکھتے ہیں کہ بعض محدثین نے تصریح کی ہے کہ امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ نے سات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے روایت حدیث کی ہے[1] حافظ عبدالقادر قرشی (م ۷۷۵ھ) نے ان سات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے درج ذیل اسماء ذکر کیے ہیں۔

(۱) حضرت عبداللہ بن انیس رضی اللہ عنہ، (۲) حضرت عبداللہ بن جزء زبیدی رضی اللہ عنہ،
(۳) حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ، (۴) حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ
(۵) حضرت معقل بن یسار رضی اللہ عنہ، (۶) حضرت واثلہ بن اثقع رضی اللہ عنہ
(۷) حضرت عائشہ بنت عجرد رضی اللہ عنہا[2]

حضرت امام اعظم رحمہ اللہ نے ''کوفہ'' کے اھل علم کے علاوہ دوسرے اصحابِ علم وفضل مثلاً بصرہ وغیرہ اور خاص کر حرمین کے حضرات اھل علم سے بھی استفادہ فرمایا۔

آپ نے پچپن حج کیے اور ہر سفر میں علمی استفادہ فرمایا۔ اس دور میں حصول علم کا ایک ذریعہ سفرِ حج بھی تھا۔ آپ نے پہلا حج اپنے والدگرامی رحمہ اللہ کی ہمراہی میں سولہ برس کی عمر میں کیا اور صحابی رسول صلی اللہ علیہ وسلم حضرت عبداللہ بن الحارث رضی اللہ عنہ سے حدیث سنی۔ یہ کم از کم سات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم تو وہ ہیں جن سے حضرت امام اعظم ابوحنیفہ رحمہ اللہ نے براہِ راست استفادہ کیا۔ کل صحابہ کرام رضی اللہ عنہم جو بلاواسطہ یا بل واسطہ حضرت امام اعظم ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے شیوخ ہیں ان کی تعداد سینکڑوں ہے۔

علاوہ ازیں آپؒ نے چار ہزار تابعینؒ اور تبع تابعینؒ سے علمِ دین حاصل کیا۔

حافظ الحدیث وناقد الرجال امام ابوالحجاج مزیؒ (م ۷۴۲ھ) نے اپنی مایہ ناز کتاب ''تھذیب الکمال فی اسماء الرجال'' میں امام صاحبؒ کے ترجمہ میں آپ کے تقریباً اَسّی اساتذہ حدیث ذکر کیے ہیں۔ ہم یہاں سب سے پہلے آپ کے تابعین اساتذہ کے اسماء ذکر کرتے ہیں، اور اس کے بعد تبع تابعین اساتذہ کے اسماء ذکر کریں گے۔

۱۔ البدایة والنهایة ج۷ ص ۸۶

۲۔ الجواهر المضیة : ج ا ص ۲۸

امام اعظمؒ کے تابعین اساتذہ

(۱)اسماعیل بن عبدالملک بن ابی الصفیراء، (۲)جبلہ بن سحیم (م ۱۲۵ھ/ ۷۴۳ء)، (۳)حسن بن عبیداللہ (م ۱۳۹ھ/ ۷۵۷ء)، (۴)حکم بن عتیبہ (م۱۱۳ھ/۷۳۲ء)، (۵)حماد بن ابی سلیمان (م ۱۲۰ھ/ ۷۳۸ء)، (۶)ربیعہ بن عبدالرحمٰن (م ۱۳۶ھ/ ۷۵۴ء)، (۷)زیاد بن علاقہ (م ۱۳۵ھ/ ۷۵۳ء)، (۸)سلمہ بن کہیل (م۱۲۳ھ/ ۷۴۱ء)، (۹)سماک بن حرب (م۱۲۳ھ/ ۷۴۱ء)، (۱۰)ابو رؤبہ شداد بن عبدالرحمٰن، (۱۱)طاؤس بن کیسان (م۱۰۶ھ/۷۲۴ء)، (۱۲)ابوسفیان طلحہ بن نافع، (۱۳)عاصم بن کلیب (م۱۳۵ھ/۷۵۲ء)، (۱۴)عاصم بن ابی النجود (م۱۲۸ھ/ ۷۴۶ء)، (۱۵)عامر شعبی (م۱۰۳ھ/ ۷۲۱ء)، (۱۶)عبداللہ بن دینار (م ۱۲۷ھ/ ۷۴۵ء)، (۱۷)عبدالرحمٰن بن ہرمز اعرج (م ۱۱۷ھ/ ۷۵۴ء)، (۱۸)عبدالعزیز بن رفیع (م ۱۰۳ھ/ ۷۲۱ء)، (۱۹)عبدالملک بن عمیر (م ۱۳۶ھ/۷۵۴ء)، (۲۰)عدی بن ثابت (م۱۱۶ھ/۷۳۴ء)، (۲۱)عطاء بن ابی رباح (م۱۱۴ھ/ ۷۳۲ء)، (۲۲)عطاء بن سائب (م ۱۳۶ھ/ ۷۵۳ء)، (۲۳)عطیہ بن سعد عوفی (م۱۱۱ھ/ ۷۳۰ء)، (۲۴)عکرمہ مولیٰ ابن عباس (م۱۰۷ھ/ ۷۲۶ء)، (۲۵)علی بن اقمر، (۲۶)علی بن حسن زراد، (۲۷)عمرو بن دینار (م۱۲۶ھ/ ۷۴۴ء)، (۲۸)عون بن عبداللہ بن عتبہ بن مسعود (م ۱۱۱ھ/ ۷۲۹ء)، (۲۹) قاسم بن عبدالرحمٰن بن عبداللہ بن مسعود (م۱۲۰ھ/ ۷۳۸ء)، (۳۰) قتادہ بن دعامہ (م۱۱۸ھ/ ۷۳۶ء)، (۳۱) محارب بن دثار (م۱۱۶ھ/۷۳۴ء)، (۳۲)ابوجعفر محمد بن علی بن حسین بن علیؓ بن ابی طالب (م۱۱۴ھ/۷۳۴ء)، (۳۳)محمد بن قیس ہمدانی، (۳۴)محمد بن مسلم بن شہاب زہری (م۱۲۵ھ/۷۴۳ء)، (۳۵)محمد بن منکدر (م۱۳۰ھ/ ۷۴۸ء)، (۳۶)مقسم (م۱۰۱ھ/ ۷۱۹ء)، (۳۷)منصور بن معتمر (م۱۳۲ھ/ ۷۴۹ء)، (۳۸)موسیٰ بن ابی عائشہ، (۳۹)نافع مولیٰ ابن عمرؓ (م ۱۱۷ھ/ ۷۳۵ء)، (۴۰)ہشام بن عروہ (م۱۴۶ھ/۷۶۴ء)، (۴۱)ولید بن سریع مخزومی، (۴۲)یحییٰ بن سعید انصاری (م۱۴۴ھ/ ۷۶۱ء)، (۴۳)ابوحجیہ یحییٰ بن عبداللہ کندی، (۴۴)یحییٰ بن عبداللہ الجابر، (۴۵)یزید بن

صہیب فقیر، (۴۶) یزید بن عبدالرحمٰن کوفی، (۴۷) یونس بن عبداللہ بن ابی فروہ، (۴۸) ابواسحاق سبعی (م ۱۲۹ھ/ ۷۴۷ء)، (۴۹) ابوبکر بن عبداللہ بن ابی الجہم، (۵۰) ابوحصین اسدی (م ۱۲۷ھ/ ۷۴۵ء)، (۵۱) ابو الزبیر مکی (م ۱۲۶ھ/ ۷۴۴ء)، (۵۲) ابوالسوار سلمی، (۵۳) ابوعون ثقفی (م ۱۱۶ھ/ ۷۳۴ء)، (۵۴) ابومعبد مولیٰ ابن عباس (م ۱۰۴ھ/ ۷۲۳ء)، (۵۵) ابویعفور عبدی رحمہم اللہ تعالیٰ۔

امام اعظمؒ کے تبع تابعین اساتذہ

(۱) ابراہیم بن منتشر، (۲) ابو ہند حارث بن عبدالرحمٰن ہمدانی، (۳) خالد بن علقمہ، (۴) زبید یامی، (۵) سعید بن مسروق ثوری (م ۱۲۶ھ/ ۷۴۴ء)، (۶) شیبان بن عبدالرحمٰن نحوی (م ۱۶۴ھ/ ۷۸۱ء)، (۷) طریف بن ابی سفیان سعدی، (۸) عبدالکریم ابو امیہ بصری، (۹) علقمہ بن مرثد (م ۱۲۰ھ/ ۷۳۸ء)، (۱۰) قابوس بن ابی ظبیان، (۱۱) قیس بن مسلم جدلی (م ۱۲۰ھ/ ۷۳۸ء)، (۱۲) محمد بن زبیر حنظلی، (۱۳) محمد بن سائب کلبی (م ۱۴۶ھ/ ۷۶۳ء)، (۱۴) مخول بن راشد (م ۱۴۱ھ/ ۷۵۹ء)، (۱۵) مسلم بطین، (۱۶) ناصح بن عبداللہ المحلی، (۱۷) ابوغسان ہیثم بن حبیب صراف، (۱۸) ابو جناب کلبی (م ۱۵۰ھ/ ۷۶۷ء)، (۱۹) ابوفروہ جہنی رحمہم اللہ تعالیٰ۔[۱]

اس فہرست سے اندازہ لگایا جا سکتا ہے کہ حصول علم کے لیے حضرت امام اعظم ابوحنیفہ رحمہ اللہ نے کیسے کیسے اکابر کے سامنے زانوئے تلمذ طے کیا۔

حضرت خلف بن ایوبؒ فرماتے ہیں:

صَارَ الْعِلْمُ مِنَ اللّٰہِ تَعَالیٰ اِلٰی مُحَمَّدٍ ﷺ ثُمَّ صَارَ اِلٰی أَصْحَابِہٖ، ثُمَّ صَارَ اِلَی التَّابِعِیْنَ، ثُمَّ صَارَ اِلٰی أَبِیْ حَنِیْفَةَ وَأَصْحَابِہٖ. فَمَنْ شَاءَ فَلْیَرْضَ وَمَنْ شَاءَ فَلْیَسْخَطْ.[۲]

علم اللہ تعالیٰ کی طرف سے حضرت محمد ﷺ کے پاس آیا، پھر صحابہؓ میں تقسیم

۱۔ تهذيب الكمال (ج ۱۹، ص ۱۰۲، ۱۰۳)، طبع دار الفكر، بيروت

۲۔ تاریخ بغداد ج ۱۳ ص ۳۳۶

ہوا، پھر تابعینؒ میں، اس کے بعد حضرت امام ابوحنیفہؒ اور ان کے تلامذہ میں آیا۔ اب جو چاہے تو خوش ہو جائے اور جو چاہے تو ناراض ہو۔

حضرت امام اعظم ابوحنیفہؒ نے جب مسندِ علم سجائی تو اطرافِ عالم سے طالبانِ علم آپؒ کے ہاں اکٹھے ہو گئے۔ آپؒ کے درس میں قرآن وسنّت سے مستنبط ہونے والے مسائل کو علم فقہ اور آپ کے درس کو درس فقہ کا نام دیا گیا۔ یہ درس تحصیلِ علم کا آخری درس ہوتا تھا اور اس درس سے استفادہ کرنے والے وہ حضرات ہوتے تھے جو ادب ولغت، روایت حدیث اور تفسیر کا علم حاصل کر چکے ہوں۔ یہ طالبانِ علم محدثین سے حدیث رسول ﷺ کے حصول کے بعد استنباطی مسائل کا درس لیتے تھے۔ درس فقہ کا درجہ حدیث، تفسیر اور باقی علومِ اسلامیہ سے فائق ہوتا تھا۔ اس لئے محدث، مفسر ادیب وغیرہ اپنے اپنے فن میں ماہر ہوتے جب کہ فقیہ کے لئے تمام علوم وفنون کا ماہر ہونا ضروری تھا، اس کا اندازہ ایک واقعہ سے لگایا جا سکتا ہے، عبداللہ بن عمروؒ کا بیان ہے کہ مشہور محدث حضرت امام اعمشؒ اور حضرت امام اعظم ابوحنیفہؒ ایک محفل میں رونق افروز تھے، اس محفل میں ایک مسئلہ پیش آیا حضرت امام اعمش محدثؒ اس کا حل نہ بتا سکے آپؒ کے شاگرد امام ابوحنیفہؒ نے بتا دیا، حضرت امام اعمش محدثؒ نے آپؒ سے پوچھا یہ جواب آپ نے کس دلیل سے دیا؟ حضرت امام ابوحنیفہؒ نے فرمایا: اسی حدیث سے جو ہم نے آپ سے روایت کی ہے۔ اس پر حضرت امام اعمش محدثؒ نے اپنے شاگرد حضرت امام اعظم ابوحنیفہؒ کے اس تفقّہ کی داد دیتے ہوئے فرمایا:۔

نَحْنُ الصَّيَادِلَةُ وَأَنْتُمُ الْأَطِبَّاءُ .[1]

ہم تو (دواؤں کا ذخیرہ رکھنے والے) عطار ہیں اور تم طبیب ہو۔

حضرت امام اعظم ابوحنیفہؒ کا درس بھی کتاب اللہ اور حدیث رسول ﷺ سے ہوتا تھا، چنانچہ صدر الائمۃ مکّیؒ فرماتے ہیں:

كان أبو حنيفهؒ يروى أربعة آلاف حديث، ألفين لحماد وألفين لسائر المشيخة.[2]

۱۔ جامع بیان العلم ۲/ ۱۳۰، ۱۳۱ ۲۔ مناقب ابی حنیفہؒ ص ۸۵ للمکی

امام ابوحنیفہؒ نے چار ہزار حدیثیں روایت کی ہیں، دو ہزار حمادؒ کے طریق سے اور دو ہزار باقی شیوخ سے۔

حضرت امام اعظم ابوحنیفہؒ کے علم حدیث میں اس تبحّر پر امام شمس الدین الذہبیؒ نے انھیں حفاظ حدیث میں شمار کرتے ہوئے اپنی شہرہ آفاق کتاب "تذکرة الحفاظ" میں آپ کا تفصیلی تذکرہ کیا ہے۔

علامہ ذہبیؒ نے آپ کے تذکرہ کا آغاز "الامام الاعظم وفقيه العراق" کے القاب سے کیا ہے اور لکھا ہے کہ:

وكان اماماً، ورعاً، عالماً، عاملاً، متعبداً، كبيرالشان لايقبل جوائز السلطان بل يتجرويكتسب.[1]

امام ابوحنیفہؒ امام، پرہیزگار، عالم باعمل، بہت زیادہ عبادت گزار اور بلند پایہ مقام کے مالک تھے، بادشاہوں کے تحائف قبول نہیں کرتے تھے۔ بلکہ خود مزدوری کر کے روزی کماتے تھے۔

مولانا ابراہیم سیالکوٹیؒ غیر مقلد اس حوالہ کو نقل کرنے کے بعد ارقام فرماتے ہیں: سبحان اللہ، کیسے مختصر الفاظ میں کس خوبی سے ساری حیاتِ طیبہ کا نقشہ سامنے رکھ دیا ہے اور آپ کی زندگی کے ہر علمی و عملی شعبہ اور قبولیت عامہ اور غنائے قلبی اور احکام وسلاطین سے بےتعلقی وغیرہ فضائل میں سے کسی بھی ضروری امر کو چھوڑ کر نہیں رکھا۔[2]

نیز محدث حضرت امام شمس الدین محمد بن احمد المقدسی الحنبلیؒ (م۷۴۴ھ) نے اپنی مشہور کتاب "المختصر فی طبقات علماء الحديث" میں اور حافظ جلال الدین سیوطیؒ (م۹۱۱ھ) نے طبقات الحفاظ ص ۸۰ میں آپ کا شاندار تذکرہ کیا ہے اور آپ کو حفاظ حدیث میں شمار کیا ہے۔

ان ائمہ حدیث کی شہادت سے امام اعظم ابوحنیفہؒ کی جلالت شان اور تبحر علمی کا اندازہ لگایا جا سکتا ہے۔ یہی وجہ تھی کہ آپؒ کے درس سے اطراف عالم کے طالبان علم نے

۱۔ تذکرة الحفاظ ج ا ص ۱۲۶ ۲۔ تاریخ اهل حدیث. ص ۷۹، ۸۰

استفادہ کیا، آپ سے استفادہ کرنے والوں کی تعداد کا شمار ممکن نہیں۔ آپؒ کے تلامذہ میں کبار تابعین، محدثین اور فقہاء رحمہم اللہ شامل ہیں۔ ائمہ اربعہ میں سے حضرت امام مالکؒ آپ کے بلاواسطہ شاگرد ہیں جب کہ حضرت امام محمد بن ادریس شافعیؒ اور حضرت امام احمد بن حنبلؒ دونوں ائمہ فقہ اور مصنفین صحاح ستہ (چھ ائمہ حدیث) آپؒ کے تلامذہ کے تلامذہ ہیں۔

حضرت امام بخاریؒ کے ستائیس اساتذہ آپؒ کے شاگرد ہیں، چونسٹھ جلیل القدر راویان حدیث جن کی عدالت اور صحت پر ائمہ جرح وتعدیل کا اتفاق ہے، ان کی سند علم حضرت امام اعظم ابوحنیفہؒ سے متصل ہے، حضرت امام بخاریؒ کو اپنی ''صحیح بخاری'' میں ثلاثیات یعنی ایسی روایت جس میں رسول اللہ ﷺ تک فقط تین واسطے ہوں پر بڑا ناز ہے اور واقعۃً یہ بڑی سعادت اور فخر کی بات ہے۔ ''صحیح بخاری'' میں کل ثلاثیات بائیس ہیں جن میں سے بیس ثلاثیات حضرت امامِ اعظم ابوحنیفہؒ کے تین خصوصی تلامذہ اور مقلدین امام مکی بن ابراہیمؒ، امام ابو عاصم نبیلؒ اور امام محمد بن عبداللہ انصاریؒ سے مروی ہیں۔

حضرت امام اعظم ابوحنیفہؒ کے علمی فیض کو رب تعالیٰ نے آسمانِ علم پر سورج کی طرح روشن کیا، فقہ، حدیث، تفسیر کا شاید ہی کوئی درس یا مکتب فکر ہو جو آپ سے مستفیض نہ ہو۔ حضرت امامِ اعظم ابوحنیفہؒ کے اس علمی احسان پر آپ کو امت نے امامِ ابوحنیفہ کا خطاب دیا کہ جس طرح ایک باپ اپنی اولاد کے مستقبل کے لیے ان کی سہولت کا ہر سامان اکٹھا کرتا ہے اسی طرح حضرت امامِ اعظم ابوحنیفہؒ نے امت کی عملی زندگی کی ضرورت فقہی مسائل کو مستنبط، مدوّن اور مرتب فرمایا۔

جَزَاهُ اللّٰہُ تَعَالٰی اَحْسَنَ مَایُجَازِی الْمُحْسِنِیْنَ. اٰمین

تعصب کا کیا علاج ہو کہ عمل بالحدیث کے دعوے دار اور عملاً انکارِ حدیث کے پیروکار ''جماعت غیر مقلدین'' نے یہ مشہور کیا ہوا ہے کہ آپؒ کی بیٹی کا نام حنیفہ تھا، آپ اس سے مسائل پوچھا کرتے تھے اس لیے آپ کی کنیت ابوحنیفہؒ ہے، سچ ہے کہ متعصب کے منہ میں خاک بھری جاتی ہے۔ ابوحنیفہ حضرت امام اعظم کی خود ساختہ کنیت نہیں بلکہ امت

کا عطاء کردہ اعزازی لقب ہے۔

حضرت حافظ ابن حجر مکیؒ نے تصریح کی ہے کہ آپ کی حنیفہ نام کی کوئی بیٹی نہیں تھی کہ جس کی وجہ سے آپ کو ابوحنیفہ کہا گیا ہے۔[1]

ساری امت حضرت امامِ اعظم ابوحنیفہؒ کے اس علمی احسان کی ممنون اور آپؒ کی ثنا (تعریف) میں رطب اللسان ہے۔ صحیح بخاری کی پہلی حدیث کے راوی حضرت سفیان بن عیینہؒ فرماتے ہیں:

اوّل من سیّرنی محدّثاً أبو حنیفۃ۔[2]

کہ مجھے محدّث بنانے (حدیث سکھانے) والے پہلے صاحب ابوحنیفہؒ ہیں۔

امام ابوداوٗد فرماتے ہیں کہ: رحم اللہ اباحنیفہ کان اماما۔[3]

ترجمہ: اللہ تعالیٰ کی امام ابوحنیفہ پر رحمت ہو وہ (علمِ حدیث کے) امام تھے۔

امام یزید بن ہارون فرماتے ہیں: میں نے ایک ہزار مشائخ سے ملاقات کی ہے اور ان میں سے اکثر سے احادیث لکھی ہیں۔ لیکن ان سب میں سے بڑے فقیہ، سب سے زیادہ پارسا اور سب سے بلند پایہ عالم پانچ شخصوں کو پایا ہے ان میں اوّلین مقام امام ابوحنیفہؒ کا ہے۔[4] امام شافعیؒ نے تمام فقہاء کو آپ کا خوشہ چین قرار دیا۔[5]

مشہور غیر مقلد مولانا عبدالرحمٰن مبارکپوری صاحب نے تصریح کی ہے کہ حفاظِ حدیث میں سے امام یحییٰ بن معینؒ، امام علی بن مدینیؒ، امام شعبہؒ اور امام سفیان ثوریؒ نے امام ابوحنیفہؒ کی توثیق کی ہے۔[6]

علم و عمل، صلاح و تقویٰ اور فہم و فراست کے علاوہ اللہ تعالیٰ نے حضرت امامِ اعظم ابوحنیفہ رحمہ اللہ کو کئی ایسی سعادتوں سے بھی نوازا ہوا تھا جن میں فقہ کے ائمہ اربعہ میں آپ

۱۔ "الخیرات الحسان" ص ۴۵ ۲۔ "الجواھر المضیہ" ج ۱ ص ۲۵۰

۳۔ (جامع بیان العلم وفضلہ ج ۲ ص ۱۶۳)

۴۔ "الجواھر المضیہ" ج ۱ ص ۲۹ ۵۔ تاریخ بغداد (ج ۱۳ ص ۳۴۵)

۶۔ تحقیق الکلام ج ۲ ص ۱۴۵

ہی منفرد ہیں۔ حضرت علامہ محمد بن محمود الخوارزمی رحمہ اللہ (م ۶۵۵ھ/ ۱۲۵۷ء) نے "جامع المسانید" میں تفصیلی مباحث کے ساتھ ایسی دس خصوصیات کا ذکر کیا ہے۔ یہاں عنوان کی مناسبت سے اس کا خلاصہ پیش کیا جاتا ہے:

۱۔ حضرت امام اعظم ابوحنیفہ رحمہ اللہ کی تعریف وتوصیف میں کئی احادیث اور آثار آئے ہیں۔ حضور نبی کریم صلّی اللہ علیہ وسلّم نے علمی اور عملی صلاحیتوں کے ذکر کے ساتھ آپ رحمہ اللہ کے متعلق پیشین گوئی ارشاد فرمائی۔

۲۔ حضرت امام اعظم ابوحنیفہ رحمہ اللہ کی ولادت زمانہ صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم میں ہوئی۔ آپ کی ولادت کے وقت مختلف علاقوں میں بتیس (۳۲) سے زائد صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم موجود تھے۔ جبکہ باقی تین ائمہ فقہ کی ولادت زمانہ تابعین میں ہے۔

۳۔ امام اعظم ابوحنیفہ رحمہ اللہ کو صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے براہِ راست روایت حدیث کی سعادت حاصل ہے۔ جبکہ باقی تین ائمہ فقہ کی صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے براہِ راست کوئی روایت حدیث نہیں۔

۴۔ امام اعظم ابوحنیفہ رحمہ اللہ نے زمانۂ تابعین میں اپنے اساتذہ کے سامنے مسند اجتہاد پر براجمان ہوئے۔ ان حضرات کے سامنے فتویٰ دینا شروع کیا اور آپ کے اساتذہ نے آپ کی تائید کی۔ جبکہ باقی تین ائمہ فقہ نے زمانہ تابعین میں اجتہاد وافتاء کا کام نہیں کیا۔

۵۔ کبار علماء مسلمین کے علاوہ اکابر تابعین نے بھی حضرت امام اعظم ابوحنیفہ رحمہ اللہ سے روایت کی ہے۔ اس طرح آپ تابعین رحمہم اللہ کے اساتذہ میں سے شمار کیے جاتے ہیں جبکہ باقی تین ائمہ فقہ کو یہ سعادت حاصل نہیں۔

۶۔ تابعین رحمہم اللہ میں سے چار ہزار حضرات کے سامنے آپ نے زانوئے تلمّذ طے کیا۔ جبکہ باقی تین ائمہ فقہ میں سے کسی نے بھی تابعین رحمہم اللہ کی اتنی بڑی تعداد سے استفادہ نہیں کیا۔

۷۔ حضرت امام اعظم ابوحنیفہ رحمہ اللہ کی رائے پر کبار ائمہ اور تابعین کی جتنی بڑی تعداد نے اتفاق کیا، باقی تین ائمہ فقہ کو یہ سعادت حاصل نہیں۔

۸۔ حضرت امام اعظم ابوحنیفہ رحمہم اللہ نے سب سے پہلے اجتہاد اور استنباطِ احکام کے قواعد، جنہیں فن ''اصول فقہ'' کہتے ہیں، مرتب فرمایا۔

۹۔ جماعت فقہاء میں حضرت امام اعظم ابوحنیفہ رحمہ اللہ وہ پہلے شخص ہیں جنہوں نے بادشاہوں کے ہدایا کو قبول کرنے سے انکار کر دیا اور اپنے کسب معاش کے ذرائع تجارت کو خود عملاً اختیار کیا۔

۱۰۔ امام اعظم ابوحنیفہ رحمہ اللہ کی وفات شہادت فی سبیل اللہ کے شرف سے جیل میں زہر کے اثر سے ہوئی، جبکہ باقی تین ائمہ فقہ کو یہ شرف حاصل نہیں۔

حضرت امام اعظم ابوحنیفہ رحمہ اللہ کی اس جلالت شان، منفرد خصوصیات اور فقہاء و محدثین کے اعتراف کے باوجود شومئ قسمت سے اس مقام ومرتبہ کے حاسدین بھی ہر زمانہ میں رہے ہیں۔ غیر مقلدین، جو اہلِ حدیث کے خوشنما لیبل کے پردہ میں انکارِ حدیث کا فریضہ سرانجام دے رہے ہیں، اب تک اس حسد کی آگ میں خود ہی جل رہے ہیں۔ حال ہی میں زبیر علی زئی (م ۱۴۳۵ھ/۲۰۱۳ء) ایک متعصب، متعنت، مخبوط الحواس غیر مقلد گزرا ہے۔ اس نے امام اعظم ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے خلاف ایک پورا رجسٹر تیار کیا ہوا تھا، مگر امام اعظم ابوحنیفہ رحمہ اللہ کی کرامت ہے کہ وہ کبھی امام صاحب کو کبار تابعین میں شمار کرتا، کبھی تابعین میں، کبھی ائمہ فقہاء میں اور کبھی محدثین سے خارج کر دیتا۔ یہ عجیب شخص تھا، ہر صبح اس کی تحقیق کا نیا شگوفہ پھوٹتا اور شام سے پہلے مرجھایا ہوا ہوتا۔ زبیر علی زئی کی ان قلابازیوں اور حواس باختہ حرکات کی تفصیل کے لیے برادرم مولانا ظہور احمد الحسینی دامت برکاتہم کی کتاب ''تناقضات زبیر علی زئی'' ملاحظہ کی جائے۔ پاکستان میں غیر مقلدین کے مشہور ہفت روزہ ''الاعتصام'' لاہور میں موہب الرحیم غیر مقلد نے ابن جوزی کے حوالہ سے لکھا:

> ابوحنیفہ کے فہم وتفقہ میں لوگوں کا اختلاف نہیں......اس کے باوجود سبھی طعن پر متفق ہیں۔[1]

۱۔ ہفت روزہ ''الاعتصام''، لاہور، جلد ۶۵، شمارہ ۲۳، ۱۷/ شعبان ۱۴۳۶ھ/ ۵/ جون ۲۰۱۵ء، ص ۱۹، صفحہ مسلسل ۸۱۲

ائمہ جرح وتعدیل اور فقہاء ومحدثین کی امام اعظم ابوحنیفہ رحمہ اللہ کی جلالت شان اور علم وتقویٰ پر انصاف پر مبنی رائے کے باوجود چمگادڑ کی آنکھ سے دیکھنے والوں کو یہ اتفاق نہ معلوم کہاں سے نظر آ گیا۔ امام اعظم ابوحنیفہ رحمہ اللہ کی جلالت شان اور علمی مقام کے لیے برادرم مولانا ظہور احمد الحسینی صاحب دامت برکاتہم کی کتاب ''امام اعظم ابوحنیفہ رحمہ اللہ کا محدثانہ مقام'' ملاحظہ کی جائے۔ امام اعظم ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے متعلق اس حسد وکینہ کا جواب آج سے صدیاں قبل حضرت عبداللہ بن مبارک رحمہ اللہ (م ۱۸۱ھ/ ۷۹۷ء) نے دے دیا تھا۔ فرماتے ہیں:

لَقَدْ زَانَ الْبِلَادَ وَمَنْ عَلَيْهَا — اِمَامُ الْمُسْلِمِيْنَ أَبُوْحَنِيْفَهْ
بِاٰثَارِ وَّفِقْهٍ فِيْ حَدِيْثٍ — كَاٰيَاتِ الزَّبُوْرِ عَلٰى صَحِيْفَهْ
فَمَا فِي الْمَشْرِقَيْنِ لَهٗ نَظِيْرٌ — وَلَا فِي الْمَغْرِبَيْنِ وَلَا بِكُوْفَهْ

- مسلمانوں کے امام ابوحنیفہ نے آباد علاقوں اور آبادیوں کو (اپنی علمی خدمات سے) خوبصورت بنا دیا ہے۔
- حدیث میں فقہ اور آثار کے ساتھ ایسے جیسے مضبوط اور خوبصورت کتاب کی آیات صحیفہ میں خوبصورت ہیں۔
- نہ مشرقین میں اس کی کوئی مثال ہے اور نہ مغربین میں اور نہ خود شہر کوفہ میں۔

حضرت امام اعظم ابوحنیفہؒ نے اپنی حیاتِ مستعار کے ایک ایک لمحہ کو خدمتِ علم اور تقویٰ و پرہیزگاری میں بسر کیا۔ آپؒ نے تمام عمر اپنے ذاتی کاروبار سے گزر بسر کی غربا اور طلبہ کی خدمت کی اور حکومتی عہدہ قبول نہ فرمایا۔ عباسی حکمران منصور نے عہدہ قضاء کی سربراہی (چیف جسٹس) آپ کے سپرد کرنا چاہی تو آپؒ نے اس کی حکومت کے غیر شرعی اقدامات کی بنا پر یہ عہدہ قبول کرنے سے انکار کر دیا، اس آوازِ حق کی پاداش میں آپ کو قیدِ زنداں میں ڈال دیا گیا جیل خانہ میں قید ہونے پر جب آپؒ کی مقبولیت پہلے سے زیادہ ہوگئی تو خلیفہ منصور نے آپ کو زہر دِلوا دیا۔

شہادت فی سبیل اللہ آپؒ کا مقدر تھا۔ جب زہر کا اثر معلوم ہوا تو سجدہ میں گر گئے اور

وہیں جان جانِ آفریں کے سپرد کردی ۔ یہ ۱۵۰ھ مطابق ۷۶۷ء کا واقعہ ہے۔ مرکزِ علم ''بغداد'' میں آپؒ کو سپردِ خاک کردیا گیا۔ اہل بغداد کا بیان ہے کہ ایسا عظیم جنازہ اور مخلوقِ خدا کا ایسا خراجِ عقیدت بغداد کی زمین کو دیکھنا پھر نصیب نہیں ہوا اور نہ کوئی ایسا رجلِ رشید ہوگا کہ مستقبل میں دیکھنا نصیب ہو۔

حضرت امامِ اعظم ابوحنیفہؒ کی ان دینی خدمات اور علمی شان پر محدثین نے آپ کو حدیث ''ابناء فارس'' کی پیشن گوئی کا مصداق قرار دیا ہے۔

حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ ایک دفعہ رسول اللہ ﷺ حضرت سلمان فارسیؓ پر اپنا دست مبارک رکھتے ہوئے ارشاد فرمایا کہ: لَوْ كَانَ الْعِلْمُ عِنْدَ الثُّرَيَّا لَنَالَهُ رَجُلٌ أَوْ رِجَالٌ مِنْ أَبْنَاءِ فَارِسٍ. اگر ایمان ثریاّ ستارے کے پاس بھی ہوتو ان (فارسی النسل) لوگوں میں سے کچھ مرد یا ایک مرد اس کو پالے گا۔ دوسری روایات میں علم کے بجائے ایمان اور دین کا کلمہ بھی ارشاد فرمایا ہے۔ امام حافظ محمد بن یوسف صالحی شافعیؒ (م ۹۴۲ھ) جو امام سیوطیؒ (م ۹۱۱ھ) کے مایہ ناز شاگرد ہیں، فرماتے ہیں کہ: ہمارے شیخ (امام سیوطیؒ) نے بڑے یقین کے ساتھ فرمایا ہے کہ اس حدیث کے مصداق امام ابوحنیفہؒ ہیں۔ اور یہ بات حقیقت ہے اور شک وشبہ سے بالا ہے کیونکہ فارسی النسل لوگوں میں سے کوئی شخص بھی امام ابو حنیفہؒ اور آپ کے تلامذہ کے علمی مقام کو نہ پہنچ سکا۔[۱]

حضرت شاہ ولی اللہ صاحب محدث دہلوی (م ۱۱۷۶ھ) اور نواب صدیق حسن خانؒ غیر مقلد (م ۱۳۰۷ھ) نے بھی اس حدیث کا مصداق امام صاحب کو قرار دیا ہے۔[۲]

حضرت امامِ اعظم ابوحنیفہ رحمہ اللہ کی اس جلالت شان اور دینی خدمات کے پیشِ نظر ہر دَور کے محققین نے آپ کو خراجِ عقیدت پیش کیا ہے اور آپ کے حالات پر مستقل کتابیں تصنیف فرمائی ہیں۔ امام اعظم ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے حالات پر ان کتب کے مؤلفین صرف آپ کے مقلد اور تلامذہ ہی نہ تھے۔ دوسرے فقہاء کے مقلدین نے بھی امام اعظم ابوحنیفہ

۱۔ عقود الجمان ص ۴۵

۲۔ ''کلماتِ طیبات'' ص ۱۶۸، ''اتحاف النبلاء'' ص ۴۲۴ ص ۴۵

رحمہ اللہ کو خراج عقیدت پیش کیا ہے، جس سے اندازہ لگایا جا سکتا ہے کہ آپ اپنے حلقہ کے علاوہ دوسرے حضرات میں بھی مقبول ومحبوب ہیں۔ چند کتب اور ان کے مؤلفین کے اسماء گرامیہ ملاحظہ ہوں:

۱۔ اخبار ابی حنیفۃ واصحابہ مؤلفہ ابو جعفر طحاوی (م ۳۲۱ھ/۹۳۳ھ)

۲۔ بستان فی مناقب النعمان مؤلفہ شیخ محی الدین قرشی صاحب الجواہر المضیہ (م ۷۷۵ھ/۱۳۷۴ء)

۳۔ شقائق النعمان فی مناقب النعمان مؤلفہ علامہ زمخشری (م ۵۳۸ھ/۱۱۴۴ء)

۴۔ مناقب أبی حنیفہ موفق الدین بن احمد مکی خوارزمی (م ۵۶۸ھ/۱۱۷۲ء)

۵۔ کشف الآثار مؤلفہ عبداللہ بن محمد حارثی (م ۳۴۰ھ/۹۵۱ء)

٦۔ الانتصار لامام ائمۃ الامصار مؤلفہ مؤرخ یوسف بن فرغلی سبط ابن جوزی (م ۶۵۴ھ/ ۱۲۵۶ء)

٦۔ اخبار أبی حنیفہ واصحابہ، ابوعبداللہ حسین بن علی صیمری (م ۴۳۶ھ/۱۰۴۵ء)

۸۔ کتاب ابو العباس احمد بن الصلت حمانی (م ۳۰۲ھ/۹۱۵ء)

۹۔ مناقب أبی حنیفہ محمد بن محمد الکردری البزازی (م ۸۲۷ھ/۱۴۲۴ء)

۱۰۔ فضائل أبی حنیفہ اخبارہٗ ومناقبہٗ، ابوالقاسم عبداللہ بن محمد بن احمد السعدی المعروف بابن ابی العوامؒ (م ۳۳۵ھ/۹۴۷ء)

۱۱۔ کتاب مواہب الشریفہ اور اس کا ترجمہ مسمی بہ تحفۃ السلطان فی مناقب النعمان مؤلفہ ابن کاس (م ۳۲۴ھ/۹۳۶ء)

۱۲۔ تبییض الصحیفہ فی مناقب الامام ابی حنیفہ مؤلفہ خاتم الحفاظ شیخ جلال الدین سیوطی شافعی (م ۹۱۱ھ/۱۵۰۶ء)

۱۳۔ عقود الجمان فی مناقب النعمان مؤلفہ امام حافظ ابوعبداللہ محمد بن یوسف دمشقی شافعی (م ۹۴۲ھ/۱۵۳۶ء)

۱۴۔ کتاب ابو یحیٰی زکریا بن یحیٰی نیشاپوری (م ۲۹۸ھ/۹۱۱ء)

۱۵۔ کتاب ابواحمد محمد بن احمد شعمی نیشاپوری (م ۳۵۷ھ/ ۹۲۸ء)

۱۶۔ الابانۃ فی رد المشنعین علی ابی حنیفہ مؤلفہ قاضی امام ابوجعفر احمد بن عبداللہ شیرابازی بلخی

۱۷۔ الخیرات الحسان فی مناقب اَبی حنیفۃ النعمان مؤلفہ شیخ ابن حجر مکی شافعی (م ۹۷۳ھ/ ۱۵۶۶ء)

۱۸۔ تنویر الصحیفہ فی مناقب ابی حنیفہ مؤلفہ علامہ یوسف بن عبدالہادی حنبلی (م ۹۰۹ھ/ ۱۵۰۳ء)

۱۹۔ فتح المنان فی مناقب النعمان مؤلفہ شیخ عبدالحق محدث دہلوی (م ۱۰۵۲ھ/ ۱۶۴۳ء)

۲۰۔ مناقب ابی حنیفہ وصاحبیہ مؤلفہ امام حافظ ذہبی (م ۷۴۸ھ/ ۱۳۴۸ء)

۲۱۔ منازل الائمۃ الاربعہ، امام یحییٰ بن ابراہیم سلماسی (م ۵۵۰ھ/ ۱۰۵۲ء)

۲۲۔ ابوحنیفہ حیاتہٗ وعصرہٗ آرائہٗ وفقہہٗ، شیخ ابوزہرہ مصری (م ۱۳۹۴ھ/ ۱۹۷۴ء)

۲۳۔ السہم المصیب فی کبد الخطیب، سیف الدین عیسیٰ بن ابی بکر (م ۶۲۴ھ/ ۱۲۲۷ء)

۲۴۔ مناقب الائمۃ الاربعہ، امام محمد بن احمد بن عبدالہادی مقدسی حنبلی (م ۷۴۴ھ/ ۱۳۴۴ء)

۲۵۔ الدر المنظم فی مناقب الامام الاعظم، علامہ نوح بن مصطفیٰ قونوی (م ۸۷۰ھ/ ۱۴۶۶ء)

۲۶۔ مقام اَبی حنیفہ، مولانا محمد سرفراز خان صفدر رحمہ اللہ (م ۱۴۳۰ھ/ ۲۰۰۹ء)

۲۷۔ امام ابوحنیفہ اور علم حدیث، مولانا محمد علی صدیقی رحمہ اللہ

۲۸۔ امام ابوحنیفہ کی سیاسی زندگی، مولانا مناظر احسن گیلانی رحمہ اللہ (م ۱۳۷۵ھ/ ۱۹۵۶ء)

۲۹۔ امام ابوحنیفہ کی تابعیت، مولانا ڈاکٹر عبدالشہید نعمانی مدظلہٗ

۳۰۔ امام اعظم ابوحنیفہ کا محدثانہ مقام، مولانا ظہور احمد الحسینی مدظلہٗ

حضرت امام اعظم ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے مناقب وفضائل اور آپ کی دینی خدمات پر اتنا کچھ لکھا گیا ہے کہ اس کا استیعاب مشکل ہے۔ بیشمار مقالات غیر مطبوعہ ہیں اور کئی مخطوطات کتب خانوں میں محفوظ ہیں۔ حضرت امام اعظم ابوحنیفہ رحمہ اللہ کا یہ بکثرت تذکرہ عند اللہ ان کی مقبولیت کی علامت ہے۔ حضرت امام محمد بن ادریس شافعی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

اَعِدْ ذِکْرَ نُعْمَانَ لَنَا فَإِنَّ ذِکْرَہٗ
هُوَ الْمِسْکُ مَا کَرَّرْتَهٗ یَتَضَوَّعُ

ذکر ابوحنیفہ مشک و عنبر کا ہے خزینہ
معطر ہیں سب فضائیں اس کے فیض سے

حضرت امام اعظم ابوحنیفہ رحمہ اللہ نے اصول وقواعد کے ساتھ فقہ کی جو ترتیب پیش فرمائی اور مسلمانوں کو عملی زندگی کا آسان شرعی راستہ دکھایا اس کی عالمگیریّت کے پیشِ نظر اب جبکہ سائنس نے دنیا کو ایک خیمہ بنا دیا ہے، عالم کے نظم وضبط میں فقہ حنفی ہی یکجائی کا تصور پیش کر رہی ہے اور حضرت امام اعظم رحمہ اللہ کے امت پر احسانات تازہ ہو رہے ہیں۔ احسان شناسوں کے قلب ونگاہ آپ کی عظمت کے سامنے جھک رہے ہیں۔ اس کی ضرورت بھی ہمیشہ رہے گی کہ حضرت امام اعظم رحمہ اللہ کے محاسن وفضائل کو بیان کیا جائے۔ حضرت امام اعظم ابوحنیفہ رحمہ اللہ کو اللہ تعالیٰ نے جن کمالات سے نوازا اُن میں ایک مشہور شرف تابعیت بھی ہے۔

امام اعظم ابوحنیفہ رحمہ اللہ پر جن محققین نے کام کیا ہے اس عظیم شرف کا ذکر بھی کہیں تفصیل اور کہیں اجمال سے اپنے اپنے اُسلوب میں کیا ہے۔ مولانا ڈاکٹر عبدالشہید نعمانی دامت برکاتہم نے بھی ''امام ابوحنیفہ کی تابعیت'' کے عنوان سے مستقل مقالہ لکھا ہے، لیکن:

ع ہر گلے را بوئے دیگر است

ہر محقق کا اپنا اندازِ تحقیق اور ہر لکھنے والے کا اپنا اسلوب ہے۔ برادرم مولانا ظہور احمد الحسینی دامت برکاتہم نے بھی اس عنوان پر قلم اٹھایا اور ماشاءاللہ دوسو صفحات کے قریب ایک محققانہ تصنیف ''امام اعظم ابوحنیفہ رحمہ اللہ کا شرفِ تابعیت'' لکھ دی۔ اس کتاب میں انہوں نے بنیادی مآخذات کو سامنے رکھتے ہوئے عنوان کے مرکزی پہلو اور متعلقات پر ماشاءاللہ سیر حاصل بحث کی ہے۔ ہر دعویٰ دلیل کے ساتھ، ہر بات مآخذ کے تفصیلی تعارف کے ساتھ پیش کی گئی ہے۔ مرکزی یا ذیلی عنوان پر اگر متقدمین یا متاخرین میں سے کسی نے کوئی اشکال پیش کیا ہے تو مؤلف دامت برکاتہم نے پورے انصاف سے اسے پیش کر کے اس کا مدلل جواب لکھا ہے۔ اسی طرح امام اعظم رحمہ اللہ کے شرفِ تابعیت پر مشہور اشکالات کو

الگ عنوان سے ذکر کر کے اس کا بھی محققانہ جواب دیا ہے۔ حضرت مؤلف دامت برکاتہم کو اللہ تعالیٰ نے حنفیت کے دفاع کا خاص شوق اور محققانہ ذوق بخشا ہے۔ اس سے پہلے ان کی درج ذیل کتب خواص وعوام سے دادِ قبولیت حاصل کر چکی ہیں:

۱۔ رکعات تراویح ایک تحقیقی جائزہ ۲۔ مسنون نمازِ تراویح
۳۔ چہل حدیث مسائل نماز
۴۔ امام اعظم ابوحنیفہ رحمہ اللہ کا محدثانہ مقام
۵۔ تلامذہ امام اعظم ابوحنیفہ رحمہ اللہ کا محدثانہ مقام
۶۔ التحقیق الحسن فِي تائیدِ آثارِ السُّنَنْ
۷۔ علمائے دیوبند پر زبیر علی زئی کے الزامات کے جوابات
۸۔ تناقضات زبیر علی زئی

اور مؤلف دامت برکاتہم کی چند دیگر کتب:

۱۔ مُسند الامام زفر بن الہذیلؒ ۲۔ احناف کا محدثانہ مقام
۳۔ احناف محدثین کی علومِ حدیث میں تصنیفی خدمات
۴۔ تذکرۃ الطحاویؒ
۵۔ تلبیساتِ زبیر علی زئی (جس میں مؤلف دام برکاتہم نے اپنی بعض کتب پر زبیر علی زئی غیر مقلد کے تنقیدی مضامین کا مُسکِت جواب دیا ہے، اور اُن کے دجل وتلبیس کی خوب نقاب کشائی کی ہے)

ان شاء اللہ جلد زیورِ طبع سے آراستہ ہو کر قارئین کے ہاتھوں میں ہوں گی۔

''امام اعظم ابوحنیفہ رحمہ اللہ کا شرفِ تابعیت'' بھی اسی سلسلۂ دفاعِ حنفیت کا حصہ ہے۔ اللہ تعالیٰ حضرت مؤلف دامت برکاتہم کی اس کاوش کو شرفِ قبولیت سے نوازتے ہوئے ان کے لیے سعادت دارین اور ذخیرہ آخرت بنائے۔

آمين يا رب العالمين بجاه النبي الكريم صلى الله عليه وسلم.

احقر نثار احمد الحسینی

۲۷/ شعبان ۱۴۳۶ھ / ۱۵/ جون ۲۰۱۵ء

حرفِ اوّلین

نَحۡمَدُهٗ وَنُصَلِّیۡ وَنُسَلِّمُ عَلٰی رَسُوۡلِهِ الۡکَرِیۡمِ
وَعَلٰی آلِهٖ وَاَصۡحَابِهٖ وَاَتۡبَاعِهٖ اَجۡمَعِیۡنَ. اَمَّا بَعۡدُ:

اللہ سبحانہٗ وتعالیٰ نے اپنے دین کی سب سے زیادہ خدمت صحابہؓ کے بعد ائمہ مجتہدین رحمہم اللہ سے لی ہے۔ یہ وہ مقدس ہستیاں ہیں کہ جنہوں نے قرآن وسنت کی روشنی میں ایک مکمل دستورِ حیات مرتب کر کے امت کے ہاتھوں میں دیا۔ اس دستورِ حیات کا نام فقہ ہے۔ فقہ کو قواعد وضوابط پر مرتب کرنے کا سہرا جس شخص کے سر ہے اُس کا نام ابوحنیفہ نعمان بن ثابت رحمہ اللہ (م ۱۵۰ھ) ہے کہ جس کو دنیا امام اعظمؒ کے عظیم لقب سے جانتی ہے۔ آپ کا یہ لقب آپ کے تمام فضائل ومحاسن کی عکاسی کرتا ہے، کیونکہ آپ علم وعمل، زہد و تقویٰ، ذہانت و فطانت، عظمت ومرتبت اور فقہی بصیرت، الغرض ہر لحاظ سے دیگر ائمہ مجتہدین پر فوقیت رکھتے ہیں۔ اور وہ تمام ائمہ مجتہدین کہ جن کا سلسلۂ تقلید امت میں چلا ہے، ان میں سے آپ کو کئی ایسی خصوصیات حاصل ہیں جو کسی دوسرے امام کو نصیب نہیں ہوئیں۔ آپ کی اِن خصوصیات میں سے ایک یہ بھی ہے کہ ان تمام ائمہ میں سے صرف آپ ہی تابعی ہونے کے شرف سے بہرہ ور ہیں۔

مؤرخ الشام امام محمد بن یوسف صالحی شافعیؒ (م ۹۴۲ھ) نے حضرت امام صاحبؒ کے مناقب میں ایک بڑی عمدہ اور انتہائی معلوماتی کتاب لکھی ہے، اس میں انہوں نے آپ کی اِن خصوصیات سے متعلق باقاعدہ ایک باب قائم کیا ہے۔ چنانچہ موصوف اس باب کے تعارف میں ارقام فرماتے ہیں:

الباب التاسع فی بعض خصائصه التی اختصّ بها عَنْ غَیْرِہ من الائمة رضوان اللّٰه تعالیٰ علیهم اجمعین.

یہ نواں باب امام ابوحنیفہؒ کی اُن خصوصیات پر مشتمل ہے جو دیگر ائمہ مجتہدین

رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین سے آپ کو ممتاز کرتی ہیں۔

پھر اِس کے ذیل میں انہوں نے آپ کی سب سے پہلی خصوصیت یہ بیان کی ہے کہ تمام ائمہ مجتہدین میں آپ وہ واحد شخص ہیں کہ جو تابعی ہیں، اور اُس مبارک طبقہ سے آپ کا تعلق ہے جس کے بہتر ہونے کی خود نبی پاک صلّی اللہ علیہ وسلّم نے گواہی دی ہے، اور اُس کو عدالت سے موصوف کیا ہے۔[1]

علامہ طاش کبریٰ زادہ رحمہ اللہ (م ۹۶۸ھ) بھی آپ کی خصوصیات بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

ومن جهات شرفهٖ انه ليس بين الائمة تابعی غيره.[2]

امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے شرف میں سے ایک یہ بھی ہے کہ ائمہ مجتہدین میں آپ کے علاوہ کوئی اور امام تابعی نہیں ہے۔

شیخ الاسلام حافظ ابن حجر عسقلانیؒ (م۸۵۲ھ) اپنے ایک فتویٰ میں امام صاحبؒ کے تابعی ہونے کی تصریح کرنے کے بعد رقمطراز ہیں:

ولم يثبت ذلک لاحد مِن ائمة الامصار المعاصرين له كالاوزاعی بالشام، والحمادين بالبصرة، والثوری بالكوفة، ومالک بالمدينة، ومسلم بن خالد الزنجی بمكة، والليث بن سعد بمصر.[3]

یہ شرفِ تابعیت آپ کے ہم عصر ائمہ، جیسے شام کے امام اوزاعیؒ، بصرہ کے امام حماد بن زیدؒ اور امام حماد بن سلمہؒ، کوفہ کے امام سفیان ثوریؒ، مدینہ منورہ کے امام مالکؒ، مکہ مکرمہ کے امام مسلم بن خالد زنجیؒ اور مصر کے امام لیث بن

۱۔ عقود الجمان فی مناقب الامام الاعظم ابی حنیفۃ النعمان (ص ۱۷۹)

۲۔ مفتاح السعادۃ (۲/۱۷۴)

۳۔ تبییض الصحیفۃ فی مناقب الامام ابی حنیفۃ (ص ۲۶) للسیوطیؒ، عقود الجمان (ص ۵۰) للصالحیؒ، الخیرات الحسان فی مناقب الامام الاعظم ابی حنیفۃ النعمان (ص ۴۸) للمکیؒ

سعدؒ، میں سے کسی کو بھی نصیب نہیں ہوا۔

حافظ ابن حجرؒ نے یہاں جن ائمہ کے نام گنوائے ہیں یہ سب امام اعظمؒ کے معاصر ہیں، اور اِن میں سے کوئی بھی تابعی نہیں ہے، بلکہ یہ سب ائمہ تبع تابعین (وہ لوگ جنہوں نے تابعین کو دیکھا ہے) میں سے ہیں۔ جبکہ ان کے بعد آنے والے ائمہ مجتہدین مثلاً امام شافعیؒ (م۲۰۴ھ) اور امام احمد بن حنبلؒ (م۲۴۱ھ) تو تبع تابعین میں سے بھی نہیں ہیں، کیونکہ اِن دونوں حضرات کی کسی تابعی سے ملاقات ہونا ثابت نہیں ہے۔

مولانا امیر علی ملیح آبادیؒ (م۱۳۳۷ھ) غیر مقلد نے بھی امام اعظم ابوحنیفہ رحمہ اللہ کی تابعیت کو ثابت کرنے کے بعد لکھا ہے:

> یہ فضیلت بہت بڑی ہے، جس میں آپ اپنے ہم زمانہ اور ساتھیوں سے بڑھے ہوئے ہیں۔[1]

الغرض ائمہ مجتہدین متبوعین میں امام اعظم ابوحنیفہؒ وہ واحد شخصیت ہیں جنہیں تابعی ہونے کی سعادت حاصل ہے۔

ایں سعادت بزور بازو نیست

تا نہ بخشد خدائے بخشدہ!

امام اعظم ابوحنیفہؒ کا تابعی ہونا اس قدر ٹھوس اور وزنی دلائل سے ثابت ہے جن کا انکار کرنا چڑھتے سورج کا انکار کرنے کے مترادف ہے۔ لیکن بدقسمتی سے ہمارے برصغیر (پاک و ہند) میں ایک طبقہ ایسا بھی ہے جس کو امام صاحبؒ کی کوئی فضیلت بھی اچھی نہیں لگتی، اور اس طبقے کی خواہش ہوتی ہے کہ جس طرح بھی ممکن ہو امام عالی شان کا مقام عوام کی نظروں سے گرایا جائے۔ چنانچہ اس طبقے کے لوگ آپ کے اس شرفِ تابعیت پر بھی اُنگلیاں اٹھاتے رہتے ہیں، اور اس کے متعلق عوام میں طرح طرح کے شکوک و شبہات پھیلانے میں ہمہ تن مصروف رہتے ہیں۔ زیرِ نظر کتاب امام اعظمؒ کے شرفِ تابعیت کے اثبات اور اس کے خلاف پھیلائے گئے شکوک و شبہات کے ازالے کے لیے لکھی گئی ہے۔

۱۔ عین الہدایۃ (۱/۱۴۴)

ابتداء میں قرآن وحدیث کی روشنی میں تابعی کی فضیلت کو اُجاگر کیا گیا ہے، اور اس کے بعد بحوالہ محدثین تابعی کی تعریف نقل کی گئی ہے۔ پھر اِس تعریف کی روشنی میں امام اعظم ابوحنیفہ رحمہ اللہ کی تابعیت کے دلائل کو تفصیل سے بیان کیا گیا ہے۔ اور کتاب کے آخر میں امام اعظمؒ کی تابعیت کے خلاف غیر مقلدین حضرات کی طرف سے پھیلائے گئے شکوک وشبہات کا تحقیقی جائزہ لیا گیا ہے۔

اس موضوع پر دیگر کئی اہلِ علم کی بھی مستقل تصانیف مطبوعہ ہیں، جن میں علامہ عبدالحیٔ لکھنویؒ کی ''تذکرۃ الراشد'' وغیرہ اور مولانا ڈاکٹر عبدالشہید نعمانی مدظلہ کی ''امام ابوحنیفہؒ کی تابعیت'' زیادہ قابلِ ذکر ہیں۔ اسی طرح علامہ زاہد الکوثریؒ اور علامہ عبدالرشید نعمانی صاحبؒ وغیرہ کی تصانیف میں بھی اس موضوع سے متعلق خاصی معلومات موجود ہیں۔ ہم نے اپنی اس کتاب کی تالیف کے دوران ان سب کتب سے بھی استفادہ کیا ہے۔ جَزَاهُمُ اللّٰهُ عَنَّا اَحْسَنَ الْجَزَاءَ.

اللہ تعالیٰ ہماری اس حقیر کاوش کو شرفِ قبولیت سے نوازے، اور اِس کتاب کو اپنی بارگاہ میں قبول فرما کر ہمارے لیے، اور ہمارے والدین، اساتذہ ومشائخ کے لیے توشۂ آخرت بنائے، اور عامۃ المسلمین کو اِس سے زیادہ سے زیادہ استفادہ کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔

آمین بِجَاهِ النَّبِيِّ الْكَرِيْمِ وَصَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَعَلٰى آلِهٖ وَاَصْحَابِهٖ وَاَتْبَاعِهٖ اَجْمَعِيْنَ. بِرَحْمَتِكَ يَا اَرْحَمَ الرَّاحِمِيْنَ.

احقر العباد

ظہور احمد الحسینی غفرلہٗ

۲۷/ذیقعدہ ۱۴۳۵ھ مطابق ۲۲/ستمبر ۲۰۱۴ء

بروز سوموار، بمقام جیلنگھم کینٹ، برطانیہ

✦

تابعی کی فضیلت

✦

تابعی کی تعریف

✦

امام اعظمؒ کی تابعیت تابعی کی ہر تعریف سے ثابت ہے

✦

امام اعظمؒ کی تابعیت پر خود آپ کی اپنی اور دیگر محدثین کی تصریحات

✦

امام اعظمؒ کی تابعیت پر علمائے غیر مقلدین کی تصریحات

بِسْمِ اللّٰهِ وَالصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ عَلٰى رَسُوْلِ اللّٰه.

اَمَّابَعْدُ:

امام اعظم ابوحنیفہؒ کے شرفِ تابعیت کو دلائل سے سمجھنے کے لیے سب سے پہلے دو چیزوں سے آگاہی ضروری ہے۔ اوّل تابعی کی فضیلت کہ قرآن وحدیث میں تابعی کا کیا مقام ومرتبہ ہے؟ دوئم تابعی کی تعریف کہ محدثین کی اصطلاح میں تابعی کس خوش نصیب شخص کو کہا جاتا ہے؟ اس لیے یہاں سب سے پہلے قرآن وحدیث کی روشنی میں تابعی کی فضیلت بیان کی جاتی ہے، اور اس کے بعد ہم بحوالہ محدثین تابعی کی تعریف نقل کریں گے۔

تابعی کی فضیلت

انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسّلام کے بعد تمام انسانوں میں مقدس ترین لوگ آنحضرت محمد صلّی اللہ علیہ وسلّم کے تربیت یافتہ حضرات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم ہیں۔ اہلِ سنت والجماعت کا اس پر اتفاق ہے کہ صحابہؓ نہ صرف یہ کہ اس امت میں سب سے افضل ہیں، بلکہ یہ پاک نفوس سابقہ انبیاء علیہم السّلام کی اُمتوں پر بھی تقدم اور فضیلت رکھتے ہیں۔ صحابہؓ ہی وہ خوش نصیب جماعت ہے جس کو نبی پاک صلّی اللہ علیہ وسلّم سے براہِ راست دین سیکھنے اور قرآن وحدیث کے پہلے گواہ اور راوی ہونے کا شرف حاصل ہے۔

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے بعد جس طبقہ کا مقام ومرتبہ ہے وہ تابعین عظام ہیں۔ صحابہؓ نے نبی کریم صلّی اللہ علیہ وسلّم سے دین لے کر تابعین کو منتقل کیا، اور پھر تابعین سے یہ دین تمام امت تک پہنچا۔ اس طرح تابعین صحابہؓ کے بعد قرآن وحدیث کے سب سے بڑے گواہ اور راوی قرار پائے۔ قرآن وحدیث میں بھی صحابہؓ کے بعد تابعین ہی کی فضیلت کو اُجاگر کیا گیا ہے۔

جیسا کہ ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

وَالسّٰبِقُوْنَ الْاَوَّلُوْنَ مِنَ الْمُهٰجِرِيْنَ وَالْاَنْصَارِ وَالَّذِيْنَ اتَّبَعُوْهُمْ بِاِحْسَانٍ لا رَّضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمْ وَرَضُوْا عَنْهُ وَاَعَدَّ لَهُمْ جَنّٰتٍ تَجْرِيْ تَحْتَهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِيْنَ فِيْهَآ اَبَدًا ط ذٰلِكَ الْفَوْزُ الْعَظِيْمُ.[۱]

ترجمہ: اور جو مہاجرین اور انصار میں سبقت اور پہل کرنے والے ہیں، اور جو لوگ نیکی میں ان کی اتباع کرنے والے ہیں، اللہ تعالیٰ اُن سے راضی ہوا اور وہ اُس سے راضی ہوئے۔ اللہ نے ان کے لیے ایسے باغات تیار کر رکھے ہیں کہ جن کے نیچے نہریں بہہ رہی ہیں۔ ان میں وہ ہمیشہ رہیں گے اور یہ بہت بڑی کامیابی ہے۔

اس آیت شریفہ میں اللہ سبحانہٗ وتعالیٰ نے مہاجرین وانصار اور دیگر صحابہؓ کے بعد اپنے جن خوش بخت اور پسندیدہ بندوں کا ذکر کیا ہے، مفسرین کی تصریح کے مطابق اس کے اَوَّلِین مصداق تابعین عظام ہیں۔[۲]

مولانا صلاح الدین یوسف غیر مقلد اِس آیت کی تفسیر میں لکھتے ہیں:

اس میں تین گروہوں کا ذکر ہے۔ ایک مہاجرین کا، جنہوں نے دین کی خاطر، اللہ اور رسول صلّی اللہ علیہ وسلّم کے حکم پر، مکہ اور دیگر علاقوں سے ہجرت کی اور سب کچھ چھوڑ چھاڑ کر مدینہ آ گئے۔ دوسرے انصار جو مدینہ میں رہائش پذیر تھے۔ انہوں نے ہر موقع پر رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم کی مدد اور حفاظت فرمائی اور مدینہ آنے والے مہاجرین کی بھی خوب پذیرائی اور تواضع کی۔ اور سب کچھ ان کی خدمت میں پیش کر دیا...... تیسری قسم وہ ہے جو ان مہاجرین وانصار کے خلوص اور احسان کے ساتھ پیروکار ہیں۔ اس گروہ سے مراد بعض کے نزدیک اصطلاحی تابعین ہیں جنہوں نے نبی کریم صلّی اللہ علیہ وسلّم کو نہیں دیکھا لیکن صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی صحبت سے

۱۔ سورۃ التوبۃ (۱۰۰)

۲۔ مثلاً دیکھئے تفسیر القرطبی (۲۳۹/۸)، تفسیر البغوی (۳۸۲/۲)، روح المعانی (۱۳/۱۱)

مشرف ہوئے، اور بعض نے اسے عام رکھا ہے۔ یعنی قیامت تک جتنے بھی انصار و مہاجرین سے محبت رکھنے والے اور ان کے نقشِ قدم پر چلنے والے مسلمان ہیں وہ اس میں شامل ہیں۔ ان میں اصطلاحی تابعین بھی آجاتے ہیں۔[1]

نبی کریم صلّی اللہ علیہ وسلّم نے بھی اپنی کئی احادیث مبارکہ میں صحابہؓ کے بعد تابعین کی فضیلت کو بیان فرمایا ہے۔ مثلاً حضرت عبداللہ بن بسر رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم نے فرمایا:

طُوْبٰی لِمَنْ رَاٰنِیْ وَطُوْبٰی لِمَنْ رَاٰی مَنْ رَاٰنِیْ طُوْبٰی لَھُمْ وَحُسْنُ مَاٰبَ.

ترجمہ: اس شخص (یعنی صحابیؓ) کے لیے خوشخبری ہے کہ جس نے مجھے دیکھا اور اُس شخص کے لیے بھی خوشخبری ہے کہ جس نے اُس شخص کو دیکھا کہ جس نے مجھے دیکھا ہے (یعنی جس نے کسی صحابی کو دیکھا، اور اس کا مصداق تابعی ہے) ان سب کے لیے خوشخبری اور اچھا ٹھکانا ہے۔

امام نورالدین ہیثمیؒ (م ۸۰۷ھ) اس حدیث کو نقل کرنے کے بعد ارقام فرماتے ہیں:

رواه الطبرانی وفیه بقیة وقد صرّح بالسماع فزالت الدلسة وبقیة رجاله ثقات.[2]

اس حدیث کو امام طبرانیؒ نے روایت کیا ہے، اس کی سند میں ایک راوی "بقیہ" ہیں جنہوں نے اپنے استاذ سے سماع کی تصریح کر دی ہے، لہٰذا ان سے تدلیس کا شبہ زائل ہو گیا، جب کہ اس روایت کے باقی سارے راوی ثقہ ہیں۔

نامور حافظ الحدیث امام زین الدین عراقیؒ (م ۸۰۶ھ) نے اس حدیث کا مصداق

۱۔ احسن البیان (ص ۲۶۴) ۲۔ مجمع الزوائد (۱۰/۲۰)

صحابہؓ اور تابعینؒ کو قرار ہے۔[۱]

حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم نے ارشاد فرمایا:

اَکْرِمُوْا اَصْحَابِیْ فَاِنَّھُمْ خِیَارُکُمْ، ثُمَّ الَّذِیْنَ یَلُوْنَھُمْ، ثُمَّ الَّذِیْنَ یَلُوْنَھُمْ.[۲]

ترجمہ: میرے صحابہ کی تکریم کرو، کیونکہ وہ تمہارے برگزیدہ لوگ ہیں، پھر وہ لوگ جو اِن کے قریب ہیں، یعنی تابعین، پھر وہ لوگ جو اِن (تابعین) کے قریب ہیں یعنی تبع تابعین۔

شیخ ناصرالدین البانیؒ (م۱۴۲۰ھ) اس حدیث کے بارے میں لکھتے ہیں:

هو صحيح لا شک فيه.[۳]

یہ حدیث بلاشک وشبہ صحیح ہے۔

حضرت عمران بن حُصین رضی اللہ عنہ اور حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ آپ صلّی اللہ علیہ وسلّم نے فرمایا:

خَیْرُ اُمَّتِیْ قَرْنِیْ ثُمَّ الَّذِیْنَ یَلُوْنَھُمْ ثُمَّ الَّذِیْنَ یَلُوْنَھُمْ.[۴]

ترجمہ: میری امت کے بہترین لوگ میرے زمانے کے لوگ (یعنی صحابہؓ) ہیں، پھر وہ لوگ جو اُن سے متّصل ہیں (یعنی تابعین) اور پھر وہ لوگ جو اُن سے متّصل ہیں (یعنی تبع تابعین)۔

امام شہاب الدین یاقوت بن عبداللہ الحمویؒ (م ۶۲۶ھ) اس حدیث کی شرح میں

۱۔ فتح المغیث (ص ۳۶۶) للعراقیؒ

۲۔ السنن الکبریٰ (رقم الحدیث ۹۱۷۸، ۹۱۷۹) للنسائیؒ، التاریخ الکبیر (۳/۵۳۳، ۵۳۴) لابن ابی خیثمہؒ، مصابیح السنۃ (رقم الحدیث: ۲۶۲۰) للبغویؒ

۳۔ تحقیق مشکاۃ المصابیح (۳/۱۶۹۵)

۴۔ صحیح البخاری، رقم الحدیث (۲۶۵۱، ۲۶۵۲)، صحیح مسلم، رقم الحدیث (۳۵۶۰-۳۵۶۹)

رقمطراز ہیں:

قوله عليه الصلاة والسلام خير القرون قرني يعني اصحابي، ثم الذين يلونهم ثم الذين يلونهم يعني التابعين وتابعي التابعين.[1]

نبی صلّی اللہ علیہ وسلّم کے فرمان خَیْرُ الْقُرُوْنِ قَرْنِیْ سے مراد صحابہ کرام، ثُمَّ الَّذِیْنَ یَلُوْنَهُمْ سے مراد تابعین اور ثُمَّ الَّذِیْنَ یَلُوْنَهُمْ سے مراد تبع تابعین ہیں۔

محدث کبیر امام حاکم نیشا پوریؒ (م ۴۰۵ھ) نے بھی مذکورہ حدیث اور اس سے قبل ذکر کردہ آیت سے تابعین کی فضیلت پر استدلال کیا ہے، اور آخر میں لکھا ہے:

فخير الناس قرنا بعد الصحابة من شافه اصحاب رسول الله صلّى الله عليه وسلّم وحفظ عنهم الدين والسنن وهم قد شهدوا الوحى والتنزيل.[2]

پس صحابہؓ کے بعد زمانے کے لحاظ سے سب سے بہترین لوگ وہ ہیں جنہوں نے اصحابِ رسول صلّی اللہ علیہ وسلّم کی زیارت کی، اور اُن سے دین اور سنت کو لے کر محفوظ کیا، اور یہی وہ لوگ ہیں جو کہ (صحابہؓ کے بعد) وحی اور تنزیلِ قرآن کے گواہ ہیں۔

علامہ وحید الزمان غیر مقلد (م ۱۳۳۸ھ) لکھتے ہیں:

صحابہ کرامؓ انبیاء کرام (علیہم الصلوٰۃ والسلام) کے بعد خیر خلائق ہیں، اور سلسلہ وار اولیاء واصفیاء ہیں، ان کے بعد تابعین ہیں۔[3]

۱۔ معجم البلدان (۷/۳۸)

۲۔ معرفۃ علوم الحدیث (ص ۸۷)

۳۔ ہدیۃ المہدی مترجم (ص ۱۸۷)

تابعی کی تعریف

جمہور محدثین کے نزدیک تابعی وہ خوش نصیب شخص ہے جس نے بحالتِ ایمان کسی صحابیِ رسول صلّی اللہ علیہ وسلّم کی زیارت کی ہو۔ صحیح اور راجح مذہب میں تابعی ہونے کے لیے اس کا کسی صحابیؓ سے روایت کرنا، یا اس کی صحبت اختیار کرنا وغیرہ شرط نہیں ہے۔ چنانچہ حافظ ابن حجر عسقلانیؒ (م۸۵۲ھ) لکھتے ہیں:

وهو من لَقِيَ الصَّحَابِي.[1]

تابعی وہ شخص ہے کہ جس نے کسی صحابیؓ سے ملاقات کی ہو۔

نیز حافظ موصوف لکھتے ہیں:

وهذا هوالمختار، خلافًا لمن اشترط في التابعي طول الملازمة، او صحة السماع، او التمييز.[2]

تابعی کی یہی تعریف مختار (پسندیدہ) ہے۔ یہ قول مخالف ہے ان لوگوں کے جو تابعی کے لیے کسی صحابی کے ساتھ طویل عرصہ گزارنا، یا اس کا صحابیؓ سے سماعِ حدیث ثابت ہونا، یا اس کا سنِ تمیز (کہ جب آدمی اچھے اور برے میں فرق کر سکے) میں صحابی سے ملاقات کی شرط لگاتے ہیں۔

حافظ جلال الدین سیوطیؒ (م۹۱۱ھ) تابعی کی تعریف میں رقمطراز ہیں:

وهو من لقيه، وان لم يصحبه كما قيل في الصحابي وعليه الحاكم، قال ابن الصلاح وهو اقرب، قال المصنف: وهو الاظهر، قال العراقي: وعليه عمل الاكثرين مِن اهل

۱۔ نزہۃ النظر شرح نخبۃ الفکر (ص۱۰۲)

۲۔ ایضاً

الحدیث.[۱]

تابعی وہ ہے جس نے کسی صحابیؓ سے ملاقات کی ہو، اگرچہ اس کی صُحبت اختیار نہ کی ہو۔ جیسا کہ صحابی کی تعریف کی گئی ہے (کہ صحابی وہ شخص ہے جس نے رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم کی زیارت کی ہو، اگرچہ اس کو آپ کی صُحبت نہ ملی ہو)۔ امام حاکمؒ بھی اسی تعریف کے قائل ہیں۔[۲] امام ابن الصلاحؒ فرماتے ہیں کہ یہی تعریف اَقْرَبُ (حق کے زیادہ قریب) ہے۔[۳] اور مصنف (امام نوویؒ) فرماتے ہیں کہ یہی تعریف اَظْهَرُ (زیادہ ظاہر اور واضح) ہے۔ امام عراقیؒ فرماتے ہیں کہ اکثر اہلِ حدیث (محدثین) کا اسی پر عمل ہے۔[۴]

نیز حافظ رضی الدین ابراہیم بن محمد الطبری المکیؒ (م ۷۲۲ھ)، حافظ برہان الدین الجعبریؒ (م ۷۳۲ھ)، حافظ بدر الدین ابن جماعۃ (م ۷۳۳ھ)، حافظ برہان الدین ابناسیؒ (م ۸۰۲ھ)، حافظ شمس الدین سخاویؒ (م ۹۰۲ھ)، حافظ ابن الحنبلیؒ (م ۹۷۱ھ)، علامہ ملا علی قاریؒ (م ۱۰۱۴ھ)، علامہ امیر یمانی صنعانیؒ (م ۱۱۸۲ھ)، علامہ سلیمان بن یحییٰ الاھدلؒ (م ۱۱۹۷ھ) اور دکتور محمود طحان وغیرہ نے بھی اسی قول کو مختار، اظہر، راجح اور اکثر محدثین کا مذہب قرار دیا ہے۔[۵]

۱۔ تدریب الراوی (۲/۲۰۶)

۲۔ معرفۃ علوم الحدیث (ص ۸۸)

۳۔ مقدمۃ ابن الصلاح مع شرحہ التقیید والایضاح (ص ۳۱۷)

۴۔ فتح المغیث شرح الفیۃ الحدیث (ص ۳۶۵) للعراقیؒ

۵۔ دیکھیے: المنتخب فی علم الحدیث (ص ۹۳)، رسوم التحدیث فی علوم الحدیث (ص ۱۴۹)، المنہل الروی فی مختصر علوم الحدیث النبوی (ص ۱۱۴)، الشذ الفیاح من علوم ابن الصلاح (۲/۵۲۰)، فتح المغیث شرح الفیۃ الحدیث (۳/۱۲۳) للسخاویؒ، قفوۃ الاثر (ص ۹۱)، شرح شرح نخبۃ الفکر (ص ۵۹۶)، توضیح الافکار (۳/۳۷۷)، المنہل الروی (ص ۴۲)، تیسیر مصطلح الحدیث (ص ۲۰۱)

محدثِ کبیر حافظ زین الدین عراقیؒ (م۸۰۶ھ) نے تابعیت کی بحث میں لکھا ہے:

وقد أشار النبی صلّی اللّٰه علیه وسلّم الی الصحابة والتابعین بقولہٖ: طُوبٰی لِمَنْ رآنی وآمن بی، وطُوبٰی لمن رأی من رآنی. الحدیث، فاکتفی فیهما بمجرد الرؤیا.[۱]

نبی صلّی اللہ علیہ وسلّم نے صحابہؓ اور تابعینؒ (کی فضیلت) کی طرف اشارہ کرتے ہوئے جو یہ فرمایا ہے کہ: اُس شخص کے لیے خوشخبری ہے جس نے مجھے دیکھا اور مجھ پر ایمان لایا، اور اُس شخص کے لیے بھی خوشخبری ہے کہ جس نے اُس شخص کو دیکھا کہ جس نے مجھے دیکھا ہے، آپ کی اس حدیث کی رُو سے صحابی اور تابعی کے لیے صرف (صحابی کے لیے آپ صلّی اللہ علیہ وسلّم کو، اور تابعی کے لیے صحابیؓ کو) دیکھنا کافی ہے۔

عصرِ حاضر کے اکابر غیر مقلدین کے نزدیک بھی تابعی کی یہی تعریف راجح ہے، اور ان کے ہاں بھی تابعی کے لیے صحابی کی صحبت اختیار کرنا یا اس سے حدیث روایت کرنا شرط نہیں ہے۔ مثلاً بزرگ غیر مقلد عالم مولانا سلطان محمود صاحبؒ (م۱۴۱۶ھ) سابق شیخ الحدیث دار الحدیث محمدیہ جلال پور لکھتے ہیں:

تابعی وہ شخص ہے جس نے بحالتِ اسلام کسی صحابی سے ملاقات کی ہو، اور صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین کا مُتَّبِعْ بِالْاِحْسَان ہو، اور اسلام پر ہی وفات پائے۔[۲]

مولانا امیر علی ملیح آبادیؒ (م۱۳۳۷ھ) نے بھی تابعی کی اسی تعریف کو راجح قرار دیا ہے، اور انہوں نے یہ بھی تصریح کی ہے کہ:

جو یہ کہا گیا ہے کہ تابعی ہونے کے لیے روایت یا سماعت شرط ہے تو یہ قول مرجوح و غیر مختار ہے۔[۳]

۱۔ فتح المغیث (ص۳۶۶) للعراقیؒ ۲۔ اصطلاحات المحدثین (ص۸)

۳۔ مقدمہ فتاویٰ عالمگیری مترجم (۳۹/۱)

امام اعظمؒ کی تابعیت تابعی کی ہر تعریف سے ثابت ہے

آپ نے تفصیل سے تابعی کی تعریف ملاحظہ کرلی ہے، اور اس سلسلے میں محدثین کے دو مؤقف آپ کے سامنے آچکے ہیں۔ ایک جمہور محدثین کا مؤقف ہے جس کے مطابق تابعی کے لیے صرف ایک ہی شرط ہے کہ اس نے کسی صحابیؓ سے ملاقات کی ہو، اور یہی مؤقف راجح اور مُختار ہے، جبکہ اس کے برعکس دوسرا مؤقف بعض محدثین کا ہے جو کہ مرجوح اور شاذ ہے، اس مؤقف کی رُو سے تابعی کے لیے مذکورہ شرط کے علاوہ یہ بھی ضروری ہے کہ:

- اس نے کسی صحابیؓ کی صُحبت بھی اختیار کی ہو، یا
- اس نے صحابیؓ سے سنِ تمیز میں ملاقات کی ہو، یا
- اس کا صحابیؓ سے سماعِ حدیث بھی ثابت ہو۔

اب جمہور محدثین کے مؤقف، جو کہ راجح اور مختار ہے، کے اعتبار سے تو امام اعظمؒ کا تابعی ہونا ہر قسم کے شک وشبہ سے بالا ہے، اس لیے کہ آپ نے ایک صحابی نہیں بلکہ کئی صحابہؓ سے ملاقات کی ہے، اور اس پر اس قدر ٹھوس دلائل ہیں جن کا انکار کرنا ممکن نہیں۔ لیکن اگر ہم بالفرض جمہور محدثین کے مؤقف کے بجائے بعض محدثین کے مرجوح اور شاذ قول کو اختیار کرلیں، اور انہوں نے تابعی کے لیے صحابیؓ سے ملاقات کے علاوہ جو تین زائد شرائط میں سے کسی ایک شرط کا ہونا ضروری قرار دیا ہے، اس کو بھی معتبر مان لیں تو پھر بھی امام اعظمؒ کی تابعیت پر کوئی فرق نہیں پڑتا، کیونکہ آپ ان مذکورہ تین شرائط کے اعتبار سے بھی تابعی ہیں۔ اس کی تفصیل ان شاء اللہ ہم آگے جاکر بیان کریں گے، اور دلائل کے ساتھ یہ ثابت کریں گے کہ آپ محدثین کی مقرر کردہ ہر ایک شرط پر پورا اترتے ہیں۔ فی الحال ہم یہاں آپ کی تابعیت سے متعلق خود آپ کی اپنی تصریح اور دیگر محدثین وعلمائے غیر مقلدین کی تصریحات قارئین کے گوش گزار کرتے ہیں۔

امام اعظمؒ کی تابعیت پر خود آپ کی اپنی تصریح

امام اعظمؒ کے تابعی ہونے کی سب سے بڑی دلیل یہ ہے کہ آپ نے اپنے تابعی ہونے کی خود تصریح فرمائی ہے۔ چنانچہ امام حسین بن علی صیمریؒ (م ۴۳۶ھ)، امام خطیب بغدادیؒ (م ۴۶۳ھ) اور امام ابن عبدالبر مالکیؒ (م ۴۶۳ھ) وغیرہ محدثین نے بہ سند متصل خود آپ کا اپنا بیان نقل کیا ہے، جس میں آپ نے اِستخراجِ مسائل سے متعلق اپنا نقطۂ نظر بیان کرتے ہوئے فرمایا:

آخذ بكتاب اللّٰه، فما لم اجد فبسنة رسول اللّٰه صلّى اللّٰه عليه وسلّم، فان لم اجد فى كتاب اللّٰه ولا سنة رسول اللّٰه صلّى اللّٰه عليه وسلّم اخذت بقول اصحابه، آخذ بقول من شئتُ منهم وادع من شئت منهم، ولا اخرج مِن قولهم اِلٰى قول غيرهم. فاذا انتهى الامر، او جاء اِلٰى ابراهيم، والشعبى، وابن سيرين، والحسن، وعطاء، وسعيد بن المسيّب وعدّد رجالًا، فقوم اجتهدوا فاجتهد كما اجتهدوا.[۱]

میں (کسی بھی شرعی مسئلہ کا حل) کتاب اللہ (قرآن مجید) سے لیتا ہوں، اگر اس کا حل قرآن مجید میں نہیں پاتا تو پھر سنتِ رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم سے لیتا ہوں، اور اگر مجھے اس مسئلہ کا حل کتاب اللہ اور سنتِ رسول صلّی اللہ علیہ وسلّم دونوں میں سے نہیں ملتا تو پھر میں رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم کے صحابہ رضی اللہ عنہم کے آثار کو لیتا ہوں اور ان میں سے جس کا قول (مجھے راجح معلوم ہوتا ہے) اس کو لے لیتا ہوں، اور ان میں سے جس کا قول

۱۔ اخبار ابی حنیفۃ واصحابہ (ص ۲۴)، تاریخ بغداد (۱۳/ ۳۶۵)، الانتقاء (ص ۱۴۳-۱۴۵)

(مرجوح معلوم ہو) اس کو چھوڑ دیتا ہوں۔ لیکن صحابہؓ کے آثار کی موجودگی میں کسی غیر صحابی کے قول کو نہیں لیتا۔ اور جب معاملہ ابراہیم نخعیؒ، شعبیؒ، ابن سیرینؒ، حسن بصریؒ، عطاء بن ابی رباحؒ، سعید بن مسیبؒ اور ان جیسے دیگر تابعین تک پہنچ جائے (تو چونکہ وہ بھی میری طرح مجتہدین تھے، لہٰذا) جیسے انہوں نے اجتہاد کیا، میں بھی اجتہاد کرتا ہوں۔

اور ایک روایت میں ہے کہ آپ نے فرمایا:

فاذا جاء عن التابعین زاحمتھم.[1]

جب کوئی مسئلہ تابعین سے آتا ہے تو میں اُن کا مقابلہ کرتا ہوں۔

اس بیان میں امام عالی شان نے صاف تصریح فرما دی ہے کہ آپ علم واجتہاد میں ان نامور تابعین مجتہدین کے ہم پایہ ہیں، اور یہ اس بات کی دلیل ہے کہ آپ مجتہد بھی ہیں اور تابعی بھی ہیں، کیونکہ تابعین مجتہدین کی مزاحمت وہی کر سکتا ہے کہ جو خود ان ہی کی طرح اجتہاد اور مقامِ تابعیت پر فائز ہو۔

جلیل المرتبت محدث وفقیہ امام حافظ الدین محمد کردریؒ (م ۸۲۷ھ) نے بھی امام اعظمؒ کے مذکورہ بالا بیان سے یہی استدلال کیا ہے۔[2]

۱۔ اخبار ابی حنیفۃ واصحابہ (ص ۲۴)، فضائل ابی حنیفۃ واخبارہٗ ومناقبہٗ (ص ۲۱۴)

۲۔ مناقب ابی حنیفۃ (ص ۲۵، ۲۶، ۳۵) للکردریؒ

امام اعظمؒ کی تابعیت پر دیگر محدثین کی تصریحات

امام اعظم ابوحنیفہؒ کی اپنی تصریح کے علاوہ محدثین کی ایک بڑی تعداد نے بھی کھلے لفظوں میں آپ کے تابعی ہونے کی تصریح کی ہے، اور یہ وہ محدثین ہیں کہ جو اپنی علمیّت، ثقاہت اور ورع وتقویٰ میں شہرۂ آفاق ہیں۔ ان اَجلّہ محدثین میں سے بعض کی تصریحات حسبِ ذیل ہیں۔

امام مجد الدین ابوالسعادات مبارک ابن الاثیر الجزریؒ (م ۶۰۶ ھ)، جو کہ ''جامع الاصول'' اور ''غریب الحدیث'' وغیرہ جیسی کتبِ نافعہ کے مصنف اور بتصریح ذہبیؒ: الرئیس، العلامۃ، البارع الاوحد اور البلیغ تھے،[۱] نے امام ابوحنیفہؒ کے ترجمہ میں تصریح کی ہے کہ:

و ابو حنیفة تابعی بلاخلاف.[۲]

امام ابوحنیفہؒ کے تابعی ہونے میں کوئی اختلاف نہیں ہے۔

امام ابواحمد محمد بن احمد الحاکم الکبیرؒ (م ۳۷۸ ھ) جو کہ محدثِ خراساں، الامام، الحافظ اور الجہبذ تھے،[۳] نے امام صاحبؒ کے ترجمہ میں لکھا ہے:

نشأ بالکوفة ومَاتَ ببغداد ویعد فی التابعین.[۴]

آپ نے کوفہ میں پرورش پائی اور بغداد میں فوت ہوئے، اور آپ کا شمار تابعین میں ہوتا ہے۔

امام محمد بن اسحاق المعروف بہ ''ابن الندیم'' (م ۳۸۵ ھ) جو کہ قدیم مؤرخ ہیں، امام ابن الساعیؒ (م ۶۷۴ ھ) اور امام یاقوت الحمویؒ (م ۶۲۶ ھ) نے ان کی وسعتِ علمی کی

۱۔ سیَر اعلام النبلاء (۲۱/۴۸۸)

۲۔ المختار من مناقب الاخیار (۳/۲۲۹)

۳۔ تذکرۃ الحفاظ (۳/۱۲۳) للذہبیؒ

۴۔ کتاب الاسامی والکنی (۴/۱۷۵)

بہت تعریف کی ہے۔[1]

نامور غیر مقلد لکھاری مولانا محمد اسحاق بھٹی نے بھی ان کو وسیع النظر اور بے انتہا معلومات کا حامل قرار دیا ہے۔[2]

موصوف امام اعظمؒ کے ترجمہ میں ارقام فرماتے ہیں:

وکان من التابعین ولقی عدۃ من الصحابۃ.[3]

امام ابوحنیفہؒ تابعین میں سے ہیں، اور آپ نے کئی صحابہؓ سے ملاقات کی ہے۔

امام یوسف بن عبداللہ المعروف بہ "ابن عبدالبرؒ" (م ۴۶۳ھ) جن کو حافظ ذہبیؒ: شیخ الاسلام اور حافظ المغرب وغیرہ عظیم القاب سے یاد کرتے ہیں،[4] انہوں نے بھی امام اعظمؒ کو تابعین کے زمرے میں شمار کیا ہے۔[5]

امام یحییٰ بن ابراہیم سلماسیؒ (م ۵۵۰ھ) جو امام ابن عساکرؒ اور امام ابن الجوزیؒ وغیرہ جیسے نامور محدثین کے استاذ ہیں، امام ابن الجوزیؒ (م ۵۹۷ھ) نے ان کے ترجمہ میں تصریح کی ہے کہ ان کو عوام وخواص میں قبولِ تام حاصل تھا۔[6] موصوف نے امام صاحبؒ کے مناقب میں لکھا ہے:

فابو حنیفۃ ادرک الصحابۃ رضی اللہ عنھم فھو مِن التابعین.[7]

امام ابوحنیفہؒ نے صحابہ رضی اللہ عنہم کو پایا ہے، اور آپ تابعین میں سے ہیں۔

۱۔ الدر الثمین فی اسماء المصنفین (ص ۱۹۳)، معجم الادباء (۵/۲۲۷)

۲۔ الفہرست مترجم (ص ۵)

۳۔ کتاب الفہرست (ص ۲۵۵)

۴۔ تذکرۃ الحفاظ (۳/۲۱۷)

۵۔ کتاب الاستغناء فی معرفۃ المشھورین من حملۃ العلم بالکنی (۱/۵۷۳)

۶۔ المنتظم (۱۸/۱۰۵)

۷۔ منازل الائمۃ الاربعۃ (ص ۱۴۹)

امام شمس الدین محمد بن احمد ذہبیؒ (م ۷۴۸ھ) جو علومِ حدیث کی ایک عبقری شخصیت ہیں۔ حافظ سیوطیؒ نے ان کے ترجمے کا آغاز ان دلنشین القاب سے کیا ہے:

الامام الحافظ، مُحَدِّثُ العصر، خَاتِمَةُ الْحُفَّاظ، مُؤَرِّخُ الْإِسْلَام، فَرْدُ الدَّهر، اَلْقَاهِمُ بَاَعْبَاءِ هٰذِهِ الصَّنَاعَةِ. [۱]

موصوف نے امام اعظمؒ اور آپ کے تلامذہ امام ابو یوسفؒ اور امام محمدؒ کے مناقب میں ایک شاندار کتاب تألیف کی ہے، اس میں وہ امام صاحبؒ کا سنِ ولادت ذکر کرنے کے بعد لکھتے ہیں:

وذلک فی حیاة جماعة من الصحابة رضی الله عنهم، وکان من التابعین لهم ان شاء الله باحسان. [۲]

امام ابو حنیفہ کی ولادت کے وقت صحابہ رضی اللہ عنہم کی ایک جماعت باحیات تھی، اور آپ ان شاء اللہ [۳] نیکی میں ان کے تابعین میں سے ہیں۔

نیز ذہبیؒ نے آپ کے ترجمہ میں تصریح کی ہے کہ:

۱۔ طبقات الحفاظ (ص ۵۲۱)

۲۔ مناقب الامام ابی حنیفۃ وصاحبیہ (ص ۱۰)

۳۔ حافظ ذہبیؒ نے یہاں اِنْ شَاءَ اللّٰہ کا لفظ بطورِ تاکید استعمال کیا ہے، جیسا کہ خود موصوف نے حافظ عبد الغنی بن سعید الازدیؒ (م ۴۰۹ھ) کے ترجمہ میں لکھا ہے: اِنْ شَاءَ اللّٰہ علی معنی التاکید. (سیَر اعلام النبلاء: ۱۷/ ۲۶۹) یعنی یہاں اِنْ شَاءَ اللّٰہ تاکید کے معنی پر محمول ہے۔ بنابریں حافظ ذہبیؒ نے اپنے مذکورہ بالا بیان میں بھی امام صاحبؒ کی تابعیت کو بیان کرتے ہوئے جو اِنْ شَاءَ اللّٰہ کا لفظ استعمال کیا ہے، اس کا مطلب بھی یہی ہے کہ آپ ضرور تابعین میں سے ہیں۔ لہٰذا ایک جاہل اور متعصب غیر مقلد محمد رئیس ندوی کا اس لفظ اِنْ شَاءَ اللّٰہ کی وجہ سے حافظ ذہبیؒ کے اس قول کو شک پر محمول کرنا (اللمحات: ۲/ ۲۴۰، ۲۴۱) جہاں عقل وفہم سے کوسوں دور ہے، وہاں یہ خود ذہبیؒ کی اس تصریح کے بھی خلاف ہے۔ اللہ تعالیٰ ان غیر مقلدین کو صحیح سمجھ نصیب فرمائے۔ آمین۔

الامام یُعدُّ فِی التّابعین.[1]

آپ وہ امام ہیں کہ جن کا شمار تابعین میں ہوتا ہے۔

امام زین الدین عبدالرحیم عراقیؒ (م۸۰۶ھ) جو حافظ ابن حجرؒ وغیرہ محدثین کے استاذ اور بقول سیوطیؒ: الامام الکبیر اور حافظ العصر تھے،[2] انہوں نے مشہور راویٔ حدیث عمرو بن شعیب (م۱۱۸ھ) کے بارے میں لکھا ہے:

انہ قد روی عنہ جماعۃ کثیرون مِنَ التابعین (ان سے تابعین کی ایک بڑی جماعت نے حدیث روایت کی ہے)۔

اور پھر حافظ موصوف نے ان تابعین کے جو اسماء گنوائے ہیں اُن میں انہوں نے امام اعظم ابوحنیفہؒ کا اسم شریف بھی گنوایا ہے۔[3]

امام برہان الدین ابراہیم بن موسیٰ ابناسیؒ (م۸۰۲ھ) بھی حافظ ابن حجرؒ وغیرہ نامور محدثین کے استاذ اور جلیل المرتبت محدث ہیں۔[4] انہوں نے بھی امام ابوحنیفہؒ کو عمروؒ بن شعیبؒ سے روایت کرنے والے تابعین کی فہرست میں ذکر کیا ہے۔[5]

امام شمس الدین محمد بن ابوبکر دمشقی المعروف بہ ''ابن ناصر الدین'' (م۸۴۲ھ) جو کہ نامور حافظ الحدیث اور مُتبَحّرُ مُحدِّث ہیں،[6] بھی امام اعظمؒ کو تابعی قرار دیتے ہیں۔ چنانچہ موصوف امام اعظمؒ کے تلمیذِ رشید امام قاضی ابو یوسفؒ (م۱۸۲ھ) کے ترجمہ میں لکھتے

۱۔ اَلمُقتَنی فِی سَرَدِ الکنیٰ (۱/۲۲۶) ۲۔ طبقات الحفاظ (ص۵۴۳)

۳۔ التقیید والایضاح شرح مقدمۃ ابن الصلاح (ص۱۳۲)، نیز دیکھئے: فتح المغیث (ص۳۷۳) للعراقیؒ

۴۔ دیکھئے: ذیل الدرر الکامنۃ فی اعیان المائۃ الثامنۃ (ص۴۳، ۴۴) لابن حجرؒ، الضوء اللامع فی اعیان القرن التاسع (۱/۱۷۳) للسخاویؒ

۵۔ الشذ الفیاح من علوم ابن الصلاح (۲/۵۴۰)

۶۔ ان کے حالات کے لیے دیکھئے: طبقات الحفاظ (ص۵۵۰)، اَلقَبَسُ الحَاوِی لِغُرَرِ ضَوءِ السَّخاوی (۲/۲۴۹-۲۵۲)، الدارس فی تاریخ المدارس (۱/۳۲-۳۳)

ہیں:

وکتب العلم عَنْ طائفة مِن التابعین.

امام ابو یوسفؒ نے تابعین کی ایک جماعت سے علم لکھا ہے۔

اور پھر موصوف نے امام ابو یوسفؒ کے ان تابعین اساتذہ میں سب سے پہلے امام اعظم ابوحنیفہؒ کا تذکرہ کیا ہے۔[1] یہ اس بات کی واضح دلیل ہے کہ امام ابن ناصر الدینؒ کے نزدیک امام ابو یوسفؒ کے تابعین اساتذہ میں امام اعظم سرِ فہرست ہیں۔

امام احمد بن علی عسقلانیؒ المعروف بہ ''ابن حجرؒ'' (م۸۵۲ھ) کے محدثانہ مقام سے کون ناواقف ہوگا؟ حافظ سیوطیؒ نے ان کو: شیخ الاسلام، امام الحفاظ فی زمانہ، حافظ الدیار المصریہ اور حافظ الدنیا کے القاب سے خراجِ تحسین پیش کیا ہے۔[2] موصوف اپنے ایک فتوٰی میں امام اعظمؒ کے بارے میں رقمطراز ہیں:

انه ادرک جماعة من الصحابة کانوا بالکوفة بعد مولده بها سنة ثمانین فهو من طبقة التابعین.[3]

امام ابوحنیفہؒ نے صحابہؓ کی ایک جماعت سے ملاقات کی ہے جو کہ آپ کے سنِ ولادت ۸۰ھ کے بعد کوفہ میں سکونت پذیر تھے، اس لیے آپ تابعین کے طبقہ میں سے ہیں۔

امام ابن حجرؒ کے شاگردِ رشید امام شمس الدین محمد بن عبدالرحمان سخاویؒ (م۹۰۲ھ) جن کی بابت امام نجم الدین غزیؒ (م۱۰۶۱ھ) نے ''الشیخ، الامام، العلّامة، المسند اور الحافظ المتقن'' وغیرہ القاب استعمال کیے ہیں،[4] انہوں نے امام صاحبؒ کے بارے میں لکھا ہے کہ:

۱۔ التبیان لبدیعة البیان (۱/۴۴۹)

۲۔ طبقات الحفاظ (ص۵۵۴)

۳۔ الخیرات الحسان (ص۴۸)

۴۔ الکواکب السائرة باعیان المائة العاشرة (۱/۵۳)

احد من عُدفی التابعین.[۱]

آپ ان لوگوں میں سے ایک ہیں جو تابعین میں شمار ہوتے ہیں۔

شارح بخاری امام احمد بن محمد قسطلانیؒ (م۹۲۳ھ) جو امام سخاویؒ کے شاگرد اور امام غزیؒ کی تصریح کے مطابق: الشیخ الامام العلامة، الحجة الرحلة الفهامة، الفقيه النبيه، المقرى المجيد، المسند المحدث تھے۔[۲] یہ عظیم الالقاب محدث بھی امام اعظمؒ کو تابعین کے زمرے میں شمار کرتے ہیں، چنانچہ وہ اپنی شرح بخاری میں ایک مسئلہ کے ذیل میں رقمطراز ہیں:

> **هذا مذهب من الصحابة كابن عباس وعلى ومعاوية وانس بن مالك وخالد وابى هريرة وعائشة وام هانى ومن التابعين الحسن البصرى وابن سيرين والشعبى وابن المسيب وعطاء وابو حنيفة...**[۳]
>
> یہ جمہور کا مذہب ہے۔ چنانچہ صحابہ میں سے حضرت ابن عباس، حضرت علی، حضرت معاویہ، حضرت انس بن مالک، حضرت خالد بن ولید، حضرت ابو ہریرہ، حضرت عائشہ، اور حضرت ام ہانی رضی اللہ عنہم اور تابعین میں سے امام حسن بصری، امام محمد بن سیرین، امام شعبی، امام سعید بن مُسیَّب، امام عطاء بن ابی رباح اور امام ابوحنیفہ رحمہم اللہ اسی کے قائل ہیں۔

اس بیان میں امام قسطلانیؒ نے امام ابوحنیفہؒ کے تابعین میں سے ہونے کی کھلم کھلا تصریح کردی ہے۔

امام جلال الدین عبدالرحمان بن ابوبکر سیوطیؒ (م۹۱۱ھ) مشہور صاحب التصانیف محدث ہیں، امام غزیؒ (م۱۰۶۱ھ) نے ان کے ترجمے کا آغاز: الشیخ، الامام، المحقق، المسند

۱۔ فتح المغیث شرح الفیۃ الحدیث (۳/۲۵۷) للسخاویؒ

۲۔ الکواکب السائرۃ (۱/۱۲۸)

۳۔ ارشاد الساری شرح صحیح البخاری (۱/۳۹۰)

الحافظ اور شیخ الاسلام کے القاب سے کیا ہے۔[۱] امام موصوف بھی امام ابوحنیفہؒ کو تابعین میں سے قرار دیتے ہیں، چنانچہ انہوں نے اپنی ''تاریخِ مصر'' میں جب وہاں کے تابعین کا ذکر کیا تو ان کو تین طبقات میں تقسیم کیا، اور ان میں سے تیسرے طبقے کا تعارف کراتے ہوئے انہوں نے اس کا عنوان یوں قائم کیا ہے:

طبقةُ الاعمش و ابی حنیفة. (امام اعمشؒ اور امام ابوحنیفہؒ کا طبقہ)[۲]

گویا امام سیوطیؒ کے نزدیک امام ابوحنیفہؒ اور آپ کے استاذ الحدیث امام اعمشؒ کا تابعین میں سے ہونا اس قدر یقینی اور واضح ہے کہ ان کے معاصرین تابعین کا تعارف کراتے ہوئے ان کے طبقے کو ان دو عظیم ہستیوں کے نام سے معنون کرنا ہی مناسب ہے۔

نیز سیوطیؒ نے بحوالہ حافظ عراقیؒ، امام اعظمؒ کو عمرو بن شعیبؒ سے روایت کرنے والے تابعین کی فہرست میں ذکر کیا ہے۔[۳]

امام محمد بن یوسف صالحی شافعیؒ (م۹۴۲ھ) وسیع العلم محدث، مؤرخ الشام اور ''سیرۃ الشامیۃ'' وغیرہ جیسی عظیم کتب کے مصنف ہیں، امام عبدالوہاب شعرانیؒ (م۹۷۳ھ) نے ان کی بڑی تعریف کی ہے۔[۴] موصوف ارقام فرماتے ہیں:

اعلم رحمک اللّٰہ ان الامام ابا حنیفة رضی اللّٰہ عنه مِن اعیان التابعین.[۵]

جان لے! اللہ تجھ پر رحم کرے، بے شک امام ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ جلیل القدر تابعین میں سے ہیں۔

شارح مشکوٰۃ امام احمد بن محمد المعروف بہ ''ابن حجر مکیؒ'' (م۹۷۳ھ) جو بتصریح امام

۱۔ الکواکب السائرۃ (۱/۲۲۷)، نیز دیکھئے: القبس الحاوی لغرر ضوء السخاوی (۱/۳۳۰-۳۳۳)

۲۔ حسن المحاضرۃ فی اخبار مصر والقاہرۃ (۱/۲۳۰)

۳۔ تدریب الراوی (۲/۱۱۶)

۴۔ دیکھئے شذرات الذہب (۸/۲۵۰)

۵۔ عقود الجمان (ص۴۹)

غزیؒ: العلامہ اور شیخ الاسلام تھے[1] نے اپنی ''شرح مشکوٰۃ'' میں امام صاحبؒ کا تعارف کراتے ہوئے لکھا ہے:

وهو الامام الاعظم، فقيه اهل العراق، ومِنْ اكابر التابعين.[2]

آپ امام اعظمؒ، اہل عراق کے فقیہ اور اکابر تابعین میں سے ہیں۔

نیز امام صالحیؒ اور امام مکیؒ امام صاحبؒ کے مناقب میں لکھتے ہیں:

فابو حنيفة رضى الله عنه مِنْ اعيان التابعين وداخل فى قوله تعالىٰ: وَالَّذِيْنَ اتَّبَعُوْهُمْ بِاِحْسَانٍ لا رَّضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمْ وَرَضُوْا عَنْهُ وَاَعَدَّ لَهُمْ جَنّٰتٍ تَجْرِىْ تَحْتَهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِيْنَ فِيْهَآ اَبَدًا ط ذٰلِكَ الْفَوْزُ الْعَظِيْمُ. (سورة التوبة: ١٠٠)[3]

امام ابوحنیفہ فضلائے تابعین میں سے ہیں، اور اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد میں داخل ہیں: اور جن لوگوں نے ان (صحابہؓ) کی تابعداری کی نیکی میں، اللہ اُن سے راضی ہوا اور وہ اس سے راضی ہوئے، اللہ نے ان کے لیے ایسے باغات تیار کر رکھے ہیں کہ جن کے نیچے نہریں بہہ رہی ہیں، ان میں وہ ہمیشہ رہیں گے، اور یہ بہت بڑی کامیابی ہے۔

امام مرعی بن یوسف حنبلی مقدسیؒ (م۱۰۳۳ھ) بتصریح امام محمد امین المحبیؒ (م۱۱۱۱ھ): امام، محدث، فقیہ اور ذو اطلاع واسع تھے،[4] انہوں نے امام اعظمؒ کے ترجمہ میں لکھا ہے:

وكانت ولادته فى عصر الصحابة، وهو من التابعين على الصحيح.[5]

۱۔ الکواکب السائرۃ (۱۰۱/۳، ۱۰۲)، نیز دیکھئے: تاریخ الحدیث (ص۴۳۵)

۲۔ مرقاۃ المفاتیح شرح مشکوٰۃ المصابیح (۷۷/۱) للقاریؒ

۳۔ عقود الجمان (ص۵۰، ۵۱)، الخیرات الحسان (ص۴۸)

۴۔ خلاصۃ الاثر فی اعیان القرن الحادی عشر (۳۵۸/۴)

۵۔ تنویر بصائر المقلدین فی مناقب الائمۃ المجتہدین (ص۵۲)

آپ کی ولادت صحابہؓ کے زمانے میں ہوئی، اور صحیح قول کے مطابق آپ تابعین میں سے ہیں۔

صاحب التصانیف محدث امام محمد علی بن محمد علان مکی شافعیؒ (م ۱۰۵۷ھ) بتصریح امام محمد امین المحبیؒ: وَاحِدُ الدَّهر فِي الْفَضَائِل (فضائل میں یکتائے زمانہ)، مُفسِّر، مُحیِ السُّنّه اور علمائے مفسرین وائمہ محدثین میں سے تھے،[1] انہوں نے امام اعظم ابوحنیفہ رحمہ اللہ کو کِبار تابعین میں سے قرار دیا ہے۔[2]

امام برہان الدین ابراہیم بن حسن کورانی شافعیؒ (م ۱۱۰۱ھ)، جو کہ بتصریح علّامہ شوکانیؒ: الامام الکبیر اور المجتہد تھے،[3] علّامہ مرادیؒ نے بھی ان کی بہت زیادہ تعریف کی ہے۔[4] امام موصوف اپنی کتاب ”اَلْمَسَالِکُ الْاَبْرَارُ مِنْ حدیثِ نَبیِّ الْمُخْتَارُ“ میں امام اعظمؒ کی بابت لکھتے ہیں:

فهو مِنَ التابعين رضى الله عنه.[5]

امام ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ تابعین میں سے ہیں۔

امام اسماعیل بن محمد عجلونی شافعیؒ (م ۱۱۶۲ھ) جن کو امام محمد بن خلیل مرادیؒ (م ۱۲۰۶ھ) نے ”الشیخ، الامام، العالم الهمّام، الحجة الرحلة، العمدة بالورع“ وغیرہ جیسے عظیم القاب سے مُلَقّب کیا ہے،[6] آں موصوف امام صاحبؒ کے بارے میں تصریح کرتے ہیں:

۱۔ خُلَاصَةُ الْاَثَرْ فِیْ اَعْیَانِ الْقَرْنِ الْحَادِی عشر (۴/ ۱۸۳)، نیز دیکھئے: ”عَقْدُ الْجَوَاهِرْ وَالدُّرر فِیْ اَخْبَارِ الْقَرْنِ الْحَادِی عَشَر (ص ۲۷۱ – ۲۷۴) لباعلویؒ

۲۔ اَلْفُتُوْحَاتُ الرَّبَّانِيَّة عَلَى الْاَذْكَارِ النَّوَوِيَّة (۱/ ۲۲۴)

۳۔ البدر الطالع بمَحَاسِنِ مَن بَعْدِ الْقَرْنِ السَّابِعِ (۱/۱۴)

۴۔ سِلْكُ الدُّرَرْ فِی الْقَرْنِ الثَّانِیْ عَشر (۱/۵)

۵۔ ”ثبت ابن عابدين“ اَلْمُسَمّٰى عُقُوْدُ اللَّآلِیْ فِی الْاَسَانِيْدِ الْعَوَالِیْ (ص ۲۵۵)

۶۔ سلک الدرر فی القرن الثانی عشر (۱/ ۲۵۹)

احد من عُدَّ فی التابعین.[1]

آپ اُن ائمہ میں سے ایک ہیں کہ جن کا شمار تابعین میں ہوتا ہے۔

امام محمد بن عبدالرحمان بن الغزیؒ (م۱۱۶۷ھ) بتصریح امام مرادیؒ: عالم، فاضل، محدث، نحریر تھے،[2] موصوف امام اعظمؒ کے ترجمہ میں ارقام فرماتے ہیں:

التابعی الجلیل، لقی جماعة من الصحابة.[3]

آپ جلیل القدر تابعی ہیں، اور آپ نے متعدد صحابہؓ سے ملاقات کی ہے۔

امام احمد بن عبدالمُنعم الدمنہوری الشافعیؒ (م۱۱۹۲ھ) جو کہ:

امام اہل العصر، علّامۃ الوقت اور عالی السند محدث تھے۔[4] انہوں نے امام اعظمؒ کے مناقب میں لکھا ہے:

فهو من التابعين على الصحيح.[5]

آپ صحیح قول کے مطابق تابعی ہیں۔

عصرِ حاضر کے نامور محقق و ادیب شیخ ابوزہرہ مصریؒ (م۱۳۹۴ھ) نے امام اعظمؒ کے مناقب میں لکھا ہے:

ان كتاب المناقب جميعًا يذكرون انه التقٰى ببعض الصحابة وبعضهم يذكر انه روى عنهم احاديث، وانه ارتفع بذلك اِلٰى رتبة التابعين، ويسبق بهٰذا الفضل الفقهاء الذين عاصروه كسفيان الثورى والاوزاعى ومالك وغيره من اقرانه.[6]

۱۔ مقدمہ اربعون العجلونیۃ (ص۲۰)

۲۔ سلک الدرر (۵۴/۴)

۳۔ دیوان الاسلام (۱۵۲/۲)

۴۔ فہرس الفہارس والاثبات (۴۰۵،۴۰۴/۱) للکتانی، الاعلام (۱۵۸/۱) للزرکلی

۵۔ اِتحافُ المُهتَدِين بِمَنَاقِب ائمة الدِّين (ص۵۳)

۶۔ ابوحنیفۃ حیاتہٗ وعصرہٗ، آراؤہٗ وفقہہ (ص۵۹)

امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے مناقب نویس سب یہی ذکر کرتے ہیں کہ آپ نے بعض صحابہ رضی اللہ عنہم سے ملاقات کی ہے، اور ان میں سے بعض تو یہ بھی ذکر کرتے ہیں کہ آپ نے ان صحابہؓ سے احادیث بھی روایت کی ہیں۔ چنانچہ اسی وجہ سے آپ کو تابعین کے رُتبہ پر فائز مانا گیا ہے، اور اس شرفِ تابعیت کی وجہ سے آپ کو اپنے معاصر فقہاء جیسے امام سفیان ثوریؒ، امام اوزاعیؒ، امام مالکؒ اور آپ کے دیگر معاصر ائمہ پر برتری حاصل ہے۔

قارئین! امام اعظمؒ کی تابعیت سے متعلق محدثین کی یہ تصریحات آپ نے ملاحظہ کی ہیں کہ یہ محدثین کس قدر واشگاف الفاظ میں امام صاحبؒ کی تابعیت کو بیان کرر ہے ہیں، اور ان تصریحات کے ضمن میں خود ان محدثین کا تعارف بھی آپ کے سامنے آچکا ہے کہ یہ محدثین خود کتنے علمی پایہ کے لوگ ہیں؟ اب ان محدثین کی تصریحات کے بعد بھی کیا امام صاحبؒ کی تابعیت میں کوئی شک وشبہ رہ جاتا ہے؟ اور یہ بھی ملحوظ رہے کہ یہاں جن محدثین کی تصریحات نقل ہوئی ہیں اُن میں سے کوئی بھی محدث حنفی نہیں ہے، بلکہ یہ سب محدثین دیگر مذاہب مالکی، شافعی اور حنبلی سے تعلق رکھتے ہیں۔ ہم نے یہاں عمداً کسی حنفی محدث کا حوالہ نقل نہیں کیا، تا کہ کسی قسم کی جانبداری کا شبہ پیدا نہ ہو سکے، اور ایک غیر جانبدارانہ مؤقف آپ کے سامنے آجائے۔ لہٰذا امام اعظم ابوحنیفہؒ کی تابعیت سے متعلق ان غیر جانبدار محدثین کی گواہی ہر قسم کے شک وشبہ سے بالا ہے۔

امام اعظمؒ کی تابعیت پر علمائے غیر مقلدین کی تصریحات

ان محدثین کے علاوہ عصرِ حاضر کے کئی نامور علمائے غیر مقلدین نے بھی امام اعظمؒ کے تابعی ہونے کی تصریح کی ہے۔ مثلاً نامور غیر مقلد عالم مولانا عبدالمجید سوہدرویؒ (م۱۳۷۹ھ) لکھتے ہیں:

تابعین حضرات میں حضرت امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کو خاص اہمیت حاصل ہے۔[1]

مشہور غیر مقلد لکھاری مرزا حیرت دہلویؒ نے حضرت شاہ اسماعیل شہیدؒ (ش۱۲۴۶ھ) کا امام اعظمؒ کے بارے میں یہ بیان بلا جرح وقدح نقل کیا ہے کہ:

آپ کا نام نعمان ہے اور کنیت ابوحنیفہ ہے، اور لقب امام اعظم ہے۔ آپ ۸۰ ہجری میں پیدا ہوئے...... اور آپ کو تابعی ہونے کا افتخار بھی حاصل تھا، چونکہ مجھے اس میں کوئی ردوقدح نہیں کرنی ہے، میں تو تواریخ پر بھروسہ کر کے یہ کہہ سکتا ہوں کہ آپ نے اپنے بچپن کے زمانہ میں انس صحابی کو دیکھا تھا جو رسولِ مقبول صلّی اللہ علیہ وسلّم کے خدمت گزار تھے۔[2]

بزرگ غیر مقلد عالم مولانا عطاء اللہ حنیف بھوجیانیؒ (م۱۴۰۸ھ) نے بھی تسلیم کیا ہے کہ امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ صحابہؓ کو دیکھنے کے لحاظ سے تابعی ہیں۔[3]

مولانا امیر علی ملیح آبادیؒ (م۱۳۳۷ھ) جو کہ مولانا نذیر حسین دہلویؒ (م۱۳۲۰ھ)

۱۔ سیرۃ ثنائی (ص۵۶)

۲۔ سیرت طیبہ شاہ اسماعیل شہید (ص۸۴)

۳۔ حاشیہ حیات حضرت امام ابوحنیفہؒ (ص۱۲۱، ۱۲۲)

کے شاگرد اور نامور غیر مقلد عالم ہیں،[1] انہوں نے حافظ ابن حجر عسقلانیؒ کے قول، کہ پانچواں طبقہ وہ ہے جنہوں نے ایک یا ایک سے زائد صحابہؓ کو دیکھا ہے، پر تبصرہ کرتے ہوئے لکھا ہے:

ومِن هٰهُنا قيل لابى حنفيةؒ انه تابعى فقد صح انه رأى انساً۔[2]

اسی بنا پر کہا گیا ہے کہ امام ابوحنیفہؒ تابعی ہیں، کیونکہ یہ بات صحیح ہے کہ آپ نے حضرت انس رضی اللہ عنہ کو دیکھا ہے۔

نیز موصوف نے عنوان ''فروعِ اعمال وظہورِ اجتہاد'' کے ذیل میں لکھا ہے:

امام اعظم ابوحنیفہؒ اپنے زمانہ کے علمائے مجتہدین کے اعتبار سے ہمارے نزدیک علمائے مجتہدینِ اعظم میں سے ہیں، اس طرح پر کہ یہ دوسرے تمام مجتہدوں سے اجتہاد میں اگر بڑھ کر نہ ہوں پھر بھی ان سے کمتر نہیں ہیں، برابر ضرور ہیں۔ پھر امام ابوحنیفہؒ کو دوسروں پر دو باتوں میں بلاشبہ افضلیت حاصل ہے، ایک یہ کہ تابعی ہیں، کیونکہ انہوں نے بالاتفاق حضرت انسؓ کو دیکھا ہے جیسا کہ (میں نے) ''فتاویٰ ہندیہ'' کے مقدمہ میں بالتفصیل بیان کیا ہے۔ اس طرح فرمانِ رسول علیہ الصلوٰۃ والسلام ''طُوبیٰ لِمَنْ رآنِیْ'' ''الحدیث'' سے حاصل شدہ فضیلت پانے کے مستحق ہیں۔ اور یہ فضیلت بہت بڑی ہے جس میں آپ اپنے ہم زمانہ اور ساتھیوں سے بڑھے ہوئے ہیں۔ دوسری خصوصیت یہ ہے کہ آپ ہی نے فقہ کے اجتہاد وقواعدِ استنباط کے اصول مروّجہ طریقوں پر سب سے پہلے لوگوں کو بتائے۔ اس بناء پر امام مالکؒ نے فرمایا ہے کہ امام ابوحنیفہؒ اہلِ فقہ کے لیے سب سے بہتر ہیں۔ یہ دونوں خصوصیتیں آپ کے اندر آپ کی فضیلت کے لیے بلاشبہ قوی دلیل

۱۔ دیکھئے: تراجم علمائے حدیث ہند (ص ۵۴۶) از مولانا ابویحییٰ امام خان نوشہرویؒ، برصغیر پاک و ہند میں علمِ فقہ (ص ۳۵۰) از مولانا محمد اسحاق بھٹی

۲۔ تعقیب التقریب حاشیہ تقریب التہذیب (ص ۴)

ہیں، اور اس میں کسی قسم کا شک وشبہ یا اعتراض انصاف سے خارج ہے۔[1]

نیز موصوف نے ''فتاویٰ ہندیہ'' المعروف ''فتاویٰ عالمگیری'' کے مقدمہ میں لکھا ہے:

واضح ہو کہ امام (ابوحنیفہؒ) کے تابعی ہونے میں اختلاف ہے، بعض نے نفی کی، اور بعض نے اثبات کیا اور یہی راجح ہے۔[2]

نیز موصوف حضرت انسؓ کو امام اعظمؒ کے دیکھنے پر کئی محدثین کی شہادتیں نقل کرنے کے بعد لکھتے ہیں:

حضرت انسؓ کو دیکھنے پر ائمہ علمائے مذکورین متفق ہیں، پس ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے تابعی ہونے کے لیے اس قدر کافی ہے۔[3]

نیز موصوف نے یہ بھی لکھا ہے کہ:

ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ، حدیث سے جو معنی ثابت ہوئے، ان کے موافق تابعی ہیں۔[4]

عصرِ حاضر کے نامور غیر مقلد عالم شیخ ناصر الدین البانیؒ (م ۱۴۲۰ھ) نے بھی امام اعظمؒ کو صِغار تابعین میں سے قرار دیا ہے۔[5]

۱۔ عین الہدایہ (۱/۱۴۴)

۲۔ فتاویٰ عالمگیری مترجم (۱/۳۹)

۳۔ ایضاً

۴۔ ایضاً

۵۔ سلسلۃ الاحادیث الصحیحۃ (۴/۲۱۹، ح ۱۶۶۰)

✦

صحابہؓ کے دورِ مسعود میں امام اعظمؒ کی ولادت

✦

امام اعظمؒ کے سنِ ولادت سے متعلق مؤرخین کے مختلف اقوال

✦

امام اعظمؒ کے زمانۂ ولادت میں باحیات صحابہ کرامؓ

صحابہؓ کے دورِ مسعود میں امام اعظمؒ کی ولادت

امام اعظمؒ اس لحاظ سے بھی خوش نصیب ہیں کہ آپ نے اس مبارک زمانے میں آنکھ کھولی جس زمانے کو احادیث میں خیر القرون سے تعبیر کیا گیا ہے، اور یہ وہ دورِ مسعود تھا جس میں رسولِ خدا صلّی اللہ علیہ وسلّم کے جمال مبارک کی زیارت کرنے والوں میں سے کئی حضرات بقیدِ حیات تھے۔ صحابہؓ کے دور میں آپ کی ولادت ہونا آپ کے ان اوصاف میں سے ہے جن میں ائمہ مجتہدین میں سے کوئی امام بھی آپ کا شریک نہیں۔ چنانچہ مؤرخ الشام علامہ محمد بن یوسف صالحی شافعیؒ (م ۹۴۲ھ) نے آپ کے خصائص میں مستقل ایک باب لکھا ہے، اور اس کا عنوان ہے: **فی بعض خصائصہ التی اختص بھا عَن غیرہ مِنَ الائمۃ رضوان اللہ تعالیٰ علیھم اجمعین.** یہ باب آپ کی ان بعض خصوصیات کے بارے میں ہے کہ جو خصوصیات دیگر ائمہ مجتہدین رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کو حاصل نہیں ہیں۔

اور پھر علامہ موصوف نے اس عنوان کے ذیل آپ کی آٹھ خصوصیات ذکر کی ہیں، جن میں سے پہلی خصوصیت اُن کے بقول یہ ہے کہ:

> **انہ وُلد فی زمن جماعۃ کثیرۃ من الصحابۃ رضی اللہ تعالیٰ عنھم، لاخلاف فی ذلک، فھو من اھل القرن الذین شھدلھم رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم بالخیریۃ ووصفھم بالعدالۃ.**[1]
>
> امام ابوحنیفہؒ اُس زمانے میں پیدا ہوئے، جس میں بکثرت صحابہ رضی اللہ عنہم باحیات تھے، اور اس میں کوئی اختلاف نہیں ہے۔ اس طرح آپ کا شمار اُن اہل زمانہ میں ہوتا ہے کہ جن کے خیر پر ہونے کی گواہی خود رسول اللہ صلّی

۱۔ عقود الجمان (ص ۱۷۹)

اللہ علیہ وسلّم نے دی ہے، اور اُن کو آپ صلّی اللہ علیہ وسلّم نے عدالت کے ساتھ موصوف کیا ہے۔

امام ابو المؤید محمد بن محمود خوارزمیؒ (م ۶۵۵ ھ) بھی امام اعظمؒ کی خصوصیات بیان کرتے ہوئے ارقام فرماتے ہیں:

مناقبه وفضائله التی لم یشار که مِن بعدہٖ مِن ارباب المذاهب انه وُلد فی زمن الصحابة۔[1]

آپ کے وہ مناقب اور فضائل، جن میں آپ کے بعد آنے والے اصحاب مذاہب (ائمہ متبوعین) میں سے کوئی بھی شریک نہیں ہے، ایک یہ بھی ہے کہ آپ کی ولادت صحابہ رضی اللہ عنہم کے زمانے میں ہوئی۔

۱۔ جامع المسانید (۱/۲۰)

امام اعظمؒ کے سنِ ولادت سے متعلق مؤرخین کے مختلف اقوال

اس میں تو کسی کا اختلاف نہیں کہ امام صاحبؒ کی ولادت صحابہؓ کے دور میں ہوئی، البتہ مؤرخین کا آپ کے سنِ ولادت سے متعلق اختلاف ہے، چنانچہ اس سلسلے میں مؤرخین کے مختلف اقوال ہیں، جن میں سے چند اقوال یہ ہیں:

پہلا قول: ۶۰ ہجری، یہ امام محمد بن ابراہیم الوزیرؒ (م ۸۴۰ھ) کا قول ہے، کیونکہ انہوں نے امام صاحبؒ کا سنِ وفات ۱۵۰ ہجری ذکر کیا ہے، اور ساتھ تصریح کی ہے کہ اس وقت آپ کی عمر نوے سال سے متجاوز تھی۔[1]

اس طرح آپ کا سنِ ولادت کم از کم ساٹھ ہجری بنتا ہے۔

دوسرا قول: ۶۱ ہجری، علامہ خطیب بغدادیؒ (م ۴۶۳ھ) اپنی سند کے ساتھ مزاحم بن زواد بن عُلَیَّہؒ سے روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے اپنے والد زواد بن عُلَیَّہؒ سے یا اپنے کسی دوسرے استاذ سے نقل کیا ہے کہ:

امام ابوحنیفہؒ ۶۱ ہجری میں پیدا ہوئے۔[2]

شارح طحاوی امام عبدالقادر قرشیؒ (م ۷۷۵ھ) نے امام صاحبؒ کے سنِ ولادت سے متعلق جو تین اقوال ذکر کیے ہیں، ان میں سے ایک قول انہوں نے ۶۱ ہجری کا بھی ذکر کیا ہے۔[3]

اسی طرح شارح بخاری امام بدرالدین عینیؒ (م ۸۵۵ھ) نے بھی اپنی ''التاریخ الکبیر'' میں امام صاحبؒ کے سنِ ولادت سے متعلق جو تین اقوال نقل کیے ہیں، ان میں سے

۱۔ الروض الباسم عن سنۃ ابی القاسم صلی اللہ علیہ وسلم (۱/۳۱۳)

۲۔ تاریخ بغداد (۱۳/۳۳۱)

۳۔ الجواہر المضیئۃ (۱/۲۷)

ایک قول ٦١ ہجری کا ہے۔[١]

مؤرخِ اسلام امام سبط ابن الجوزیؒ (٦٥٤ھ) نے امام اعظمؒ کے ترجمہ میں تصریح کی ہے:

واختلفوا فی مولد ابی حنیفة علیٰ ثلاثة اقوال احدها: فی سنة ثمانین مِنَ الهجرة، والثانی سنة احدیٰ وثمانین، والثالث: سنة احدی و ستین.[٢]

امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے سنِ ولادت سے متعلق مؤرخین کے تین مختلف اقوال ہیں، (١) ٨٠ ہجری، (٢) ٨١ ہجری، (٣) ٦١ ہجری۔

نامور مؤرخ علاّمہ ابن خلکان (م ٦٨١ھ) نے بھی امام اعظمؒ کے سنِ ولادت سے متعلق ایک قول ٦١ ہجری ذکر کیا ہے۔[٣]

تیسرا قول: ٦٣ ہجری، یہ قول حافظ عبدالقادر قرشیؒ (م ٧٧٥ھ) نے نقل کیا ہے۔[٤]

چوتھا قول: ٧٠ ہجری، امام ابوسعد عبدالکریم بن محمد سمعانیؒ (م ٥٦٢ھ) نے مادہ ''الخزاز'' کے ذیل میں امام صاحبؒ کا یہی سنِ ولادت (٧٠ ہجری) ذکر کیا ہے۔[٥]

اسی طرح امام ابوحاتم محمد بن حبانؒ (م ٣٥٤ھ) اپنی کتاب ''الضعفاء والمتروکین'' میں اور علامہ خطیب بغدادیؒ کے معاصر امام ابوالقاسم علی بن احمد سمنانیؒ (م ٤٩٩ھ) اپنی کتاب ''روضة القضاة'' میں امام صاحبؒ کا سنِ ولادت ستر ہجری ذکر کرتے ہیں۔[٦]

عصرِ حاضر کے عظیم محقق علامہ زاہد الکوثریؒ (م ١٣٧١ھ) نے اسی قول کو ترجیح دی

١۔ تانیب الخطیب (ص ٢٠)

٢۔ مِرآةُ الزَّمان فِی تَواریخِ الزمان (١٢/ ١١ ٢)

٣۔ وفیات الاعیان (٣/٢٠٥)

٤۔ الجواہر المضیئة (١/٢٧)

٥۔ کتاب الانساب (٢/١٥٣)

٦۔ تأنیب الخطیب علیٰ ماساقہ فی ترجمۃ ابی حنیفۃ من الاکاذیب (ص ١٩، ٢٠)

ہے، اور اس پر انہوں نے کئی ٹھوس شواہد بھی پیش کیے ہیں۔[۱]

پانچواں قول: ۸۰ ہجری، یہ قول امام اعظمؒ کے پوتے امام اسماعیل بن حمادؒ (م۲۱۲ھ)، آپ کے شاگردِ رشید امام ابونعیم فضل بن دکینؒ (م۲۱۸ھ) اور دیگر کئی ائمہ کا ہے۔[۲]

استاذ ابوزہرہ مصریؒ (م۱۳۹۴ھ) کے نزدیک بھی یہی قول راجح ہے، اور انہوں نے تصریح کی ہے کہ اکثر راویوں نے امام ابوحنیفہؒ کا سنِ ولادت ۸۰ ہجری ہی نقل کیا ہے۔[۳]

۱۔ تأنیب الخطیب علیٰ ماساقہ فی ترجمہ ابی حنیفۃ من الاکاذیب (ص۱۹، ۲۰)

۲۔ دیکھیے: ''التاریخ الصغیر (۲/۹۳) للبخاریؒ، تاریخ ابی زرعۃ الدمشقی (ص ۱۱۸)، تاریخ بغداد (۱۳/۳۲۷)، فضائل ابی حنیفۃ (ص۱۴۲، ۱۴۳) لابن ابی العوامؒ

۳۔ ابوحنیفۃ حیاتہٗ وعصرہٗ، آراؤہٗ وفقہہٗ (ص۱۵)

امام اعظم رحمہ اللہ کے زمانہ میں باحیات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم

امام صاحبؒ کے سنِ ولادت سے متعلق مؤرخین کے یہ پانچ مختلف قسم کے اقوال ہیں۔ اب اگر امام صاحبؒ کا سنِ ولادت ۷۰ ہجری یا اس سے قبل قرار دیا جائے تو اس صورت میں آپ نے کم از کم چالیس سال صحابہؓ کا زمانہ پایا ہے، کیونکہ آخری صحابی جو اِس دنیا سے رخصت ہوئے وہ حضرت ابوالطفیل عامر بن واثلہ رضی اللہ عنہ ہیں، جن کا انتقال راجح قول کے مطابق ۱۱۰ ہجری میں ہوا۔[1] ان چالیس سالوں کے دوران بڑی کثرت سے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم دنیا میں موجود تھے، جن میں کئی کبار صحابہ بھی شامل ہیں۔

اور اگر امام صاحبؒ کی ولادت ۸۰ ہجری میں ہوئی، جیسا کہ اکثر محدثین و مؤرخین کی رائے ہے، تو اس صورت میں بھی آپ کو صحابہ کرامؓ کے زمانے کا ایک مُعتدبہ حصہ نصیب ہوا، اور آپ نے اپنی زندگی کے پورے تیس سال صحابہؓ کے اس مبارک عہد میں بسر کیے۔ اس وقت (۸۰ ہجری) تک اگرچہ تقریباً تمام کبار صحابہؓ کا انتقال ہو چکا تھا، لیکن صِغار صحابہؓ (جو عہدِ نبوی میں نوعمر تھے) کی ایک پوری جماعت اُس وقت بھی بقیدِ حیات تھی۔ جیسا کہ محدث ناقد حافظ شمس الدین ذہبیؒ (م ۷۴۸ھ) نے امام صاحبؒ کے ترجمہ میں لکھا ہے:

وُلد سنة ثمانين في حياة صغار الصحابة.[2]

امام ابوحنیفہؒ ۸۰ ہجری میں صغار صحابہؓ کی حیات میں پیدا ہوئے۔

ملک معظم، سلطان عادل، عالم باعمل سیف الدین عیسیٰ بن ابوبکرؒ (م ۶۲۴ھ) جو کہ

۱۔ معرفة الصحابة (۳/ ۴۴۹) لابی نعیمؒ، اسد الغابة فی معرفة الصحابة (۳/ ۱۴۴) لابن الاثیر، تجرید اسماء الصحابة (۱/ ۲۸۹) للذہبیؒ، الاصابة فی تمییز الصحابة (۴۴۴۵) لابن حجرؒ، تقریب التہذیب (۱/ ۴۶۴) لابن حجرؒ

۲۔ سیر اعلام النبلاء (۲/ ۵۲۹)

سلطان صلاح الدین ایوبیؒ (م۵۸۹ھ) کے بھتیجے اور اُن کے بعد ملکِ شام کے فرمانروا رہے، ارقام فرماتے ہیں:

فابوحنیفة ادرک جماعة مِن الصحابة وعاصرهم، ومولده يقتضی ذٰلک فانه ولد سنة ثمانين وعاش اِلٰی خمسين ومائة، فقد امکن اللقاء لوجود جماعة مِن الصحابة فی ذلک العصر. [1]

امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ نے صحابہ رضی اللہ عنہم کی ایک جماعت کو پایا ہے، اور آپ ان کے ہم عصر ہونے کا اعزاز رکھتے ہیں۔ امام صاحبؒ کا سِنِ ولادت بھی صحابہؓ سے اُن کی ملاقات ہونے کا مقتضی ہے، کیونکہ آپ ۸۰ ہجری میں پیدا ہوئے، اور ۱۵۰ ہجری تک باحیات رہے، اس لیے اس وقت تک باحیات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی ایک پوری جماعت سے آپ کی ملاقات ہونا ممکن ہے۔

حافظ الشام امام محمد بن یوسف صالحی شافعیؒ (م۹۴۲ھ) آپ کے تعارف میں لکھتے ہیں:

وُلد، رضی الله عنه بالکوفة علی الصحيح، وذلک فی حياة جماعة من الصحابة رضی الله عنهم. [2]

امام ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ صحیح قول کے مطابق کوفہ میں پیدا ہوئے، اور یہ وہ زمانہ تھا جب صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی ایک جماعت باحیات تھی۔

محدث جلیل امام ابن عبدالہادی حنبلیؒ (م۷۴۴ھ) لکھتے ہیں:

ادرک جماعة من اصحاب النبی صلّی الله عليه وسلّم. [3]

۱۔ السہم المصیب فی کبد الخطیب (ص۷۶)

۲۔ عقود الجمان (ص۶۰)

۳۔ مناقب الائمۃ الاربعۃ (ص۵۸) للمقدسیؒ

امام ابوحنیفہؒ نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہؓ کی ایک پوری جماعت کو پایا ہے۔

مؤرخِ اسلام امام ابن کثیرؒ (م۷۷۴ھ) آپ کے تذکرہ میں ارقام فرماتے ہیں:

وهو اقدمهم وفاة لانه ادرک عصر الصحابة.[۱]

امام ابوحنیفہؒ تمام ائمہ متبوعین میں سب سے قدیم الوفات ہیں، کیونکہ آپ نے صحابہؓ کا زمانہ پایا ہے۔

امام مرعی بن یوسف حنبلیؒ (م۱۰۳۳ھ) لکھتے ہیں:

ان ابا حنيفة ولد في عصر الصحابة وكان في زمنه جماعة منهم.[۲]

بے شک امام ابوحنیفہؒ صحابہؓ کے زمانے میں پیدا ہوئے، اور اس وقت صحابہؓ کی ایک جماعت موجود تھی۔

امام احمد بن عبدالمنعم الدمنہوریؒ (م۱۱۹۲ھ) آپ کے مناقب میں لکھتے ہیں:

وكانت ولادته في عصر الصحابة.[۳]

امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کی ولادت عصرِ صحابہ رضی اللہ عنہم میں ہوئی۔

محدث عبداللہ غنیمی شافعیؒ (م۱۲۹۸ھ) لکھتے ہیں:

وابو حنيفة امام مجتهد، ادرک بعض الصحابة.[۴]

امام ابوحنیفہؒ امام اور مجتہد ہیں۔ آپ نے بعض صحابہؓ کو پایا ہے۔

امام عالی مقام نے جن صحابہؓ کا زمانہ پایا ہے، ان میں سے بعض صحابہؓ کے اسماء اور ان کے سنینِ وفات امام عزالدین ابن الاثیر الجزریؒ (م۶۳۰ھ) کی تصریح کے مطابق یہ ہیں:

۱۔ البدایۃ والنہایۃ (۸۶/۷)

۲۔ تنویر بصائر المقلدین (ص۵۵)

۳۔ اِتحاف المُهتَدِين بمَنَاقِب ائمة الدِّين (ص۵۳)

۴۔ كَشفُ الاِلتِبَاسِ عَمَّا اَوْرَدَهُ البُخَارِيُ عَلٰى بَعْضِ الناس (ص۹۰)

۱۔ حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ، المتوفّٰی ۹۰، یا ۹۱، یا ۹۲، یا ۹۳ ہجری۔

۲۔ حضرت سائب بن خلاد بن سوید انصاری رضی اللہ عنہ، المتوفّٰی ۹۱ ہجری۔

۳۔ حضرت سائب بن یزید رضی اللہ عنہ، المتوفّٰی ۸۰، یا ۸۲، یا ۸۶ ہجری۔

۴۔ حضرت سہل بن سعد رضی اللہ عنہ، المتوفّٰی ۸۸ یا ۹۱ ہجری۔

۵۔ حضرت ابوامامہ صدی بن عجلان رضی اللہ عنہ، المتوفّٰی ۸۱، یا ۸۶ ہجری۔

۶۔ ابوالطفیل عامر بن واثلہ رضی اللہ عنہ، المتوفّٰی ۱۰۰، یا ۱۱۰ ہجری۔ یہ تمام صحابہؓ میں سب سے آخر میں فوت ہوئے (جیسا کہ پہلے بھی گزر چکا ہے)۔

۷۔ حضرت عبداللہ بن ابی اوفی رضی اللہ عنہ، المتوفّٰی ۸۶، یا ۸۷ ہجری۔

۸۔ حضرت عبداللہ بن بسر رضی اللہ عنہ، المتوفّٰی ۸۸، یا ۹۶ ہجری۔ یہ شام میں مقیم صحابہؓ میں سب سے آخر میں فوت ہوئے۔

۹۔ حضرت عبداللہ بن ثعلبہ بن صغیر رضی اللہ عنہ، المتوفّٰی ۸۷، یا ۸۹ ہجری۔

۱۰۔ حضرت عبداللہ بن جعفر رضی اللہ عنہ، المتوفّٰی ۸۰، یا ۸۴، یا ۸۵، یا ۹۲ ہجری۔

۱۱۔ حضرت عبداللہ بن حارث بن جزء رضی اللہ عنہ، المتوفّٰی ۸۵، یا ۸۷، یا ۸۸ ہجری۔

۱۲۔ حضرت عبداللہ بن عامر العنزی الاصغر رضی اللہ عنہ، المتوفّٰی ۸۵ ہجری۔

۱۳۔ حضرت عبداللہ بن نوفل رضی اللہ عنہ، المتوفّٰی ۸۴ ہجری۔

۱۴۔ حضرت عبدالرحمان بن حسان بن ثابت رضی اللہ عنہ، المتوفّٰی ۱۰۴ ہجری۔

۱۵۔ حضرت عبیداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ، المتوفّٰی ۸۷ ہجری۔

۱۶۔ حضرت عتبہ بن الندر رضی اللہ عنہ، المتوفّٰی ۸۷ ہجری۔

۱۷۔ حضرت عمر بن ابی سلمہ رضی اللہ عنہ، المتوفّٰی ۸۳ ہجری۔

۱۸۔ حضرت عمرو بن احطب رضی اللہ عنہ، المتوفّٰی ۹۳ ہجری۔

۱۹۔ حضرت عمرو بن حریث القرشی رضی اللہ عنہ، المتوفّٰی ۸۵ ہجری۔

۲۰۔ حضرت قبیصہ بن ذؤیب رضی اللہ عنہ، المتوفّٰی ۸۶ ہجری۔

۲۱۔ حضرت مالک بن اوس النضری رضی اللہ عنہ، المتوفّٰی ۹۲ ہجری۔

۲۲۔ حضرت مالک بن الحویرث رضی اللہ عنہ، المتوفّٰی ۹۴ ہجری۔

۲۳۔ حضرت محمد بن حاطب رضی اللہ عنہ، المتوفّٰی ۸۶ ہجری۔

۲۴۔ حضرت محمود بن الربیع رضی اللہ عنہ المتوفّٰی ۹۶، یا ۹۹ ہجری۔

۲۵۔ حضرت محمود بن لبید رضی اللہ عنہ المتوفّٰی ۹۶ ہجری۔

۲۶۔ حضرت مقدام بن مَعد یکرب رضی اللہ عنہ، المتوفّٰی ۸۷ ہجری۔

۲۷۔ حضرت واثلۃ بن الاسقع رضی اللہ عنہ، المتوفّٰی ۸۳، یا ۸۵ ہجری۔

۲۸۔ حضرت یزید بن الاصم رضی اللہ عنہ، المتوفّٰی ۱۰۳، یا ۱۰۴ ہجری۔

۲۹۔ حضرت ابوامامہ اسعد بن سہل بن حنیف رضی اللہ عنہ، المتوفّٰی ۱۰۰ ہجری۔[1]

امام نسائیؒ (م ۳۰۳ھ) صاحب السنن کے شاگرد رشید امام عبداللہ بن محمد السعدیؒ المعروف بہ ''ابن ابی العوام'' (م ۳۳۵ھ) نے بھی ان مذکورہ صحابہؓ میں سے پندرہ صحابہؓ کے اسمائے مبارکہ ذکر کرنے کے بعد ان کے بارے میں تصریح کی ہے کہ یہ حضرات امام ابوحنیفہؒ کے سنِ ولادت (۸۰ ہجری) کے بعد بھی کئی سال تک بقیدِ حیات رہے، اور امام موصوف نے ان حضرات میں سے ہر ایک کے سنِ وفات سے متعلق متقدمین ائمہ حدیث کے اقوال بھی بالسند نقل کیے ہیں۔[2]

نیز امام موصوف نے ان انتیس (۲۹) صحابہؓ (جن کے اسماء وسنینِ وفات ہم نے بحوالہ امام ابن الاثیرؒ ذکر کیے ہیں) کے علاوہ ایک اور صحابی، حضرت عبدالرحمان بن عبدالقاری رضی اللہ عنہ المتوفّٰی ۸۱ ہجری کا اضافہ کیا ہے۔[3]

قدیم مؤرخ علامہ محمد بن سعدؒ (م ۲۳۰ھ) نے بھی متعدد ایسے صحابہؓ کا تذکرہ کیا ہے

۱۔ دیکھیے بالترتیب: أسد الغابۃ فی معرفۃ الصحابۃ (۱/۲۹۲، ۲/۳۹۳، ۴۰۲، ۵۷۶، ۳/۱۶، ۱۴۴، ۱۸۲، ۱۸۶، ۱۹۶، ۲۰۱، ۲۰۵، ۲۸۸، ۴۰۴، ۴۳۲، ۵۲۱، ۵۶۴، ۴/۲۰۱، ۳۴۶، ۵/۱۰، ۱۸، ۸۱، ۱۱۱، ۱۱۲، ۲۲۴، ۴۰۰، ۴۴۵، ۶/۱۴، ۱۶) طبع دار الکتب العلمیۃ، بیروت

۲۔ دیکھیے: فضائل ابی حنیفۃ واخبارہ ومناقبہ (ص ۲۲۳-۲۳۲)

۳۔ ایضاً (ص ۲۳۲)

کہ جو امام اعظمؒ کے سنِ ولادت (۸۰ ہجری) کے بعد کافی عرصہ تک زندہ رہے، ان میں سے ایک صحابی حضرت عتبہ بن عبد السلمی رضی اللہ عنہ بھی ہیں، جن کا انتقال بقول علاّمہ ہیثم بن عدیؒ (م ۲۰۷ھ): ۹۲ ہجری، اور بقول علاّمہ واقدیؒ (م ۲۰۷ھ): ۸۷ ہجری میں ہوا۔[۱]

اسی طرح محدث علامہ محمد حسن سنبھلیؒ (م ۱۳۰۵ھ) نے بھی بیس ایسے صحابہؓ کے اسماء کی فہرست ذکر کی ہے جو کہ امام ابوحنیفہؒ کے سنِ ولادت (۸۰ ہجری) کے بعد تک بقیدِ حیات تھے۔ ان میں یہ دو صحابہؓ بھی ہیں جو کہ امام ابن الاثیرؒ کے حوالے سے ذکر کردہ صحابہؓ کے علاوہ ہیں۔

۱۔ حضرت بسر بن ارطاۃ القرشی العامری رضی اللہ عنہ المتوفٰی ۸۶ ہجری

۲۔ حضرت طارق بن شہاب البجلی الکوفی رضی اللہ عنہ المتوفٰی ۸۴ ہجری[۲]

الحاصل، امام اعظم ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے سنِ ولادت (۸۰ ہجری) کے بعد کم از کم ۳۳ صحابہ رضی اللہ عنہم باحیات تھے کہ جن سے آپ کی ملاقات ہونا ممکن ہے۔

بزرگ غیر مقلد عالم مولانا محمد ابراہیم سیالکوٹیؒ (م ۱۹۵۶ء) بھی امام صاحبؒ کے بارے میں یہ تسلیم کرتے ہیں کہ:

> آپ کے ایامِ ولادت میں نبی صلّی اللہ علیہ وسلّم کے کئی اصحاب زندہ تھے۔ مثلاً حضرت انسؓ بن مالکؓ بصرہ میں اور حضرت عبداللہ بن ابی اوفیؓ کوفہ میں، اور سہل بن سعد ساعدیؓ مدینہ منورہ میں اور ابوالطفیل عامرؓ بن واثلہ مکہ معظمہ میں رہتے تھے۔[۳]

۱۔ الطبقات الصغیر (۲/۶۳)

۲۔ تنسیق النظام فی مُسند الامام (ص ۹)، نیز دیکھئے: الاصابۃ فی تمییز الصحابۃ (۴۲۶۰،۶۷۱)

۳۔ نامور فقہاء و محدثین (ص ۱۳)

✦

امام اعظم رحمہ اللہ کی صحابہ رضی اللہ عنہم سے ملاقات

✦

امام اعظم رحمہ اللہ کی صحابہ رضی اللہ عنہم سے حدیث کی سماعت

✦

امام اعظم رحمہ اللہ کی صحابہ رضی اللہ عنہم سے روایت کردہ احادیث

✦

امام اعظم رحمہ اللہ کی صحابہ رضی اللہ عنہم سے مروی احادیث پر محدثین کی تالیفات

امام اعظم رحمہ اللہ کی صحابہ رضی اللہ عنہم سے ملاقات

آپ نے بالتفصیل ملاحظہ کرلیا ہے کہ امام صاحبؒ نے کم از کم تینتیس (۳۳) صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا زمانہ پایا ہے۔ اور ان میں سے زیادہ تر وہ صحابہؓ ہیں جو کہ پہلی صدی کے اواخر (جب امام صاحبؒ کی عمر شریف بیس سال کے لگ بھگ تھی) یا اس کے قریب قریب فوت ہوئے۔ امام صاحبؒ اُس وقت آغازِ شباب میں تھے، اور آپ کا عہد طلبِ علمی بھی شروع ہو چکا تھا،[۱] لہٰذا یہ بات عقلاً بعید ہے کہ آپ نے جن صحابہؓ کو اپنے زمانۂ شباب میں پایا ہے، اُن سے بھی آپ نے ملاقات کرنے کا اہتمام نہ کیا ہو۔ خصوصاً اُن صحابہؓ سے جو آپ کے اپنے شہر کوفہ یا اس کے مضافات بصرہ وغیرہ میں مقیم تھے۔ حالانکہ اس زمانے کا یہ عام دستور تھا کہ لوگ کسی صحابیؓ کی زیارت کرنے کو نعمتِ عظمیٰ سمجھتے تھے، کیونکہ کسی صحابی کی زیارت کرنا تابعی ہونے کی سعادت سے بہرہ ور ہونے اور فرمانِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم: "طُوْبٰی لِمَنْ رَاٰی مَنْ رَاٰنِیْ" (اس شخص کے لیے خوشخبری ہے جس نے اس شخص کو دیکھا جس نے مجھے دیکھا ہے) کا مصداق بننے کے مترادف تھا، اس لیے لوگوں کو جب بھی کسی شہر میں کسی صحابی کی موجودگی کا علم ہو جاتا تو اطراف واکنافِ عالم سے لوگ جوق در جوق اس صحابی کی خدمت میں پہنچ جاتے، اور اس کے دیدار سے اپنی عقیدت کی آنکھوں کو منور کرتے۔ امام صاحبؒ کے خود اپنے خاندان میں تو اس کا خصوصی اہتمام تھا، یہاں تک کہ چھوٹے بچوں کو بھی برکت کے لیے صحابہؓ کی خدمت میں پیش کیا جاتا تھا۔ جیسا کہ آپ کے والد ماجد حضرت ثابتؒ کو بچپن میں خلیفہ چہارم حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کی خدمت میں پیش کیا گیا تھا، اور حضرت علیؓ نے ان کے لیے اور ان کے خاندان کے لیے دعائے خیر فرمائی تھی۔[۲]

۱۔ سیر اعلام النبلاء (۵۳۲/۶) للذہبیؒ ۲۔ تاریخ بغداد (۳۲۷/۱۳)

اس لیے یہ کیسے تسلیم کرلیا جائے کہ امام صاحبؒ نے کسی صحابی کی زیارت نہیں کی، آپ کا صحابہؓ کی زیارت کرنا اس قدر ٹھوس اور یقینی ہے کہ امام دار قطنیؒ (م ۳۸۵ھ) اور امام خطیب بغدادیؒ (م ۴۶۳ھ) جیسے متعصب محدثین بھی اس سے انکار کی جرأت نہ کر سکے۔ ان دو حضرات کے علاوہ دیگر بے شمار محدثین نے بھی بڑے جزم کے ساتھ یہ گواہی دی ہے کہ امام صاحبؒ نے متعدد صحابہؓ کی زیارت کی ہے، ان میں سے بعض محدثین کی گواہیاں امام اعظمؒ کی تابعیت سے متعلق محدثین کی تصریحات کے ضمن میں گزر چکی ہیں، اور ان میں سے بعض محدثین کی گواہیاں آگے ہم نقل کر رہے ہیں۔ ان شاء اللہ تعالیٰ۔

الغرض، امام صاحبؒ کی صحابہؓ سے ملاقات ہونا ہر قسم کے شک و شبہ سے بالا ہے، البتہ محدثین کا اس میں اختلاف ہے کہ آپ نے جن صحابہؓ سے ملاقات کی ہے ان کی تعداد کتنی ہے؟ علامہ امیر ابن ماکولاؒ (م ۴۷۵ھ) کی تحقیق میں آپ نے چار صحابہؓ سے ملاقات کی ہے، چنانچہ وہ آپ کے تذکرہ میں لکھتے ہیں:

یقال انه ادرک اربعة من الصحابة.[1]

کہا جاتا ہے کہ آپ نے چار صحابہؓ سے ملاقات کی ہے۔

علامہ ابن العماد حنبلیؒ (م ۱۰۸۹ھ) نے بعض محدثین کے حوالے سے لکھا ہے کہ:

لقی الامام ابو حنیفة ستة.[2]

امام ابوحنیفہؒ نے چھ صحابہؓ سے ملاقات کی ہے۔

امام ابن حجر مکیؒ (م ۹۷۳ھ) ''شرح مشکوٰۃ'' میں ارقام فرماتے ہیں:

ادرک الامام الاعظم ثمانية من الصحابة.[3]

امام اعظم ابوحنیفہؒ نے آٹھ صحابہؓ سے ملاقات کی تھی۔

۱۔ الاکمال (۴۱۶/۶)

۲۔ شذرات الذہب (۲۲۶/۱)

۳۔ مرقاۃ المفاتیح شرح مشکوٰۃ المصابیح (۷۸/۱) للقاریؒ، تنسیق النظام شرح مسند الامام (ص ۱۰) للعلامۃ محمد حسن سنبھلیؒ

امام محمد علی بن محمد علانؒ شافعیؒ (م ۱۰۵۷ھ) لکھتے ہیں:

وادرک اربعة من الصحابة، بل ثمانية، منهم انس، وعبدالله بن ابی اوفی، وسهل بن سعد وابو الطفيل.[1]

امام ابوحنیفہؒ نے چار بلکہ آٹھ صحابہؓ سے ملاقات کی ہے، ان میں سے بعض یہ ہیں: حضرت انسؓ، حضرت عبداللہ بن ابی اوفیٰؓ، حضرت سہل بن سعدؓ اور حضرت ابوطفیلؓ۔

امام اعظمؒ کی صحابہؓ سے ملاقات کی تفصیل اگلے صفحات پر ملاحظہ کریں۔

۱۔ الفتوحات الربانیۃ (۴۲۲/۱)

(۱) حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ (م ۹۳ھ) سے ملاقات

امام ابوحنیفہؒ نے جن صحابہؓ کے جمال مبارک کا دیدار کیا، ان میں سرِ فہرست نبی انور صلّی اللہ علیہ وسلّم کے خادمِ خاص حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ ہیں۔ امام صاحبؒ نے حضرت انسؓ سے ملاقات کرنے کی خود تصریح فرمائی ہے۔ چنانچہ امام محمد بن سعدؒ (م ۲۳۰ھ) نے اپنی کتاب ''الطبقات'' میں لکھا ہے:

حدثنا ابو الموفق سيف بن جابر قاضى واسط، قال سمعت ابا حنيفة يقول: قدم انس بن مالك الكوفة ونزل النخع، وكان يحضب بالحمرة قد رأيتهٔ مرارا.[۱]

ہم سے ابو الموفق سیف بن جابرؒ قاضی واسط نے بیان کیا ہے کہ میں نے امام ابوحنیفہؒ کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ: حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ کوفہ تشریف لائے اور مقام نخع میں ٹھہرے، آپ نے سرخ رنگ کا خضاب لگایا ہوا تھا اور میں نے آپ کو کئی بار دیکھا ہے۔[۲]

۱۔ تاریخ الاسلام (۹۱۰/۳) للذہبیؒ، عقود الجمان (ص ۴۹) للصالحیؒ

۲۔ اعتراض: حافظ زبیر علی زئی غیر مقلد اس روایت پر اعتراض کرتے ہوئے لکھتے ہیں: اس روایت کا بنیادی راوی سیف بن جابر مجہول الحال ہے۔ اس کی توثیق کسی مستند کتاب میں نہیں ملی، دوسرے یہ روایت ابن سعد کی کتاب ''الطبقات'' میں موجود نہیں۔ (ماہنامہ الحدیث: ش ۱۷، ص ۲۰)

جواب: اس اعتراض کی دونوں شقیں باطل ہیں۔

اوّل: اس لیے کہ سیف بن جابر مجہول الحال نہیں ہیں۔ امام محمد بن خلف وکیعؒ (م ۳۰۶ھ) نے ان کو اہلِ اسلام کے مشہور قاضیوں میں شمار کیا ہے، اور ان کے بارے میں ان کے ہم عصر اہل علم کی جو آراء نقل کی ہیں، ان سے معلوم ہوتا ہے کہ موصوف ایک دیانتدار، بااصول اور مسلمانوں کے خیر خواہ قاضی تھے۔ (اخبار القضاۃ، ص ۶۹۰) نیز امام ذہبیؒ وغیرہ محدثین نے ان کی مذکورہ روایت کی سند کو صحیح قرار دیا ہے، جیسا کہ عنقریب اِن محدثین کی تصریحات ہم نقل کریں گے۔ اور خود زبیر علی زئی نے متعدد مقامات پر یہ تصریح کی ہے کہ اگر کوئی محدث کسی روایت یا اس کی سند کو صحیح یا حسن قرار دے تو اس کا مطلب یہ ہوتا ہے کہ اس کی سند کا ہر ہر راوی اس محدث کے =

محدثِ کبیر امام ابواحمد الحاکم الکبیرؒ (م ۳۷۸ھ) نے امام صاحبؒ کا یہ مذکورہ قول اپنی اس سند کے ساتھ نقل کیا ہے کہ:

حدثنی ابوبکر بن ابی عمرو المعدل[1] ببخاری، حدثنی

= نزدیک ثقہ یا صدوق ہے، اور اس کے بعد اس سند کے کسی راوی کو مجہول کہنا غلط ہوتا ہے۔ (الحدیث: ۳۲/۱۴، نور العینین، ص ۵۳، نصر الباری، ص ۱۷۲، القول المتین، ص ۲۰، وغیرہ) لہٰذا علی زئی کے اعتراض کی شق اوّل کا باطل ہونا خود اُن سے ثابت ہوگیا۔

اسی طرح ان کے اعتراض کی شقِ ثانی بھی باطل ہے، اس لیے کہ امام محمد بن سعدؒ کی ''الطبقات الکبریٰ'' کو اُن سے ان کے متعدد تلامذہ نے روایت کیا ہے، اور اس کتاب کے کم از کم آٹھ نسخے ہیں (مقدمہ الطبقات الکبریٰ: ۱/ ۱۱-۱۳) اس لیے اگر ''الطبقات الکبریٰ'' کے مطبوعہ نسخے میں یہ روایت نہیں ہے تو ممکن ہے یہ روایت کسی دوسرے غیر مطبوعہ نسخے میں ہو، کیونکہ متقدمین کی کتب کے نسخوں میں عموماً اس طرح کی کمی بیشی پائی جاتی ہے۔ خود زبیر علی زئی نے متعدد کتب کی کئی ایسی روایات وعبارات سے استدلال کیا ہے جو کہ ان کتب کے مطبوعہ نسخوں میں نہیں ملتیں، لیکن اس کے باوجود علی زئی نے ان کو محض یہ کہہ کر قبول کرلیا کہ دیگر محدثین (حافظ ابن حجرؒ وغیرہ) نے ان کتب سے یہ روایات وعبارات نقل کی ہیں، اس لیے ان محدثین کی نقل کو ردّ کر دینا محل نظر ہے۔ (دیکھئے ماہنامہ ''الحدیث'' ۱۱/ ۱۹، ۲۱/ ۲۰، ۴۳/ ۷)

یہاں بھی جب حافظ ذہبیؒ، حافظ ابن حجرؒ اور حافظ صالحیؒ وغیرہ مستند محدثین امام محمد بن سعدؒ کی ''الطبقات'' سے یہ روایت نقل کر رہے ہیں، تو پھر علی زئی کس لیے ان کی اس نقل کردہ روایت کو قبول کرنے سے پس وپیش کر رہے ہیں؟

اور اگر یہ تسلیم بھی کرلیں کہ مذکورہ روایت امام محمد بن سعدؒ کی کے کسی نسخے ''الطبقات'' میں موجود نہیں ہے تو بھی اس روایت پر کوئی زد نہیں پڑتی، کیونکہ امام الحاکم الکبیرؒ کی کتاب ''الاسماء والکنٰی'' اور امام عبدالرحمان بن محمد بن فضالہ نیشاپوریؒ کی کتاب ''فضل ابی حنیفۃ'' میں یہ روایت امام محمد بن سعد تک اور اُن سے امام ابوحنیفہؒ تک بسندِ متصل مذکور ہے۔ ان دونوں محدثین کی اسناد اوپر متن میں ذکر ہورہی ہیں۔

۱۔ اعتراض: حافظ زبیر علی زئی غیر مقلد نے مذکورہ سند کے پہلے راوی (ابوبکر بن ابی عمرو المعدلؒ) پر اعتراض کرتے ہوئے لکھا ہے کہ: اس کی توثیق نامعلوم ہے، لہٰذا یہ سند ابن سعدؒ سے ثابت نہیں ہے۔ (ماہنامہ الحدیث: ش ۱۷، ص ۳۰) جواب: یہ امام الحاکم الکبیرؒ کے استاذ ہیں، اور امام موصوف نے ان کو یہاں صراحتاً ''اَلْمُعَدَّلُ'' قرار دیا ہے، جو کہ باقرار علمائے غیر مقلدین =

ابوبکر عبداللّٰہ بن محمد[1] بن خالد القاضی الرازی الحبال، قال حدثنی عبداللّٰہ بن محمد[2] بن عبید اللّٰہ القرشی المعروف بابن ابی الدنیا، نامحمد بن سعد[3] الھاشمی صاحب الواقدی، نابو الموفق سیف بن جابر قاضی واسط، قال سمعت ابا حنیفۃ یقول:....[4]

اسی طرح امام ابوعلی عبدالرحمٰن بن محمد بن احمد بن فضالہ نیشاپوری صیرفیؒ (م ۴۲۵ھ

= ان کی توثیق کو مستلزم ہے۔ چنانچہ نامور غیر مقلد عالم مولانا ارشاد الحق اثری نے بحوالہ امام سمعانیؒ (م ۵۶۲ھ) لکھا ہے: اَلْمُعَدَّلُ اس راوی کا نام ہے جس کی تعدیل اور تزکیہ بیان ہوا ہو اور اس کی شہادت مقبول ہو۔ (مقالات: ۲/ ۲۶۸، ۲۶۹)

نیز مولانا اثری نے زبیر علی زئی (جنہوں نے اسی طرح کے ایک اور راوی پر بھی یہی اعتراض کیا تھا) کے رد میں لکھا ہے: اَلْمُعَدَّلُ کسی ضعیف کا لقب نہیں بلکہ اس کا لقب ہے جو عادل اور قابل قبول ہو، تو اس کی عدالت اور توثیق کا انکار محض مُجادَلہ ہے۔ (ایضاً)

نیز اس سند کے بعد اس روایت کی جو دوسری سند مذکور ہے، اس میں ابوسلیمان محمد بن سلیمان بن یزید الدلّالؒ (م ۳۸۶ھ)، ابوبکر المعدّلؒ کے متابع موجود ہیں، جو کہ امام ابویعلیٰ خلیلیؒ (م ۴۴۶ھ) وغیرہ محدثین کے مُعتَمَد علیہ استاذ ہیں۔ (دیکھئے ''الارشاد فی معرفۃ علماء الحدیث: ص ۳۱۹، ت ۷۰۷، التدوین فی اخبار قزوین: ۱/ ۲۹۸)

۱۔ امام ابوسعد عبدالکریم بن محمد سمعانیؒ (م ۵۶۲ھ) ان کے تذکرہ میں لکھتے ہیں: واحادیث ابی بکر مستقیمۃ. (کتاب الانساب: ۲/ ۱۷، مادۃ الحبال) امام ابوبکر رازی الحبالؒ کی روایت کردہ احادیث درست ہیں۔ نیز دیکھئے: التدوین فی اخبار قزوین (۳/ ۲۴۴)

۲۔ یہ نامور صاحب التصانیف محدث ہیں۔ امام ابوحاتم رازیؒ (م ۲۷۷ھ) اور اُن کے صاحبزادے امام عبدالرحمان بن ابوحاتم رازیؒ (م ۳۲۷ھ) دونوں ان کے تلامذہ میں سے ہیں۔ امام ابوحاتمؒ نے ان کو صدوق قرار دیا ہے۔ (الجرح والتعدیل: ۵/ ۱۶۳)

۳۔ یہ ''الطبقات الکبریٰ'' وغیرہ کتب کے مصنف اور ثقہ محدث ہیں۔ حافظ ذہبیؒ (م ۷۴۸ھ) نے ان کے ترجمہ کا آغاز اِن الفاظ سے کیا ہے: الحافظ، العَلّامۃ، اَلْحُجَّۃ...... (سیر اعلام النبلاء: ۱۰/ ۶۶۴)

۴۔ کتاب الاسامی والکنی (۴/ ۱۷۶)

تقریباً) علامہ خطیب بغدادیؒ (م ۴۶۳ھ) وغیرہ محدثین کے استاذ اور بلند پایہ حافظ الحدیث اور کثیر الحدیث مُحدث ہیں،[1] موصوف بھی اپنی کتاب ''فضل ابی حنیفہ رضی اللہ عنہ'' میں امام صاحبؒ کے اس قول کو درج ذیل سند کے ساتھ نقل کرتے ہیں:

انبأ ابو سلیمان ابن یزید الدلال بقزوین، ثنا ابوبکر عبداللّٰہ بن محمد بن خالد الرازی، حدثنی عبداللّٰہ بن محمد بن عبدالقرشی، ثنا محمد بن سعد الهاشمی صاحب الواقدی، حدثنی ابو الموفق سیف بن جابر قاضی واسط، سمعت ابا حنیفة یقول:...[2]

اِس سند اور سابق سند دونوں کے راوی ایک ہی ہیں، سوائے پہلے راوی کے، کہ وہاں پہلے راوی ابوبکر اَلْمُعَدَّلُ تھے، جب کہ یہاں ابوسلیمان الدلاّل ہیں، اور یہ سب راوی ثقہ و قابلِ اعتماد ہیں، جیسا کہ سابق سند کے ذیل میں تفصیل گزر چکی ہے۔

محدثین کرام نے امام صاحبؒ کے اس قول کی سند کو صحیح قرار دیا ہے، چنانچہ مؤرخ الشام امام محمد بن یوسف صالحیؒ (م ۹۴۲ھ) لکھتے ہیں:

وصَحَّحُوا رؤیاہ لانس بن مالک.[3]

ائمہ حدیث امام ابوحنیفہؒ کی حضرت انسؓ کو دیکھنے والی روایت کو صحیح قرار دیتے ہیں۔

اس روایت کو صحیح قرار دینے والے محدثین میں محدث ناقد حافظ شمس الدین ذہبیؒ (م ۷۴۸ھ) بھی ہیں، چنانچہ موصوف امام صاحبؒ کے مناقب میں لکھتے ہیں:

فانه صح انه رأی انس بن مالک اذ قدمها انس رضی اللّٰہ عنه، قال محمد بن سعد: حدثنا سیف بن جابر انه سمع ابا

۱۔ دیکھئے التدوین فی اخبار قزوین (۳/۱۵۲،۱۵۳)، تاریخ الاسلام (۹/ ۴۸۶، ۴۸۷) للذہبیؒ، تاریخ بغداد (ص ۵، ج ۳۵۳، ترجمہ احمد بن موسیٰ بن العباس)

۲۔ التدوین فی اخبار قزوین (۳/۱۵۲،۱۵۳)

۳۔ عقود الجمان (ص ۶۲)

حنیفة یقول: رأیت انسا رضی اللّٰہ عنه.[۱]

صحیح سند کے ساتھ ثابت ہے کہ امام ابوحنیفہؒ نے حضرت انس رضی اللہ عنہ کو دیکھا تھا جب حضرت انسؓ کوفہ تشریف لائے تھے، جیسا کہ امام محمد بن سعدؒ فرماتے ہیں کہ ہم سے سیف بن جابرؒ نے بیان کیا کہ میں نے خود امام ابوحنیفہؒ کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ میں نے حضرت انس رضی اللہ عنہ کو دیکھا تھا۔

نیز ذہبیؒ لکھتے ہیں:

والمحفوظ انه رأی انس بن مالک لما قدم علیهم الکوفة.[۲]

یہ روایت محفوظ (صحیح) ہے کہ امام ابوحنیفہؒ نے حضرت انسؓ کو دیکھا تھا جب وہ ان کے پاس کوفہ تشریف لائے تھے۔

شیخ الاسلام حافظ ابن حجر عسقلانیؒ (م ۸۵۲ھ) اپنے ''فتاویٰ'' میں ارقام فرماتے ہیں:

وقد روی ابن سعد بسند لابأس به ان الامام ابا حنیفة رضی اللّٰہ عنه رأی انس بن مالک رضی اللّٰہ عنه.[۳]

امام محمد بن سعدؒ نے قابل اعتبار سند کے ساتھ روایت کیا ہے کہ امام ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ نے حضرت انس رضی اللہ عنہ کو دیکھا تھا۔

امام محمد بن یوسف صالحیؒ (م ۹۴۲ھ) اور امام ابن حجر مکیؒ (م ۹۷۳ھ) ارقام فرماتے ہیں:

وصح کما قال الحافظ الناقد ابو عبداللّٰہ الذهبی انه رأی انس بن مالک رضی اللّٰہ عنه.[۴]

۱۔ مناقب الامام ابی حنیفة وصاحبیه (ص ۷، ۸)　　۲۔ سیر اعلام النبلاء (۳۸۷/۳)

۳۔ تبییض الصحیفة (ص ۲۵)، عقود الجمان (ص ۵۰)

۴۔ عقود الجمان (ص ۴۹)، الخیرات الحسان (ص ۴۷)

امام ابوحنیفہؒ کی حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ کو دیکھنے والی روایت صحیح ہے جیسا کہ حافظ ناقد ابوعبداللہ ذہبیؒ نے فرمایا ہے۔

امام مرعی بن یوسف حنبلیؒ (م۱۰۳۳ھ) نے بھی تصریح کی ہے کہ:

صح رؤياه لانس بن مالك.[1]

امام ابوحنیفہؒ کا حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ کو دیکھنا صحیح روایت سے ثابت ہے۔

محدثین کی ان تصریحات سے یہ بالکل واضح ہو گیا کہ امام محمد بن سعدؒ کی نقل کردہ روایت، جس میں امام ابوحنیفہؒ نے حضرت انس رضی اللہ عنہ کو متعدد مرتبہ دیکھنے کی تصریح فرمائی ہے، وہ سند کے اعتبار سے بالکل صحیح ہے۔

نیز ایک روایت میں ہے کہ امام اعظم رحمہ اللہ نے فرمایا:

رأيت انس بن مالك في المسجد قائمًا يصلي.[2]

میں نے حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ کو مسجد میں نماز پڑھتے ہوئے بحالتِ قیام دیکھا ہے۔

اس روایت کی سند بھی قابلِ حجت ہے۔ امام ابونعیم اصفہانیؒ (م۴۳۰ھ) وغیرہ محدثین نے اس روایت کو درج ذیل سند سے روایت کیا ہے:

حدثنا محمد بن عمر البراء، ثنا احمد بن موسٰى بن عمران مِنْ كتابهٖ، ثنا محمد بن سعد، ثنا ابى، ثنا ابويوسف عن ابى حنيفة يقول......

اس سند کے پہلے راوی امام محمد بن عمر الجعابیؒ (م۳۵۵ھ) ہیں، جو کہ امام حاکم نیشاپوری (م۴۰۵ھ) وغیرہ محدثین کے استاذ ہیں۔ امام حاکمؒ نے ان سے متعدد احادیث روایت کی ہیں۔ مثلاً وہ ان سے ایک حدیث روایت کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

۱۔ تنویر بصائر المقلدین فی مناقب الائمۃ المجتہدین (ص۵۲)

۲۔ مسند الامام ابی حنیفۃ (ص۲۴) لابی نعیمؒ، مناقب ابی حنیفۃ (ص۲۷) للمکیؒ

حدثنی القاضی ابوبکر محمد بن عمر بن سالم ابن الجعابی الحافظ الاوحد.[1]

یہ حدیث مجھ سے قاضی ابوبکر محمد بن عمر بن سالم ابن الجعابیؒ جو کہ یکتائے روزگار حافظ الحدیث ہیں، نے روایت کی ہے۔

نامور محدث امام دارقطنیؒ (م ۳۸۵ھ) بھی امام جعابیؒ کے شاگرد ہیں، وہ بھی ان کے بارے میں گواہی دیتے ہیں کہ:

مَا سَمِعْتُ فیه اِلّا خیرًا.[2]

میں نے ان کے بارے میں سوائے خیر کے کچھ بھی نہیں سنا۔

نیز امام دارقطنیؒ فرماتے ہیں کہ جو شخص بھی ان پر جھوٹ بولنے کی تہمت لگاتا ہے وہ خود دروغ گو ہے۔[3]

حافظ ذہبیؒ (م ۷۴۸ھ) نے ان کے ترجمہ کا آغاز ان الفاظ سے کیا ہے:

الحافظ البارع، العلّامة......[4]

نیز ان کے متعلق لکھتے ہیں: **الحافظ البارع، فرید زمانه......**[5]

اس سند کے دوسرے راوی ابوبکر احمد بن موسیٰ بن عمرانؒ ہیں، جو کہ غالباً مشہور قاری اور ثقہ حافظ الحدیث امام ابوبکر احمد بن موسیٰ بن عباسؒ (م ۳۲۴ھ) ہیں، اور یہ بتصریح علامہ خطیب بغدادیؒ (م ۴۶۳ھ): امام ابوبکر جعابیؒ کے استاذ اور محمد بن سعد العوفیؒ کے شاگرد ہیں۔[6] جیسا کہ یہاں یہ راوی محمد بن سعد العوفیؒ سے روایت کر رہا ہے، اور اس سے امام جعابیؒ روایت کر رہے ہیں۔ نیز ان دونوں کی کنیت، نام اور ولدیت سب ایک جیسے ہیں، البتہ دادا کے نام میں اختلاف ہے، قاری موصوف کے دادا کا نام عباس، جبکہ یہاں روایت میں عمران مذکور ہے، جو کہ کسی راوی کی تصحیف یا کتابت کی غلطی ہوسکتی ہے۔

۱۔ المستدرک علی الصحیحین (۳/۱۷۲، ح ۵۰۶۴)

۲۔ تاریخ بغداد (۳/۲۴۱)　　۳۔ سوالات الحاکم للدارقطنیؒ (ص ۳۸، ت ۳۵)

۴۔ سیر اعلام النبلاء (۱۶/۸۸)　　۵۔ تذکرۃ الحفاظ (۳/۹۲)

۶۔ تاریخ بغداد (۵/۳۵۲)

اور اگر یہ راوی قاری موصوف کے علاوہ کوئی اور شخص ہیں، تو پھر ہمیں ان کی توثیق معلوم نہیں ہے، لیکن ان کے نامعلوم التوثیق ہونے سے ان کی روایت کی صحت پر کوئی خاص فرق نہیں پڑتا، کیونکہ یہ تیسری صدی کے بعد کے راوی ہیں، اور بتصریح امام جعابیؒ: انہوں نے یہ روایت اپنی کتاب سے بیان کی ہے۔ اور حافظ زبیر علی زئی غیر مقلد نے معروف غیر مقلد عالم شیخ احمد محمد شاکرؒ (م ۱۳۷۷ھ) کے حوالے سے لکھا ہے کہ:

> عدالت راوی کی سابقہ شرائط متقدمین میں دقت (باریکی) کے ساتھ تلاش کی جاتی ہیں، رہے تیسری صدی ہجری کے بعد والے متأخرین تو ان کا مسلمان بالغ عاقل اور علانیہ فسق و بداخلاقی سے محفوظ ہونا کافی ہے۔ اس کا سماع اپنے استاذ سے ثابت ہو، اور وہ قابل اعتماد اصل (نسخہ) سے روایت بیان کرتا ہو۔[1]

اور چونکہ اس راوی (احمد بن موسیٰؒ) پر کوئی جرح معلوم نہیں ہے، اور نہ ہی اس کا فسق اور بداخلاقی میں مبتلا ہونا ثابت ہے۔ نیز یہ اپنی اصل کتاب سے مذکورہ روایت بیان کر رہا ہے، اور اس نے اپنے استاذ سے ''ثنا'' کہہ کر سماع کی بھی تصریح کر دی ہے۔ نیز اس کی روایت کی تائید سابقہ روایت سے بھی ہو رہی ہے، لہٰذا اس کی یہ روایت قابل حجت ہے، اور اس کی توثیق نامعلوم ہونا مضر نہیں ہے۔

تیسرے راوی محمد بن سعد العوفیؒ (م ۲۷۶ھ) ہیں، جن کے بارے میں امام دار قطنیؒ (م ۳۸۵ھ) فرماتے ہیں:

> انه لَا بأسَ بهٖ. (ان میں کوئی خرابی نہیں ہے)[2]

امام حاکم نیشاپوریؒ (م ۴۰۵ھ) نے ان سے متعدد روایات لی ہیں، اور ان کی اسناد کو صراحتاً صحیح قرار دیا ہے۔ اور امام ذہبیؒ (م ۷۴۸ھ) نے اس پر امام حاکمؒ کی موافقت کی ہے۔[3]

۱۔ ماہنامہ الحدیث (۵۵/ ۴۸) بحوالہ الباعث الحثیث (ص ۱۱۱)

۲۔ سوالات الحاکم للدارقطنی (ص ۱۳۹، ت ۱۷۸)

۳۔ مثلاً دیکھئے المستدرک مع الحاشیہ (ح ۳۲۶۴۷، ۳۵۳۴، ۴۶۱۵، ۷۰۴۶، ۷۲۲۶)

چوتھے راوی محمد بن سعدؒ کے والد سعد بن محمد بن الحسن العوفیؒ ہیں، امام حاکمؒ و امام ذہبیؒ نے ان کی بھی متعدد روایات کو صحیح قرار دیا ہے۔[۱] جب کہ پانچویں راوی امام ابو یوسفؒ (م ۱۸۲ھ) ہیں، جو کہ صرف ثقہ ہی نہیں، بلکہ اَوثَقُ (انتہائی اعلیٰ درجہ کے ثقہ) ہیں۔[۲]

الغرض، یہ روایت بھی قابل حجت اور قابل استدلال ہے۔

پس جب خود امام اعظمؒ کی زبانی یہ ثابت ہو گیا کہ آپ نے حضرت انس رضی اللہ عنہ کی کئی بار زیارت کی تھی تو اس کے بعد امام صاحبؒ کی حضرت انسؓ سے ملاقات ثابت کرنے کے لیے ہمیں کوئی اور دلیل پیش کرنے کی ضرورت نہیں رہتی، کیونکہ خود امام صاحبؒ کا اپنا بیان اس سلسلے میں حرفِ آخر اور سب سے بڑی دلیل ہے۔ تاہم امام صاحبؒ کے بیان کی تائید و استشہاد میں ہم یہاں بعض نامور محدثین کے اقوال بھی پیش کر دیتے ہیں، تاکہ یہ مسئلہ مزید نکھر کر قارئین کے سامنے آجائے۔

۱۔ مثلاً دیکھئے المستدرک مع الحاشیہ (ح ۵۰۵۲، ۲۲۶)

۲۔ تفصیل کے لیے دیکھئے ہماری کتاب: تلامذۂ امام اعظم ابوحنیفہؒ کا محدثانہ مقام (ص ۱۳۸-۱۹۱)

امام اعظمؒ کی حضرت انسؓ سے ملاقات پر محدثین کی تصریحات

محدثین کی ایک بہت بڑی تعداد نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے امام صاحبؒ کی رؤیت و ملاقات کا اقرار کیا ہے، چنانچہ ان محدثین میں سے ایک امام محمد بن سعدؒ (م۲۳۰ھ) بھی ہیں، جو کہ قدیم مؤرخ ہیں، جیسا کہ امام ابن عبد البرؒ (م۴۶۳ھ) وغیرہ محدثین نے ان سے نقل کیا ہے۔[1]

امام دارقطنیؒ (م۳۸۵ھ) بھی امام صاحبؒ سے تعصب وعناد رکھنے کے باوجود کھلم کھلا حضرت انسؓ سے آپ کی رؤیت کا اقرار کرتے ہیں، چنانچہ امام ابن الجوزیؒ (م۵۹۷ھ)، امام سیوطیؒ (م۹۱۱ھ) اور امام علی بن محمد بن علی بن عراق الکنانیؒ (م۹۶۳ھ) وغیرہ محدثین نے امام موصوف کے شاگرد رشید امام حمزہ سہمیؒ (م۴۲۷ھ) سے نقل کیا ہے کہ:

سمعت الدارقطني يقول: لم يلق ابو حنيفة احدًا من الصحابة الا انه رأى انس بعينه.[2]

میں نے امام دارقطنیؒ کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ امام ابوحنیفہؒ نے صحابہؓ میں سے کسی شخص سے ملاقات نہیں کی، البتہ آپ نے حضرت انس رضی اللہ عنہ کو اپنی آنکھوں سے ضرور دیکھا ہے۔

۱۔ جامع بیان العلم وفضلہ (۱/۴۵)

۲۔ العلل المتناهية (۱/ ۱۲۸) لابن الجوزیؒ، تبییض الصحیفۃ (ص۲۴) للسیوطیؒ، ذیل اللآلی المصنوعۃ (ص۱۱۰) للسیوطیؒ، تنزیہ الشریعۃ المرفوعۃ (۱/۲۷۱) لابن عراقؒ

امام دارقطنیؒ کے استاذ امام محمد بن عمر الجعابیؒ (م ۳۵۵ھ) بھی تصریح کرتے ہیں کہ امام اعظم رحمہ اللہ نے حضرت انس رضی اللہ عنہ کو دیکھا ہے۔[۱]

امام ابواحمد الحاکم الکبیرؒ (م ۳۷۸ھ) نے بھی امام صاحبؒ کے ترجمہ میں لکھا ہے:

يقال رأى ابا حمزة انس بن مالك النجارى بالكوفة حين نزوله اياها.[۲]

کہا جاتا ہے کہ امام ابوحنیفہؒ نے حضرت ابوحمزہ انس بن مالک نجاری رضی اللہ عنہ کو کوفہ میں دیکھا تھا، جب حضرت انسؓ کوفہ تشریف لائے تھے۔

مشہور صاحب التصانیف محدث امام ابوبکر بیہقیؒ (م ۴۵۸ھ) نے بھی امام صاحبؒ کی حضرت انس رضی اللہ عنہ سے ملاقات کی تصریح کی ہے۔[۳]

امام ابونعیم اصفہانیؒ (م ۴۳۰ھ) صاحبِ ''حِلیۃُ الاولیاء'' کی بھی یہی رائے ہے کہ امام ابوحنیفہؒ نے حضرت انسؓ کو دیکھا تھا۔[۴]

امام خطیب بغدادیؒ (م ۴۶۳ھ) بھی امام صاحبؒ کے ترجمہ میں یہ اقرار کرتے ہیں کہ:

رأى انس بن مالك.[۵]

آپ نے حضرت انس رضی اللہ عنہ کو دیکھا ہے۔

شیخ الاسلام امام ابن عبدالبر مالکیؒ (م ۴۶۳ھ) ارقام فرماتے ہیں:

قيل انه رأى انس بن مالك.[۶]

۱۔ مسند الامام الاعظمؒ (۲/۴۹۷) للبلخیؒ

۲۔ کتاب الاسامی والکنی (۴/۱۷۵)

۳۔ المدخل الی السنن الکبریٰ (۱/۱۶۰)

۴۔ مسند الامام ابی حنیفۃ (ص ۲۴) لابی نعیمؒ

۵۔ تاریخ بغداد (۱۳/۳۲۵)

۶۔ کتاب الاستغناء فی معرفۃ المشہورین من حملۃ العلم بالکنی (۱/۵۷۲)

کہا جاتا ہے کہ امام ابو حنیفہؒ نے حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ کو دیکھا تھا۔

امام یحییٰ بن ابراہیم سلماسیؒ (م ۵۵۰ھ) رقمطراز ہیں:

ورأى انس بن مالک.[۱] کہ امام ابو حنیفہؒ نے حضرت انسؓ کو دیکھا ہے۔

امام ابو سعد سمعانیؒ (م ۵۶۲ھ) نے بھی امام صاحبؒ کے ترجمہ میں تصریح کی ہے:

رأى انس بن مالک.[۲]

امام ابو حنیفہؒ نے حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ کا دیدار کیا ہے۔

امام ابن الجوزیؒ (م ۵۹۷ھ) بھی یہ اقرار کرتے ہیں کہ:

رأى انس بن مالک.[۳]

امام ابو حنیفہؒ نے حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ کو دیکھا ہے۔

نامور صاحب التصانیف محدث امام ابو زکریا بن شرف نوویؒ (م ۶۷۶ھ) امام اعظمؒ کے ترجمہ میں ارقام فرماتے ہیں:

رأى انس بن مالک.[۴]

آپ نے حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ کو دیکھا تھا۔

مؤرخ کبیر امام سبط ابن الجوزیؒ (م ۶۵۴ھ) بھی امام اعظمؒ رحمہ اللہ کی حضرت انس رضی اللہ عنہ سے ملاقات کا اقرار کرنے والوں میں سے ہیں۔[۵]

نیز امام عبد الغنی مقدسیؒ (م ۶۰۰ھ) اور امام شہاب الدین قسطلانیؒ (م ۹۴۳ھ) بھی حضرت انس رضی اللہ عنہ سے امام صاحبؒ کی ملاقات کرنے کی تصدیق کرتے ہیں۔[۶]

۱۔ منازل الائمۃ الاربعۃ (ص ۸۰)

۲۔ کتاب الانساب (۲/۲۹۰، مادۃ الرأی)

۳۔ المنتظم فی تاریخ الملوک والامم (۸/۱۲۹)

۴۔ الاسماء واللغات (۲/۲۶۰)

۵۔ الانتصار والترجیح للمذہب الصحیح (ص ۱۹، ۲۰)

۶۔ تانیب الخطیب (ص ۱۵) للامام الکوثریؒ

استاذ المحدثین امام ابوالحجاج مزیؒ (م ۷۴۲ھ) نے بھی امام اعظمؒ کے ترجمہ میں لکھا ہے:

رأى انس بن مالك.[۱]

آپ نے حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ کو دیکھا ہے۔

جلیل المرتبت محدث امام ابوالمحاسن محمد بن علی العلوی الحسینیؒ (م ۷۶۵ھ) بھی امام اعظم کے ترجمہ میں لکھتے ہیں:

رأى انس بن مالك.[۲]

آپ نے حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ کو دیکھا ہے۔

مؤرخ اسلام امام ابن کثیرؒ (م ۷۷۴ھ) آپ کے ترجمہ میں ارقام فرماتے ہیں:

ورأى انس بن مالك، قيل وغيره.[۳]

امام ابوحنیفہؒ نے حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ کو دیکھا ہے، اور یہ بھی کہا جاتا ہے کہ آپ نے حضرت انس رضی اللہ عنہ کے علاوہ دیگر صحابہؓ کو بھی دیکھا ہے۔

نیز موصوف نے امام اعظمؒ کے تعارف میں یہ بھی لکھا ہے:

فقيه اهل العراق، واحد اركان العلماء، رأى انس بن مالك، قيل وجماعة آخرين من الصحابة.[۴]

امام ابوحنیفہؒ جو کہ اہلِ عراق کے فقیہ اور علماء کے ارکان (ستونوں) میں سے ہیں، آپ نے حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ کو دیکھا ہے، اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ آپ نے حضرت انس کے علاوہ دیگر صحابہؓ کی ایک جماعت کو بھی

۱۔ تہذیب الکمال (۱۰۲/۱۹)

۲۔ التذکرة بمعرفة رجال الکتب العشرة (۱۷۷۲/۳)

۳۔ البدایة والنہایة (۸۶/۷)

۴۔ التکمیل فی الجرح والتعدیل (۳۷۵/۱)

دیکھا ہے۔

محدث ناقد امام شمس الدین ذہبیؒ (م ۷۴۷ھ) ارقام فرماتے ہیں:

رأى انسا.[1]

امام ابو حنیفہؒ نے حضرت انس رضی اللہ عنہ کا دیدار کیا ہے۔

امام ولی الدین عراقیؒ (م ۸۲۶ھ) اپنے ایک فتویٰ میں امام صاحبؒ کے بارے میں یہ تصریح کرتے ہیں کہ:

وقد رأى انس بن مالک.[2]

امام ابو حنیفہؒ نے حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ کو یقیناً دیکھا ہے۔

امام برہان الدین ابراہیم بن محمد بن خلیل حلبیؒ المعروف بہ ''سبط ابن العجمیؒ'' (م ۸۴۱ھ)، امام اعظمؒ کے ترجمہ میں ارقام فرماتے ہیں:

رأى ابو حنيفة انسا.[3]

امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ نے حضرت انس رضی اللہ عنہ کو دیکھا تھا۔

شیخ الاسلام امام ابن حجر عسقلانیؒ (م ۸۵۲ھ) بھی یہ اقرار کرتے ہیں کہ:

رأى انسا.[4]

امام ابو حنیفہؒ نے حضرت انس رضی اللہ عنہ کو دیکھا تھا۔

امام محمد بن ابراہیم الوزیرؒ (م ۸۴۰ھ) نے لکھا ہے:

ورأى انس بن مالک خادم رسول اللّٰه صلّى اللّٰه عليه وسلّم

۱۔ تذہیب تہذیب الکمال (۹/ ۲۲۵)، الکاشف (۳/ ۱۹۱)، العبر (۱/ ۱۶۴)، دول الاسلام (۱/ ۱۴۰)

۲۔ تبییض الصحیفۃ (ص ۲۴)

۳۔ نہایۃ السؤل فی رجال الستۃ الاصول بحوالہ مکانۃ الامام ابی حنیفۃؒ فی الحدیث (ص ۱۰۱) للعلامۃ عبد الرشید النعمانیؒ

۴۔ تہذیب التہذیب (۵/ ۶۲۹)

مرتین.[۱]

امام ابوحنیفہؒ نے رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم کے خادم حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ کو دومرتبہ دیکھا ہے۔

شارح بخاری امام بدرالدین عینیؒ (م ۸۵۵ھ) رقمطراز ہیں:

کان ابوحنیفة مِن سادَاتِ التابعین، رأی انس بن مالک لا یشک فیه الاحاسد او جاهل.[۲]

امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ تابعین کے سرداروں میں سے تھے، آپ نے حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ کو دیکھا تھا، اس میں شک کرنے والا حاسد یا جاہل ہی ہوسکتا ہے۔

امام جلال الدین سیوطیؒ (م ۹۱۱ھ) رقمطراز ہیں:

رأی انسا.[۳]

امام ابوحنیفہؒ نے حضرت انس رضی اللہ عنہ کو دیکھا تھا۔

مؤرخ امام ابن العماد حنبلیؒ (م ۱۰۸۹ھ) امام صاحبؒ کے ترجمہ میں ارقام فرماتے ہیں:

رأی انسًا وغیره.[۴]

آپ نے حضرت انسؓ اور دیگر کئی صحابہؓ کو دیکھا ہے۔

محدثِ جلیل عبدالقادر قرشیؒ (۷۷۵ھ)، محدث الشام امام محمد بن یوسف صالحیؒ (م ۹۴۲ھ)، شارح مشکوٰۃ امام ابن حجر مکیؒ (م ۹۷۳ھ)، علّامۃ الدّہر امام مرعی بن یوسف حنبلیؒ (م ۱۰۳۳ھ) اور عالیؔ السند محدث امام احمد بن عبدالمنعم الدمنہوریؒ (م ۱۱۹۲ھ) بھی

۱۔ الروض الباسم (۳۱۲/۱)

۲۔ مقدمۃ مغانی الاخیار فی شرح رجالِ شرحِ معانی الآثار (قلمی، ورقہ ۴۲۹)

۳۔ طبقات الحفاظ (ص ۸۰)

۴۔ شذرات الذہب (۲۲۶/۱)

یہ اقرار کرتے ہیں کہ امام ابوحنیفہؒ نے حضرت انس رضی اللہ عنہ کی زیارت کی تھی۔[1]

مجددِ قرن دہم امام ملا علی قاریؒ (م۱۰۱۴ھ) تابعی کی تعریف کے ذیل میں ارقام فرماتے ہیں:

وبہٖ یندرج الامام الاعظم فی سلک التابعین، فانه رأی انس بن مالک وغیره من الصحابة علٰی ما ذکره الشیخ الجزری فی "اسماء رجال القراء" والامام التوربشتی فی "تحفة المسترشدین" وصاحب "کشف الکشاف" فی سورة المؤمنین، وصاحب "مرآة الجنان" وغیرهم من العلماء المتبحرین، فمن نفی انه تابعی، فاما من التتبع القاصر، او التعصب الفاتر.[2]

اس تعریف کی رُو سے امامِ اعظم ابوحنیفہؒ کو تابعین کے زمرے میں شمار کیا جاتا ہے، کیونکہ آپ نے حضرت انس اور دیگر کئی صحابہ رضی اللہ عنہم کی زیارت کی ہے، جیسا کہ شیخ محمد جزریؒ (م۸۱۴ھ) نے اپنی کتاب "اَسمَاءُ رِجَالِ القُرَّاء" (غَایَةُ النِّهَایَةِ فِی طَبَقَاتِ القُرَّاء: ۳۴۲/۲) میں، امام فضل اللہ توربشتیؒ (م۶۶۱ھ) نے اپنی کتاب "تحفۃ المسترشدین" میں، صاحب کشف الکشاف (امام عمر بن عبدالرحمٰن فارسی قزوینیؒ: م۷۴۵ھ) نے "سورہ مؤمنون" کی تفسیر میں، صاحب "مرآۃ الجنان" (امام عبداللہ یافعیؒ: م۷۶۸ھ) نے "مرآۃ الجنان" (۱/ ۳۰۹، ۳۱۰) میں، اور دیگر کئی علمائے تبحرین نے اس کی تصریح کی ہے۔ پس جس شخص نے بھی آپ کے تابعی ہونے کا انکار کیا ہے اُس نے یا تو اپنی ناقص معلومات سے دھوکہ کھایا ہے، یا پھر وہ اپنے فتنہ پرداز تعصب کا شکار ہوا ہے۔

۱۔ الجواہر المضیئۃ (۱/ ۲۸)، عقود الجمان (ص ۴۹)، الخیرات الحسان (ص ۴۷)، تنویر بصائر المقلدین (ص۵۲)، اتحاف المہتدین (ص۵۳)

۲۔ شرح شرح نخبۃ الفکر (ص۵۹۶)

امام اعظمؒ کی حضرت انسؓ سے متعدد بار ملاقات

امام اعظمؒ کی یہ بھی بہت بڑی خوش نصیبی ہے کہ آپ نے صرف ایک بار نہیں بلکہ کئی بار حضرت انس رضی اللہ عنہ کے جمال مبارک کی زیارت کرکے اپنی آنکھیں روشن کی ہیں۔ جیسا کہ خود آپ کا اپنا بیان صحیح سند کے ساتھ پہلے نقل ہو چکا ہے۔ اور دیگر کئی محدثین بھی اس کا اقرار کرتے ہیں۔

مثلاً حافظ العصر امام محمد بن احمد بن عبدالہادی مقدسی حنبلیؒ (م۷۴۴ھ) نے امام صاحبؒ کے حالات میں لکھا ہے کہ:

ورأى انس بن مالك خادم رسول الله صلّى الله عليه وسلّم و صاحبه غير مرة لما قدم عليهم الكوفة.[1]

آپ نے نبی صلّی اللہ علیہ وسلّم کے خادم اور صحابی حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ کو کئی بار دیکھا ہے جب وہ ان کے ہاں کوفہ تشریف لایا کرتے تھے۔

محدث ناقد امام شمس الدین ذہبیؒ (م۷۴۸ھ) بھی آپ کے ترجمہ میں یہ تصریح کرتے ہیں:

رأى انس بن مالك غير مرة لما قدم عليهم الكوفة.[2]

امام ابوحنیفہؒ نے حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ کی متعدد دفعہ زیارت کی ہے، جب وہ کوفہ میں فروکش ہوئے۔

محدث ومؤرخ امام صلاح الدین صفدیؒ (م۷۶۴ھ) نے تصریح کی ہے کہ:

رأى انس بن مالك غير مرة بالكوفة، قاله ابن سعد.[3]

امام ابوحنیفہؒ نے حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ کو کوفہ میں بار بار دیکھا

۱۔ مناقب الائمۃ الاربعۃ (ص ۵۸)، طبقات علماء الحدیث (۱/۲۶۱)

۲۔ تذکرۃ الحفاظ (۱/۱۲۶)، تاریخ الاسلام (۳/۹۹۰)

۳۔ الوافی بالوفیات (۱۶/۷۴)، الاخبار العلیّات من الوافی بالوفیات (۲/۱۹۲)

ہے، جیسا کہ امام محمد بن سعدؒ نے فرمایا ہے۔

محدث الشام امام شمس الدین محمد بن ابوبکر دمشقیؒ المعروف بہ ''ابن ناصر الدینؒ'' (م ۸۴۲ھ) امام اعظمؒ کے ترجمہ میں رقمطراز ہیں:

رأى الامام انس بن مالک غیر مرة لما قدم علیهم الکوفة.[1]

امام (ابوحنیفہؒ) نے حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ کو متعدد بار دیکھا ہے، جب وہ ان کے ہاں کوفہ تشریف لایا کرتے تھے۔

مؤرخِ شہیر امام ابن تغری بردیؒ (م ۸۷۴ھ) بھی یہ تصریح کرتے ہیں کہ:

ورأى انس بن مالک الصحابی غیر مرة بالکوفة لما قدمها انس.[2]

امام ابوحنیفہؒ نے صحابیِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ کو اُن کے زمانۂ قدومِ کوفہ میں کئی بار دیکھا ہے۔

۱۔ التبیان لبدیعۃ البیان (۱/۳۶۹)

۲۔ النجوم الزاہرۃ فی ملوک مصر والقاہرۃ (۲/۱۷)

(۲) حضرت عبداللہ بن ابی اوفیٰ رضی اللہ عنہ (م ۸۸ھ) سے ملاقات

حضرت عبداللہ بن ابی اوفیٰ رضی اللہ عنہ اُن صحابہؓ میں سے ہیں جن کو خلیفہ راشد حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے تعلیمِ دین کے لیے کوفہ روانہ کیا تھا۔ آپ کوفہ آ کر یہیں سکونت پذیر ہو گئے اور اپنی زندگی کے بقیہ ایام یہیں دین کی نشر و اشاعت میں صرف کر دیے۔ آپ کا انتقال ۸۷ ہجری، یا ۸۸ ہجری یا اس کے بعد ہوا، اور آپ وہ صحابی ہیں جو کوفہ میں مقیم صحابہؓ میں سب سے آخر میں فوت ہوئے۔[1]

شیخ احمد محمد شاکرؒ (م ۱۳۷۷ھ) ارقام فرماتے ہیں:

هو عبداللّٰه بن ابی اوفٰی، مات بالکوفة سنة ۸۶، وقیل: سنة ۸۷، وقیل سنة ۸۸.[2]

حضرت عبداللہ بن ابی اوفیٰ رضی اللہ عنہ بمقام کوفہ ۸۶ ہجری، یا ۸۷ ہجری، یا ۸۸ ہجری میں فوت ہوئے۔

امام اعظم ابوحنیفہؒ بھی چونکہ کوفی ہیں، اور حضرت عبداللہ بن ابی اوفیٰ رضی اللہ عنہ کی وفات کے وقت امام صاحبؒ کی عمر کم از کم سات یا آٹھ سال تھی، اس لیے آپ کو ان سے بھی ملاقات کرنے کا موقع مل گیا۔ جیسا کہ خود آپ سے بسندِ متصل منقول ہے کہ آپ نے فرمایا:

لَقِیتُ عَبْدَاللّٰہِ ابْنَ اَبِیْ اَوْفٰی.[3]

میں نے حضرت عبداللہ بن ابی اوفیٰ رضی اللہ عنہ سے ملاقات کی ہے۔

الشیخ، الامام، ناصر السنۃ ابوالمکارم عبداللہ بن حسین نیشاپوریؒ (م ۵۵۲ھ) نے اس قول کی سند کو صحیح قرار دیا ہے۔[4]

۱۔ معرفۃ الصحابۃ (۳/ ۱۰۵)، الاستیعاب (۱۳۰۹)، اسد الغابۃ (۳/ ۱۸۱)، تجرید اسماء الصحابۃ (۱/ ۲۹۹)، الاصابۃ (۴۵۷۳)، تاریخ الصحابۃ (ص ۱۵۵، ت ۷۴۲) لابن حبانؒ

۲۔ شرح الفیۃ السیوطی (ص ۱۱۳)　　۳۔ مناقب ابی حنیفۃ (ص ۳۶) للمکیؒ

۴۔ الرسائل الثلاث الحدیثیۃ (ص ۱۶۹)

محدثین ومؤرخین کی ایک بڑی تعداد نے بھی امام اعظم ابوحنیفہ رحمہ اللہ اور حضرت عبداللہ بن ابی اوفیٰ رضی اللہ عنہ کے درمیان ملاقات کی تصریح کی ہے۔ مثلاً شیخ الاسلام حافظ ابن حجر عسقلانیؒ (م۸۵۲ھ) اپنے ایک فتویٰ میں تصریح کرتے ہیں:

ادرک الامام ابوحنیفۃ جماعۃ من الصحابۃ لانہ ولد فی الکوفۃ سنۃ ثمانین من الھجرۃ، وبھا یومئذ من الصحابۃ عبداللّٰہ بن ابی اوفٰی فانہ مات سنۃ ثمان وثمانین اوبعدھا...[۱]

امام ابوحنیفہؒ نے صحابہ رضی اللہ عنہم کی ایک جماعت سے ملاقات کی ہے، کیونکہ آپ ۸۰ ہجری میں کوفہ میں پیدا ہوئے، اور وہاں صحابہؓ میں سے حضرت عبداللہ بن ابی اوفیٰ رضی اللہ عنہ زندہ تھے، اس لیے کہ ان کی وفات ۸۸ ہجری یا اس کے بعد ہوئی ہے۔

امام شہاب الدین قسطلانیؒ (م۹۳۲ھ) اپنی ''شرح بخاری'' میں ارقام فرماتے ہیں:

ابن ابی اوفی، عبداللّٰہ الصحابی ابن الصحابی، وھو آخر من مات من الصحابۃ بالکوفۃ سنۃ سبع وثمانین، وقد کف بصرہ قبل، وقد رآہ ابوحنیفۃ رضی اللّٰہ عنہ وعمرہ سبع سنین.[۲]

حضرت عبداللہ بن ابی اوفیٰ رضی اللہ عنہ صحابی ہیں، اور آپ ۸۷ ہجری میں کوفہ میں مقیم صحابہ میں سب سے آخر میں فوت ہوئے۔ آپ اپنی وفات سے پہلے بصارت سے محروم ہوگئے تھے۔ امام ابوحنیفہؒ نے ان کی زیارت کی تھی، جب امام صاحبؒ کی عمر سات سال تھی۔

محدثِ جلیل، مؤرخِ کبیر امام بدر الدین عینیؒ (م۸۵۵ھ) اپنی ''شرح بخاری'' میں رقمطراز ہیں:

عبداللّٰہ بن ابی اوفٰی واسم ابی اوفٰی علقمۃ الاسلمی لہ

۱۔ تبییض الصحیفۃ (ص۲۵)، عقود الجمان (ص۵۰)، الخیرات الحسان (ص۴۸)

۲۔ ارشاد الباری شرح صحیح البخاری (۱/۲۵۹)

ولأبيه صحبة، وهو آخر من مات بالكوفة من الصحابة، وهو مِن جملة من رآه ابو حنيفة من الصحابة.[۱]

حضرت عبداللہ بن ابی اوفیٰ رضی اللہ عنہ خود بھی صحابی ہیں اور ان کے والد حضرت ابو اوفیٰ رضی اللہ عنہ کہ جن کا نام علقمہ اسلمی ہے، کو بھی شرفِ صحبت حاصل ہے۔ اور آپ مِن جُملہ اُن صحابہؓ میں سے ہیں کہ جن کی امام ابوحنیفہؒ نے زیارت کی تھی۔

امام احمد بن عبدالمنعم الدمنہوریؒ (م۱۱۹۲ھ) امام صاحبؒ کے مناقب میں لکھتے ہیں:

فهو مِنَ التابعين على الصحيح، لانه حين اذ ولد بالكوفة، كان مِنَ الصحابة عبدالله بن ابى اوفىٰ.[۲]

آپ صحیح قول کے مطابق تابعین میں سے ہیں، کیونکہ جب آپ کوفہ میں پیدا ہوئے، اس وقت وہاں صحابہؓ میں سے حضرت عبداللہ بن ابی اوفیٰؓ باحیات تھے (جن سے آپ ملاقات کرنے کی وجہ سے شرفِ تابعیت پر فائز ہوئے)۔

امام ابونعیم اصفہانیؒ (م۴۳۰ھ) مؤلف "حِلْيَةُ الْاَوْلِيَاء" اور شارح مشکوٰۃ امام ابن حجر مکیؒ (م۹۷۳ھ) وغیرہ محدثین نے بھی تصریح کی ہے کہ امام ابوحنیفہؒ نے حضرت عبداللہ بن ابی اوفیٰ رضی اللہ عنہ کی زیارت کی تھی۔[۳]

نیز امام صاحبؒ نے ان سے حدیث کا سماع بھی کیا تھا، جیسا کہ آگے بحوالہ آ رہا ہے، ان شاء اللہ تعالیٰ۔

۱۔ عمدۃ القاری شرح صحیح البخاری (۲۹۳/۱۱، ح۲۰۸۰)

۲۔ اتحاف المہتدین (ص۵۳)

۳۔ مُسند الامام ابی حنیفۃ (ص۲۴) لابی نعیمؒ، الانتصار والترجیح (ص۱۹) لسبط ابن الجوزیؒ، مرقاۃ المفاتیح شرح مشکوٰۃ المصابیح (۷۸/۱) للقاریؒ، تنسیق النظام (ص۱۰) للسنبھلیؒ

(۳) حضرت عبداللہ بن حارث بن جزء رضی اللہ عنہ (م ۹۷ھ) سے ملاقات

آپ کا شمار فتح مصر میں شریک صحابہؓ میں ہوتا ہے۔ آپ مصر فتح ہونے کے بعد یہیں مقیم ہو گئے اور ایک لمبی عمر پانے کے بعد آپ کا انتقال یہیں مصر میں ہوا۔[۱]

حافظ ابن حجر عسقلانیؒ (م ۸۵۲ھ) نے آپ کے ترجمہ میں بحوالہ امام ابوزکریا یحییٰ بن مندہؒ (م ۵۱۱ھ) لکھا ہے:

هو آخر من مات بمصر من الصحابة رضی الله عنهم.[۲]

حضرت عبداللہ بن حارث بن جزء رضی اللہ عنہ وہ صحابی ہیں جو مصر میں رہنے والے صحابہؓ میں سب سے آخر میں فوت ہوئے۔

آپ کے سنِ وفات سے متعلق مؤرخین کا اختلاف ہے، لیکن یہ بات یقینی ہے کہ آپ کی وفات ۸۰ ہجری (امام اعظم کے سنِ ولادت) کے بعد ہوئی، جیسا کہ امام ابن عبدالبرؒ (م ۴۶۳ھ) نے تصریح کی ہے۔[۳]

امام ابوبکر جعابیؒ (م ۳۵۵ھ) جو علمِ حدیث و تاریخ کے عظیم سپوت ہیں، فرماتے ہیں:

مات عبدالله بن الحارث بن جزء الزبيدی سنة سبع و تسعين.[۴]

حضرت عبداللہ بن حارث بن جزء زبیدی رضی اللہ عنہ ۹۷ ہجری میں فوت ہوئے۔

اس اعتبار سے آپ کی وفات کے وقت امام صاحبؒ کی عمر ۱۷ سال تھی۔ امام

۱۔ حسن المحاضرة فی ملوک مصر والقاهرة (۱/۱۷۰) للسیوطیؒ

۲۔ تہذیب التہذیب (۳/۱۱۹)، نیز دیکھئے أسد الغابة (۳/۲۰۵)

۳۔ الاستیعاب فی معرفة الاصحاب (۱۳۳۸)

۴۔ مناقب ابی حنیفة (ص ۲۸) للمکیؒ

صاحبؒ نے مکہ مکرمہ میں آپ کے دیدار کا شرف حاصل کیا تھا۔جیسا کہ امام اعظمؒ کی حضرت عبداللہ بن جزء رضی اللہ عنہ سے سماعت و روایتِ حدیث کے بیان میں خود امام صاحبؒ کے حوالے سے آرہا ہے۔نیز متعدد محدثین نے بھی اس کی گواہی دی ہے۔مثلاً عظیم و نامور محدث امام ابوبکر بیہقیؒ (م ۴۵۸ھ) نے امام اعظمؒ کا تعارف کراتے ہوئے لکھا ہے:

ويقال انه لقى من الصحابه عبدالله بن الحارث بن جزء الزبيدى وانس بن مالك.[1]

کہا جاتا ہے کہ امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ نے صحابہ رضی اللہ عنہم میں سے حضرت عبداللہ بن حارث بن جزء الزبیدی رضی اللہ عنہ اور حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے ملاقات کی تھی۔

شیخ الاسلام امام ابن عبدالبر مالکیؒ (م ۴۶۳ھ) ارقام فرماتے ہیں:

ذكر محمد بن سعد كاتب الواقدى ان ابا حنيفة رأى انس بن مالك وعبدالله بن الحارث بن جزء.[2]

امام محمد بن سعدؒ (م ۲۳۰ھ) کاتب الواقدیؒ نے ذکر کیا ہے کہ امام ابوحنیفہؒ نے حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ اور حضرت عبداللہ بن حارث بن جزء رضی اللہ عنہ کی زیارت کی تھی۔

امام ابونعیم اصفہانیؒ (م ۴۳۰ھ) نے حضرت عبداللہ بن حارث رضی اللہ عنہ کے متعلق تصریح کی ہے کہ:

لقيه بمكة.[3]

امام ابوحنیفہؒ نے مکہ مکرمہ میں ان سے ملاقات کی تھی۔

امام ابن حجر مکیؒ (م ۹۷۳ھ) نے بھی حضرت عبداللہ بن حارث رضی اللہ عنہ سے امام

۱۔ المدخل الی السنن الکبریٰ (۱/۱۶۰)

۲۔ جامع بیان العلم وفضلہ (۱/۴۵)

۳۔ مُسند الامام ابی حنیفہؒ (ص ۲۵) لابی نعیم

صاحبؒ کی ملاقات ہونے کی تصریح کی ہے۔[1]

نیز امام ابو حنیفہؒ نے سولہ سال کی عمر میں مکہ مکرمہ میں ان سے حدیث بھی سنی تھی، کَمَا سَیَاتِی تَفْصِیْلُه اِنْ شاء اللّٰه تعالیٰ.

(۴) حضرت ابوالطفیل عامر بن واثلہ رضی اللہ عنہ (م ۱۱۰ھ) سے ملاقات

حضرت عامر بن واثلہ رضی اللہ عنہ وہ صحابی ہیں جو کہ تمام صحابہؓ میں سب سے آخر میں فوت ہوئے، جیسا کہ پہلے بحوالہ محدثین ومؤرخین گزرا ہے۔

یہ بھی مِن جُملہ اُن صحابہؓ میں سے ہیں کہ جن کی زیارت سے امام ابو حنیفہؒ مشرف ہوئے۔ چنانچہ امام حسین بن علی صیمریؒ (م ۴۳۶ھ) اور امام یحییٰ بن ابراہیم سلماسیؒ (م ۵۵۰ھ) نے امام ابوبکر ہلال بن محمد رائےؒ (م ۳۷۹ھ)، جو ایک جلیل المرتبت فقیہ و محدث ہیں،[2] سے نقل کیا ہے کہ:

> وقد ادرک ابو حنیفة من الصحابة ایضا عبداللّٰه بن ابی اوفٰی واباالطفیل عامر بن واثلة وهما صحابیان.[3]
>
> امام ابو حنیفہؒ نے جن صحابہ کو پایا ہے، ان میں سے یہ دو صحابی حضرت عبداللہ بن ابی اوفی رضی اللہ عنہ اور حضرت ابوالطفیل عامر بن واثلہ رضی اللہ عنہ بھی ہیں۔

امام ابن حجر مکیؒ (م ۹۷۳ھ) کی تصریح کے مطابق بھی امام صاحبؒ نے حضرت ابو طفیل رضی اللہ عنہ سے ملاقات کی ہے۔[4]

۱۔ مرقاۃ المفاتیح (۱/۷۸)، تنسیق النظام (ص ۱۰)

۲۔ ان کے حالات کے لیے دیکھیے: سیر اعلام النبلاء (۱۶/۳۳۹)، الجواہر المضیئۃ (۲/۲۰۶، ۲۰۷)

۳۔ اخبار ابی حنیفۃ واصحابہ (ص ۱۸)، منازل الائمۃ الاربعۃ (ص ۸۰)

۴۔ مرقاۃ المفاتیح (۱/۷۸)، تنسیق النظام شرح مسند الامام (ص ۱۰)

(۵) حضرت سہل بن سعد رضی اللہ عنہ (م ۹۱ھ) سے ملاقات

حضرت سہلؓ کا نام حزن (جس کا معنی غم ہے) تھا۔ جب یہ مشرف بہ اسلام ہوئے تو رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم نے ان کا نام حزن سے بدل کر سہل (جس کا معنی آسان ہے) کر دیا۔ انہوں نے تقریباً ایک سو سال عمر پانے کے بعد وفات پائی۔ اور بعض علماء کی تصریح کے مطابق مدینہ منورہ میں مقیم صحابہؓ میں یہ سب سے آخر میں فوت ہوئے۔

ان کے سنِ وفات کے بارے میں بھی مؤرخین کا اختلاف ہے۔ بعض مؤرخین کے نزدیک ان کی وفات ۸۸ ہجری میں ہوئی، جبکہ زیادہ تر مؤرخین کے خیال میں ان کا سنِ وفات ۹۱ ہجری ہے۔[1]

امام محمد بن سعدؒ (م ۲۳۰ھ) نے ان کے ترجمہ میں تصریح کی ہے:

سهل بن ساعد مات بالمدينة سنة احدى وتسعين وهو ابن مئة سنة.[2]

حضرت سہل بن ساعد رضی اللہ عنہ مدینہ منورہ میں ۹۱ ہجری کو فوت ہوئے، اور اُس وقت آپ کی عمر سو سال تھی۔

امام اعظم ابوحنیفہؒ نے ان کے جمالِ مبارک کی بھی زیارت کا شرف حاصل کیا ہے۔ جیسا کہ محدث جلیل امام ابن حجر مکیؒ (م ۹۷۳ھ) نے اپنی ''شرح مشکوٰۃ'' میں تصریح کی ہے کہ:

ادرک الامام الاعظم ثمانية من الصحابة فمنهم انس وعبدالله بن ابی اوفی وسهل بن سعد وابو الطفيل.[3]

امام اعظم ابوحنیفہؒ نے آٹھ صحابہؓ سے ملاقات کی ہے، جن میں حضرت انس

۱۔ دیکھئے: معرفۃ الصحابۃ (۲/۴۴۴، ۴۴۵) لابی نعیمؒ

۲۔ الطبقات الصغیر (۱/۱۲۵)

۳۔ مرقاۃ المفاتیح (۱/۷۸) للقاریؒ، تنسیق النظام شرح مسند الامام (ص ۱۰) للسنبھلیؒ

رضی اللہ عنہ، حضرت عبداللہ بن ابی اوفٰی رضی اللہ عنہ، حضرت سہل بن سعد رضی اللہ عنہ اور ابوالطفیل واثلہ بن اسقع رضی اللہ عنہ شامل ہیں۔

(۶) حضرت عبداللہ بن انیس رضی اللہ عنہ سے ملاقات

امام اعظم ابوحنیفہؒ نے جن صحابہؓ سے ملاقات کی ہے اُن میں سے ایک حضرت عبداللہ بن انیس رضی اللہ عنہ بھی ہیں۔ امام صاحبؒ نے ۹۴ ہجری میں ان سے ملاقات کی تھی، جب حضرت عبداللہ بن انیسؓ کوفہ میں وارد ہوئے تھے۔[1]

مؤرخِ اسلام علامہ ابن العماد حنبلیؒ (م ۱۰۸۹ھ) نے امام اعظمؒ کے ترجمہ میں لکھا ہے کہ:

نظم بعضهم من لقى من الصحابة فقال:

لقى الامام ابوحنيفة ستة　　من صحب طٰه المصطفٰى

انسا وعبدالله نجل انيسهم　　وسميه ابن الحارث الكرار

وزاد ابن اوفٰى وابن واثلة الرضى　　وضمم اليهم معقل بن يسار[2]

امام ابوحنیفہؒ نے جن صحابہؓ سے ملاقات کی ہے اُن کے ناموں کو بعض علماء نے ایک نظم میں جمع کر دیا ہے۔ چنانچہ وہ فرماتے ہیں (جس کا مفہوم یہ ہے): امام ابوحنیفہؒ نے چھ اُن اشخاص سے ملاقات کی ہے کہ جنھوں نے حضرت طٰہٰ مصطفٰی صلی اللہ علیہ وسلم کی صحبت اٹھائی ہے۔ وہ چھ اصحاب یہ ہیں: (۱) حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ، (۲) حضرت عبداللہ بن انیس رضی اللہ عنہ، (۳) حضرت عبداللہ بن حارث بن جزء رضی اللہ عنہ، (۴) حضرت عبداللہ بن ابی اوفٰی رضی اللہ عنہ، (۵) حضرت عامر بن واثلہ رضی اللہ عنہ، (۶) حضرت معقل بن یسار رضی اللہ عنہ۔

ملحوظ رہے کہ عبداللہ بن انیس نام کے پانچ صحابہؓ ہیں۔ اب یہ واضح نہیں کہ امام اعظمؒ

۱۔ مناقب ابی حنیفۃ (ص ۳۱) للمکیؒ

۲۔ شذرات الذہب (۲۲۶/۱)

نے ان پانچ صحابہؓ میں سے کس سے ملاقات کی تھی؟ ان پانچ میں سب سے زیادہ مشہور حضرت عبداللہ بن انیس الجہنی رضی اللہ عنہ ہیں کہ جن کا انتقال امام صاحبؒ کی ولادت (۸۰ ہجری) سے بہت پہلے ہوگیا تھا۔

امام جلال الدین سیوطیؒ (م ۹۱۱ھ) کی رائے میں امام ابوحنیفہؒ نے اس نام کے جس صحابی سے ملاقات کی تھی وہ مشہور صحابی حضرت عبداللہ بن انیس الجہنی رضی اللہ عنہ کے علاوہ کوئی اور عبداللہ بن انیس نام کے صحابیؓ ہیں۔ اس کی مزید تفصیل ان شاء اللہ العزیز امام اعظمؒ کی صحابہؓ سے سماعتِ حدیث کے بیان میں آئے گی۔

دیگر بعض صحابہؓ سے ملاقات

حضرت امام صاحبؒ مذکورہ چھ صحابہؓ کے علاوہ دیگر بعض صحابہؓ کی زیارت سے بھی مشرف ہوئے ہیں۔ مثلاً:

۱۔ حضرت معقل بن یسار رضی اللہ عنہ

۲۔ حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ

۳۔ حضرت عمرو بن حریث رضی اللہ عنہ

۴۔ حضرت عائشہ بنت عجرد رضی اللہ عنہا

۵۔ حضرت عبداللہ بن ابی حبیبہ رضی اللہ عنہما

آپ نے ان پانچ صحابہؓ سے ملاقات کرنے کے علاوہ ان سے احادیث کا سماع بھی کیا ہے۔ کَمَا سَیَاتِیْ تَفْصِیلُہٗ.

امامِ اعظمؒ کی صحابہؓ سے سماعت وروایتِ حدیث

حضرت امام صاحبؒ کو جیسے یہ فضیلت حاصل ہے کہ آپ نے متعدد صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے جمالِ مبارک کی زیارت کی ہے، ایسے ہی آپ کا یہ اعزاز بھی ہے کہ آپ نے صحابہؓ میں سے کئی حضرات سے نبی انور صلّی اللہ علیہ وسلّم کی احادیث سُن کر اُن کو روایت بھی کیا ہے۔ مؤرخ الشام امام محمد بن یوسف صالحی شافعیؒ (م ۹۴۲ھ) ارقام فرماتے ہیں:

انه رأى بعض الصحابة وسمع مِنهم.[1]

امام ابوحنیفہؒ نے بعض صحابہؓ کو دیکھا ہے اور ان میں سے بعض حضرات سے احادیث کا سماع بھی کیا ہے۔

مجددِ قرن دہم حضرت ملا علی قاریؒ (م ۱۰۱۴ھ) تحریر کرتے ہیں:

وقد ثبت رُؤيتهُ لبعض الصحابة، واختلف فى روايتهٖ عنهم والمعتمد ثبوتها.[2]

امام ابوحنیفہؒ کا بعض صحابہؓ کو دیکھنا ثابت ہے، البتہ آپ کا صحابہؓ سے روایتِ حدیث کرنا مختلف فیہ ہے۔ لیکن قابلِ اعتماد بات یہ ہے کہ آپ کا صحابہؓ سے روایت کرنا ثابت ہے۔

امام ابوالمؤید محمد بن محمود خوارزمیؒ (م ۶۵۵ھ) امام صاحبؒ کے ترجمہ میں ارقام فرماتے ہیں:

مِن مناقبه وفضائله التى لم يشاركه فيها احد بعده انه روى عَن اصحاب رسول اللّٰه صلّى اللّٰه عليه وسلّم، فان العلماء

۱۔ عقود الجمان (ص ۱۸۰)

۲۔ ذیل الجواہر المضیۃ (۲/۴۵۳)، الأثمارُ الجنيَّة فِى اَسمَاءِ الحنفيّة (ص ۴۹)

اتفقوا فی ذلک و ان اختلفوا فی عددهم، فمنهم من قال انهم ستة وامرأة، ومنهم من قال خمسة وامرأة، ومنهم من قال سبعة وامرأة.[۱]

امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے وہ مناقب وفضائل کہ جن میں آپ کے بعد آنے والے ائمہ میں سے کوئی بھی امام شریک نہیں ہے، ان میں سے ایک یہ بھی ہے کہ آپ نے رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم کے کئی صحابہ رضی اللہ عنہم سے احادیث کی روایت کی ہے، اس پر تمام علماء (احناف) کا اتفاق ہے، اگرچہ ان صحابہؓ کی تعداد میں یہ باہم مختلف ہیں، چنانچہ آپ نے جن صحابہؓ سے روایت کی ہے، بعض علماء کے نزدیک وہ چھ صحابہؓ اور ایک صحابیہؓ ہیں، اور بعض کے نزدیک یہ پانچ صحابہؓ اور ایک صحابیہؓ ہیں، اور بعض کے نزدیک سات صحابہؓ اور ایک صحابیہؓ ہیں۔

شارح بخاری امام بدرالدین عینیؒ (م ۸۵۵ھ، کہ جن کو ان کے شاگردِ رشید امام سخاویؒ (م ۹۰۲ھ) نے ''رئیس المؤرخین'' قرار دیا ہے)[۲] نے بھی یہ ثابت کیا ہے کہ امام اعظم ابوحنیفہؒ نے سات صحابہ؛ حضرت انس بن مالک، حضرت جابر بن عبداللہ، حضرت عبداللہ بن حارث بن جزء، حضرت عبداللہ بن انیس، حضرت عبداللہ بن ابی اوفیٰ، حضرت واثلہ بن اسقع اور حضرت عائشہ بنت عجرد رضی اللہ عنہم سے احادیث کا سماع کیا تھا۔[۳]

امام عینیؒ کے اس مؤقف کو اگرچہ ان کے شاگرد امام قاسم بن قطلوبغاؒ (م ۸۷۹ھ) نے ردّ کیا ہے، لیکن شارح مشکوٰۃ امام ابن حجر مکیؒ (م ۹۷۳ھ) نے امام عینیؒ کے مؤقف کو درست قرار دیتے ہوئے ان کے مؤقف کی تائید میں لکھا ہے:

وقاعدة المحدثين اَن راوى الاتصال مقدم علىٰ راوى

۱۔ جامع المسانید (۱/۲۲)

۲۔ اِعلان بالتّوبیخ لِمَنْ ذَمَّ التَاریخ (ص ۵۵)

۳۔ مقدمۃ مغانی الاخیار فی شرحِ رجالِ شرحِ معانی الآثار (قلمی، ورقہ ۴۳۰)

الارسال والانقطاع لان معه زيادة علم تؤيد ما قاله العينى، فاحفظ ذلک فانه مهم.[۱]

محدثین کا یہ قاعدہ ہے کہ (سند کو) متصل بیان کرنے والا راوی اُس راوی پر فوقیت رکھتا ہے کہ جو اُس کو مرسل اور منقطع بیان کر رہا ہے، اس لیے کہ اُس (متصل بیان کرنے والے) کے پاس زیادہ علم ہے۔ یہ قاعدہ امام بدر الدین عینیؒ کے بیان کردہ مؤقف کی تائید کرتا ہے۔ تم اس بات کو یاد رکھو، کیونکہ یہ ایک اہم نکتہ ہے۔

مؤرخ اسلام حافظ ابن کثیرؒ (م ۷۷۴ھ) نے امام صاحبؒ کے ترجمہ میں لکھا ہے:

وذكر بعضهم انه روى عَن سبعة من الصحابة.[۲]

بعض محدثین نے ذکر کیا ہے کہ امام ابوحنیفہؒ نے سات صحابہؓ سے روایت حدیث کی ہے۔

آپ نے جن سات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے احادیث روایت کی ہیں وہ شارح طحاوی، حافظ عبد القادر قرشیؒ (م ۷۷۵ھ) کی تصریح کے مطابق یہ ہیں:

۱۔ حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ

۲۔ حضرت عبد اللہ بن حارث بن جزء الزبیدی رضی اللہ عنہ

۳۔ حضرت عبد اللہ بن انیس رضی اللہ عنہ

۴۔ حضرت واثلہ بن اسقع رضی اللہ عنہ

۵۔ حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ

۶۔ حضرت معقل بن یسار رضی اللہ عنہ

۷۔ حضرت عائشہ بنت عجرد رضی اللہ عنہا[۳]

۱۔ الخیرات الحسان (ص ۵۵)

۲۔ البدایۃ والنہایۃ (۸۶/۷)، التکميل فى الجرح والتعديل (۳۷۵/۱)

۳۔ الجواہر المضیئۃ (۲۸/۱)

محدث جلیل امام محمد علی بن محمد علان شافعیؒ (م ۱۰۵۷ھ) امام اعظمؒ کے تذکرے میں تصریح کرتے ہیں:

وقد نظم بعضهم اسماءَ بعضِ مَن روى عنها الامام ابوحنيفة مِنَ الصحابة، فَقالَ:

ابوحنيفة زين التابعين رَوٰى عَن جابر وابن جزء والرضا انس

ومعقل وحريثي وواثلة وبنت عجرد، عِلْمَ الطيبيّين قَبَسُ[1]

امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ نے جن صحابہ رضی اللہ عنہم سے روایتِ حدیث کی ہے، ان کے ناموں کو بعض اہل علم نے اپنی نظم میں جمع کر دیا ہے۔ اس نظم کا مفہوم یہ ہے کہ امام ابوحنیفہؒ جو زینتِ تابعین ہیں، انہوں نے اِن درج ذیل صحابہؓ سے روایت کی ہے۔

(۱) حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ، (۲) حضرت عبداللہ بن حارث بن جزء الزبیدی رضی اللہ عنہ، (۳) حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ، (۴) حضرت معقل بن یسار رضی اللہ عنہ، (۵) حضرت عمرو بن حُریث رضی اللہ عنہ، (۶) حضرت واثلہ بن اسقع رضی اللہ عنہ، (۷) حضرت عائشہ بنت عجرد رضی اللہ عنہا۔

یہاں ان دونوں بیانات میں چھ صحابہؓ کے نام مشترک ہیں۔ البتہ ساتویں صحابی کے متعلق اختلاف ہے، حافظ عبدالقادر قرشیؒ نے اس ساتویں صحابی کا نام حضرت عبداللہ بن انیسؓ ذکر کیا ہے، جب کہ حافظ ابن علانؒ کے بیان میں اس ساتویں صحابی کا نام حضرت عمرو بن حریثؓ ہے۔ نیز ماقبل امام بدرالدین عینیؒ کے حوالے سے امام اعظمؒ کے جن سات مشائخ صحابہؓ کے اسماء ذکر ہوئے ہیں، ان میں ساتویں صحابی کا نام حضرت عبداللہ بن ابی اوفیٰ رضی اللہ عنہ مذکور ہے۔ اس طرح ان تینوں بیانات کو جمع کیا جائے تو وہ صحابہؓ کہ جن سے امام اعظم ابوحنیفہ رحمہ اللہ نے حدیث کا سماع کیا ہے، ان کی تعداد نو ہو جاتی ہے۔

۱۔ الفتوحات الربانیۃ علی الاذکار النوویۃ (۱/۴۲۲، ۴۲۳)

نیز اِن نو صحابہؓ کے علاوہ آپ نے حضرت عبداللہ بن ابی حبیبہ رضی اللہ عنہ سے بھی احادیث نبویہ کا سماع کیا تھا۔ اِن دس صحابہؓ سے امام صاحبؒ کی سماعت و روایتِ حدیث کی تفصیل اگلے صفحات پر ملاحظہ کریں۔

(۱) حضرت انسؓ سے سماعت وروایت حدیث

امام اعظم ابوحنیفہؒ کی یہ کتنی بڑی خوش نصیبی ہے کہ آپ نے رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم کے خادمِ خاص حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ کی متعدد بار زیارت بھی کی ہے، اور اُن سے رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم کی کئی احادیثِ مبارکہ سُن کر آگے اُن کو روایت بھی کیا ہے۔ چنانچہ امام ابونعیم فضل بن دکینؒ (م۲۱۹ھ) اور امام یحییٰ بن ابراہیم سلماسیؒ (م۵۵۰ھ)، حضرت انس رضی اللہ عنہ سے امام صاحبؒ کی سماعتِ حدیث کی تصریح کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

توفّی ابوحنیفة سنة خمسین ومائة، ورأی انس بن مالک سنة خمس وتسعین وسمع منه.[۱]

امام ابوحنیفہؒ نے ۱۵۰ ہجری میں انتقال فرمایا، اور آپ نے حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ کو ۹۵ ہجری میں دیکھا تھا اور اُن سے حدیث کا سماع کیا تھا۔

امام ابونعیم اصفہانیؒ (م۴۳۰ھ) صاحبِ ''حِلیۃُ الاولیاء'' ارقام فرماتے ہیں:

ذکر من رأی مِنَ الصحابة وروی عنهم انس بن مالک، وعبداللّٰه بن الحارث بن جزء الزبیدی، ویقال: عبداللّٰه بن ابی اوفٰی الاسلمی رضی اللّٰه عنهم.[۲]

امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ نے جن صحابہ کو دیکھا ہے، اور اُن سے حدیث کی روایت کی ہے، وہ یہ ہیں: حضرت انس بن مالک، حضرت عبداللہ بن حارث بن جزء زبیدی، اور کہا جاتا ہے کہ حضرت عبداللہ بن ابی اوفٰی اسلمی

۱۔ اخبار ابی حنیفۃ واصحابہ (ص ۱۸) للصیمریؒ، مناقب ابی حنیفۃ (ص ۲۸) للمکیؒ، منازل الائمۃ الاربعۃ (ص۸۰) للسلماسیؒ

۲۔ مُسند الامام ابی حنیفۃ (ص۲۴) لابی نعیمؒ، الانتصار والترجیح (ص ۱۹) لسبط ابن الجوزیؒ

بھی ان میں سے ہیں۔ رضی اللہ عنہم۔

امام ابوبکر محمد بن عمر الجعابیؒ (م ۳۵۵ھ) جو امام دار قطنیؒ اور امام حاکمؒ وغیرہ جیسے مشاہیر محدثین کے استاذ ہیں، یہ عظیم محدث بھی امام ابوحنیفہؒ کی حضرت انسؓ سے رؤیت اور روایتِ حدیث کی تصریح کرنے والوں میں سے ہیں، جیسا کہ ان کا بیان آگے بحوالہ آ رہا ہے۔ ان شاء اللہ!

امام صاحبؒ نے حضرت انسؓ سے جو احادیث سننے کے بعد روایت بھی کی ہیں، اُن میں سے بعض احادیث یہ ہیں:

حدیث (۱) طَلَبُ الْعِلْمِ فَرِيْضَةٌ عَلٰى كُلِّ مُسْلِمٍ.[۱]

ترجمہ: علم حاصل کرنا ہر مسلمان پر فرض ہے۔

حدیث (۲) اِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ اِغَاثَةَ اللَّهْفَانِ.[۲]

ترجمہ: اللہ تعالیٰ فریاد خواہ کی مدد کرنے کو پسند کرتا ہے۔

حدیث (۳) اَلدَّالُ عَلَى الْخَيْرِ كَفَاعِلِهٖ.[۳]

ترجمہ: نیکی کی طرف بلانے والا نیکی کرنے والے کی طرح ہے۔

حدیث (۴) **مَنْ تَفَقَّهَ فِيْ دِيْنِ اللّٰهِ كَفَاهُ اللّٰهُ هَمَّهٗ وَرَزَقَهٗ مِنْ حَيْثُ لَا يَحْتَسِبُ.**[۴]

۱۔ مُسند الامام ابی حنیفۃ (ص ۲۴) لابی نعیمؒ، مُسند الامام الاعظم (۱/۱۷۳، رقم الحدیث: ۳، ۴، ۷، ۹، ۱۰) لابن خسروؒ، مناقب ابی حنیفۃ (۳۰) للمکیؒ، التدوین فی اخبار قزوین (۱/۲۹۰)

۲۔ مسند الامام الاعظم (۱/۱۷۴، ۱۷۵، رقم الحدیث: ۳، ۶) لابن خسروؒ، اخبار ابی حنیفۃ واصحابہ (ص ۱۸) للصیمریؒ، مناقب ابی حنیفۃ (ص ۲۸) للمکیؒ، الانتصار والترجیح (ص ۲۲) لسبط ابن الجوزیؒ، معجم شیوخ الابرقوہی (ص ۵۲، ۵۳)

۳۔ مسند الامام الاعظمؒ (۱/۱۷۴، ۱۷۵، رقم الحدیث ۵، ۸) لابن خسروؒ، جامع المسانید (۱/۸۵) للخوارزمیؒ، اخبار ابی حنیفۃؒ واصحابہ (ص ۱۸) للصیمریؒ

۴۔ مسند الامام الاعظمؒ (۱/۱۷۳، رقم الحدیث: ۲) لابن خسروؒ، التدوین فی اخبار قزوین (۳/۲۶۰، ۲۶۱) للرافعیؒ

ترجمہ: جو شخص دین میں تفقہ حاصل کرتا ہے، اللہ تعالیٰ اس کے غم کی کفایت کرتے ہیں، اوراس کو ایسی جگہ سے رزق دیتے ہیں کہ جہاں سے اس کو گمان بھی نہیں ہوتا۔

یہ مذکورہ چار مرفوع احادیث ہیں، یعنی ان کو امام صاحبؒ نے حضرت انسؓ کے واسطے سے رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم سے روایت کیا ہے۔ جب کہ اگلی دو موقوف احادیث ہیں، کہ ان میں آپ نے حضرت انسؓ کے خود اپنے ارشادات نقل کیے ہیں:

حدیث(۵) عَنْ اَبِیْ حَنِیْفَةَ قَالَ: کَانَ عُلَمَاؤُنَا کُلُّهُمْ یَقُوْلُوْنَ فِیْ سَجْدَتَیِ السَّهْوِ اِنَّهُمَا بَعْدَ السَّلَامِ وَیُتَشَهَّدُ فِیْهِمَا وَیُسَلَّمُ. قَالَ حَمَّادُ بْنُ اَبِیْ سُلَیْمَانَ: هٰکَذَا یُفْتِیْ اَنَسٌ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ. قَالَ اَبُوْحَنِیْفَةَ سَأَلْتُ اَنَسَ بْنَ مَالِکٍ فَقَالَ هٰکَذَا.[1]

ترجمہ: امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ سے منقول ہے کہ آپ نے فرمایا: ہمارے تمام علماء اس بات کے قائل ہیں کہ سہو کے دونوں سجدے سلام پھیرنے کے بعد کیے جائیں۔ امام حماد بن ابی سلیمانؒ (استاذ امام ابوحنیفہؒ) کا قول ہے کہ حضرت انس رضی اللہ عنہ بھی یہی فتویٰ دیا کرتے تھے۔ امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ میں نے خود حضرت انس رضی اللہ عنہ کو یہ فتویٰ دیتے ہوئے سنا ہے۔

حدیث(۶) عَنْ اَنَسِ بْنِ مَالِکٍ قَالَ: کَأَنِّیْ اَنْظُرُ اِلٰی لِحْیَةِ اَبِیْ قُحَافَةَ کَاَنَّهَا ضَرَامُ عَرْفَجٍ.[2]

ترجمہ: حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ انہوں نے فرمایا کہ: میں گویا حضرت ابوقحافہ رضی اللہ عنہ (والد ماجد حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ) کی داڑھی کو دیکھ رہا ہوں کہ جیسے وہ عرفج (ایک درخت جو نرم زمین میں اُگتا ہے) کی گوند ہے۔

واضح رہے کہ ان چھ احادیث کی سند میں ایک راوی ابوالعباس احمد بن محمد بن مغلس الحمانیؒ (م ۳۰۲ھ) ہے۔ یہ امام ابن ماجہؒ (م ۲۷۳ھ) صاحب السنن کے شیخ امام جبّارہ بن

۱۔ اخبار ابی حنیفة وَاصحابہ (ص ۱۹) للصیمریؒ، مناقب ابی حنیفة (ص ۲۸، ۲۹) للمکیؒ

۲۔ اخبار ابی حنیفة واصحابہ (ص ۱۹) للصیمریؒ، مناقب ابی حنیفة (ص ۲۹) للمکیؒ

مغلسؒ (م ۲۴۱ھ) کا بھتیجا ہے۔ اگرچہ کئی علماء نے اس پر جرح کی ہے لیکن اس کے اپنے معاصر محدث امام ابن ابی خیثمہؒ (م ۲۷۹ھ) اس کی توثیق کرنے والوں میں سے ہیں۔ چنانچہ انہوں نے اپنے صاحبزادے عبداللہؒ سے فرمایا:

اُکْتُب عَن هٰذا الشيخ يا بنيّ، فانه يكتب معنا فى المجلس منذ سبعين سنة.[۱]

بیٹا! اس شیخ (احمد بن محمد بن مغلسؒ) سے احادیث لکھا کرو، کیونکہ یہ ہمارے ساتھ مجلس میں ستر سال سے احادیث لکھ رہا ہے۔

علامہ خطیب بغدادیؒ (م ۴۶۳ھ) نے بھی محمد بن عمر بن الحسین الزندوردیؒ (م ۳۶۲ھ) کے ترجمہ میں ان کے واسطے سے ایک حدیث کہ جس کو احمد بن محمد بن مغلس الحمانیؒ نے محمد بن سماعہؒ سے، انہوں نے امام ابو یوسفؒ سے، انہوں نے امام ابوحنیفہؒ سے اور انہوں نے حضرت عبداللہ بن حارث بن جزء الزبیدیؓ سے روایت کیا ہے، کو نقل کرنے کے بعد لکھا ہے:

احمد بن محمد الحمانى قرابة جبارة بن مغلس و كان ثقة.[۲]

احمد بن محمد الحمانیؒ جو کہ جبارہ بن مُغلسؒ کے قرابت دار ہیں، ثقہ تھے۔

محدث کبیر امام حاکم نیشاپوریؒ (م ۴۰۵ھ) نے احمد بن محمد الحمانیؒ کو عراق و خراسان کے شیوخ محدثین میں شمار کیا ہے۔[۳]

دراصل احمد بن مغلسؒ پر جرح کرنے والے وہ محدثین (دار قطنیؒ وغیرہ) ہیں جو احناف سے خصوصی بیر رکھتے ہیں۔ انہوں نے امام ابوحنیفہؒ کو جب معاف نہیں کیا تو یہ لوگ آپ کے مناقب نویس (احمد بن مغلسؒ) کو کیسے معاف کر سکتے تھے؟

محدث ناقد علامہ زاہد الکوثریؒ (م ۱۳۷۱ھ) اس کے دفاع میں لکھتے ہیں:

۱۔ تانیب الخطیب (ص ۱۶۷، ۱۶۸)

۲۔ تاریخ بغداد (۳/۲۴۳)

۳۔ معرفۃ علوم الحدیث (ص ۲۸۸)

وفی اسناده علو وفی شیوخه کثرة وقد اخذ عنه اناس لا یحصون وبینهم ائمة اجلة لکن ذنبالرجل انه الف کتابًا فی مناقب ابی حنیفة حینما کان خصوم ابی حنیفة یتمنون ان یصفوا لجوللآبار الذی کانوا حملوه علیٰ تدوین مثالب لابی حنیفة افکا وزورًا. فتحاملوا علی الحمانی هذا لیسقطوا روایاته.[1]

احمد بن محمد بن مغلسؒ کی سند عالی تھی اور اس کے شیوخ بھی کثرت سے تھے، اور اس سے اس قدر لوگوں نے علم حاصل کیا کہ جن کا شمار نہیں ہوسکتا، ان میں سے کئی جلیل القدر ائمہ بھی ہیں۔ لیکن اس شخص کا قصور اتنا ہے کہ اس نے امام ابوحنیفہؒ کے مناقب میں کتاب لکھی ہے۔

چنانچہ اس وقت سے امام ابوحنیفہؒ کے مخالفین کی خواہش ہے کہ وہ (احمد بن علی) الآبار[2] (م ۲۹۰ھ) کے لیے فضاء صاف کردیں کہ جس کو انہوں نے امام ابوحنیفہؒ کے خلاف مثالب (من گھڑت الزامات) لکھنے پر آمادہ کیا ہے، اس لیے ان لوگوں نے حمانیؒ پر بہتان تراشی کی ہے تا کہ وہ اس کی روایات کو ساقط کردیں۔

نیز احمد بن مغلسؒ کے واسطے سے امام اعظمؒ کی حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کردہ اِن چھ احادیث میں سے جو پہلی حدیث (طَلَبُ الْعِلْمِ فَرِيضَةٌ عَلٰى كُلِّ مُسْلِمٍ)

۱۔ تانیب الخطیب (ص ۱۶۸)

۲۔ یہ شخص ''الخیوطی'' سے مشہور ہے۔ (کتاب الانساب: ۲/۲۰۳، اللباب فی تہذیب الانساب: ۱/۳۲۴) امام ابوحنیفہؒ اور آپ کے اصحاب کے خلاف کتبِ تاریخ میں جو من گھڑت اور افسانوی روایات منقول ہیں، ان کا ایک کردار یہ شخص بھی ہے۔ محدث ناقد حافظ ذہبیؒ (م ۷۴۸ھ) نے بھی اس کو من گھڑت حدیث روایت کرنے والا قرار دیا ہے۔ (المغنی فی الضعفاء: ۱/۸۲)، میزان الاعتدال: ۴۸۰)

ہے، یہ ایک اور سند سے بھی مروی ہے۔ چنانچہ محمد بن عبدالملک بن المعانی بن الفضل ابو عبداللہ القزوینیؒ نے اس حدیث کو اپنے والد عبدالملکؒ سے، انہوں نے اپنے والد المعانیؒ سے، انہوں نے اپنے والد الفضلؒ سے، انہوں نے اپنے والد عونؒ سے، انہوں نے اپنے والد المعانیؒ سے، انہوں نے اپنے والد زکریاؒ سے، انہوں نے اپنے والد حبیشؒ سے، انہوں نے اپنے والد معانیؒ سے، انہوں نے امام محمد بن حسن شیبانیؒ سے، انہوں نے امام ابوحنیفہؒ سے، انہوں نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے اور انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کیا ہے۔

یہ محمد بن عبدالملکؒ بتصریح امام عبدالکریم بن محمد الرافعی القزوینیؒ (م ۶۲۳ھ): خود بھی ایک فقیہ، شاعر، ادیب، فاضل، باکمال اور صاحب التصانیف تھے، اور ان کے یہ سب آباؤ اجداد (جن سے انہوں نے یہ حدیث روایت کی ہے) بھی قضات، فضلاء، فقہاء اور موصوف بالخیر تھے۔

جب کہ محمد بن عبدالملکؒ سے یہ حدیث ان کے پوتے قاضی عبدالملک بن احمد بن محمد بن عبدالملکؒ (م ۵۳۴ھ) نے روایت کی ہے، اور امام قزوینیؒ نے اُن کی کتاب سے یہ حدیث نقل کی ہے، اور اپنے متعدد اساتذہ کے واسطے سے بھی ان سے اس حدیث کو روایت کیا ہے۔[1]

قاضی موصوف بھی عظیم المرتبت محدث ہیں، اور امام قزوینیؒ نے ان کے ترجمہ میں ان کی بہت زیادہ تعریف کی ہے۔[2] یہ روایت امام ابوحنیفہؒ نے حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے اگرچہ عَنْ کے صیغہ سے بیان کی ہے، لیکن امام صاحبؒ چونکہ تدلیس سے بالکل پاک ہیں، اور حضرت انس رضی اللہ عنہ سے آپ کو تقریباً پندرہ سال کی معاصرت حاصل ہے، اور اصولِ حدیث کی رُو سے غیر مُدَلِّس راوی کا اپنے مُعاصر سے عَنْ سے روایت کرنا سماع پر محمول ہوتا ہے۔[3] اور اس بات کا اقرار علمائے غیر مقلدین کو بھی ہے۔[4] بالخصوص جب

۱۔ التدوین فی اخبار قزوین (۱/۴۳۷-۴۴۰) ۲۔ ایضاً (۳/۲۶۰-۲۶۸)

۳۔ مثلاً دیکھئے الکفایۃ (ص ۲۹۱) للخطیبؒ، التمہید (۱/ ۴۸، ۴۹) لابن عبدالبرؒ، الموقظۃ فی =

امام اعظمؒ کی حضرت انس رضی اللہ عنہ سے ملاقات ہونا خود آپ کی اپنی زبانی ثابت ہو چکا ہے، اور محدثین کے ایک جمِ غفیر کی اس پر پُر زور شہادتیں بھی موجود ہیں۔ لہٰذا اس صحیح السند روایت سے بھی امام اعظمؒ کا حضرت انسؓ سے سماعت وروایتِ حدیث ثابت ہوجاتا ہے۔

علاوہ ازیں امام ناصر السنۃ عبداللہ بن حسین نیشاپوریؒ (م ۵۵۲ھ) نے امام ابوحنیفہؒ کی سند (جس کو انہوں نے صحیح قرار دیا ہے) سے حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے ایک اور حدیث بھی نقل کی ہے، چنانچہ موصوف اپنی سند متصل کے ساتھ امام صاحبؒ سے ناقل ہیں کہ آپ نے فرمایا:

حدیث (۷) وَلَقِيتُ اَنَسَ بْنَ مَالِكٍ الْاَنْصَارِيَّ وَسَمِعْتُهُ يَقُوْلُ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: مَنْ قَالَ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ خَالِصًا مُخْلِصًا بِهَا قَلْبُهُ دَخَلَ الْجَنَّةَ، وَلَوْ تَوَكَّلْتُمْ عَلَى اللّٰهِ حَقَّ تَوَكُّلِهِ لَرُزِقْتُمْ كَمَا تُرْزَقُ الطَّيْرُ تَغْدُوْ خِمَاصًا وَتَرُوْحُ بِطَانًا۔[۱]

ترجمہ: میں نے حضرت انس بن مالک انصاری رضی اللہ عنہ سے ملاقات کی، اور اُن کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم نے ارشاد فرمایا: جس شخص نے بھی خلوص اور دل کے اخلاص کے ساتھ "لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰه" کہا، وہ جنت میں داخل ہوگا۔ اور اگر تم اللہ تعالیٰ پر اس طرح توکل کرو کہ جس طرح اس پر توکل کرنے کا حق ہے تو تم کو ایسے رزق دیا جائے جیسے پرندوں کو رزق دیا جاتا ہے۔ وہ صبح بھوکے نکلتے ہیں اور شام کو سیر ہوکر لوٹتے ہیں۔

= علمِ مُصْطَلَح الحديث (ص ۴۴، ۴۵) للذہبیؒ، النكت عَلٰى كتاب ابْنِ صَلاح (ص ۲۱۲) لابن حجرؒ، توجيه النظر اِلٰى علمِ اصولِ الاثر (ص ۱۸۸، ۱۸۹) للجزائریؒ

۵۔ دیکھئے توضیح الافکار (۱/۲۹۹) للصنعانی، قواعد التحدیث (ص ۱۲۳) للقاسمیؒ

۱۔ جُزْءُ الْاَحَادِيْثِ السَّبْعَةِ عَنْ سَبْعَةٍ مِّنَ الصَّحَابَةِ الَّذِيْنَ رَوٰى عَنْهُمُ الْاِمَامُ اَبُوْحَنِيْفَةَ، مطبوع درضمن "الرسائل الثلاث الحدیثیۃ" (ص ۱۷۰)، مناقب ابی حنیفۃ (ص ۳۶) للمکیؒ

(۲) حضرت عبداللہ بن حارث بن جزء الزبیدی رضی اللہ عنہ سے سماعت وروایت حدیث

امام اعظم ابوحنیفہؒ نے اس جلیل القدر صحابی سے بھی حدیث سننے اور روایت کرنے کا عظیم شرف حاصل کیا ہے۔ آپ نے مکہ مکرمہ میں ان سے حدیث کا سماع کیا تھا۔ چنانچہ نامور محدث امام ابونعیم اصفہانیؒ (م۴۳۰ھ) مؤلف "حِلْيَةُ الْاَوْلِيَاءُ" حضرت عبداللہ بن حارث زبیدی رضی اللہ عنہ سے امام اعظم ابوحنیفہؒ کی روایتِ حدیث کے ثبوت میں لکھتے ہیں:

له صحبة سكن مصر، لقيه بمكة، وسمع منه، وهو ابن ستة عشر سنة.[1]

حضرت عبداللہ بن حارث بن جزء الزبیدی رضی اللہ عنہ وہ صحابی ہیں، جو کہ مصر میں مقیم تھے، امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ مکہ مکرمہ میں ان سے ملے تھے، اور ان سے حدیث کا سماع کیا تھا، جب امام صاحبؒ کی عمر سولہ سال تھی۔

نیز امام اعظمؒ کی حضرت انس رضی اللہ عنہ سے سماعت وروایت حدیث کے ذیل میں بھی امام ابونعیم اصفہانیؒ کا ایک بیان گزر چکا ہے، جس میں انہوں نے حضرت عبداللہ بن حارث بن جزء الزبیدی رضی اللہ عنہ کو ان تین صحابہؓ میں شمار کیا ہے کہ جن سے امام ابوحنیفہؒ نے روایتِ حدیث کی ہے۔

اسی طرح امام ابونعیم اصفہانیؒ کے استاذ اور محدث کبیر حافظ ابوبکر محمد بن عمر الجعابیؒ (م۳۵۵ھ) نے بھی حضرت عبداللہ بن حارثؓ سے امام صاحبؒ کی روایتِ حدیث کی تصریح کی ہے، چنانچہ امام حسین بن محمد بن خسروؒ (م۵۲۲ھ) ارقام فرماتے ہیں:

ذكر الامام الحافظ ابوبكر محمد بن عمر بن سلم الجعابى فى كتاب جمعه فى ذكر من روى عنه ابوحنيفة رحمه الله من الصحابة او رآه: انس بن مالك وعبدالله بن الحارث بن

۱۔ مُسند الامام ابی حنیفۃؒ (ص ۲۵) لابی نعیمؒ

اخی محمية بن جزء الزبيدی رضی اللّٰه عنهما.[۱]

امام حافظ ابوبکر محمد بن عمر بن سلم الجعابیؒ نے اپنی کتاب[۲] جس میں انہوں نے اُن صحابہؓ کے ناموں کو جمع کیا ہے کہ جن سے امام ابوحنیفہؒ نے روایت کی ہے، یا جن کو آپ نے دیکھا ہے، اس میں انہوں نے ان دو صحابہ کا ذکر بھی کیا ہے: حضرت انس بن مالک اور حضرت عبداللہ بن حارث بن اخو محمیہ بن جزء الزبیدی رضی اللہ عنہما۔

مؤرخ اسلام علامہ ابن العماد حنبلیؒ (م ۱۰۸۹ھ)، امام صاحبؒ کے ترجمہ میں لکھتے ہیں:

وذكر الحافظ العامری فی تاليفه الرياض المستطابة وكذلك ملخصهٔ صالح بن صالح العلائی ومن خطه نقلت ان الامام ابوحنيفة رأى عبداللّٰه بن حارث بن جزء الصحابی وسمع منه قوله صلّى اللّٰه عليه وسلّم: مَنْ تَفَقَّهَ فِیْ دِيْنِ اللّٰهِ كَفَاهُ اللّٰهُ هَمَّهٗ وَرَزَقَهٗ مِنْ حَيْثُ لَايَحْتَسِبُ.[۳]

حافظ عامریؒ (امام ابوزکریا عماد الدین یحییٰ بن ابوبکر بن محمد العامری الیمنی المتوفّٰی ۸۹۳ ہجری جو کہ ادیب، محدث، حافظ الحدیث اور متعدد کتبِ نافعہ کے مصنف ہیں)[۴] نے اپنی کتاب "الرياض المستطابة"[۵] میں ذکر کیا ہے، اسی طرح اس کتاب کے ملخص

۱۔ مسند الامام الاعظمؒ (۲/ ۴۹۷)

۲۔ امام جعابیؒ کی مذکورہ بالا کتاب کا نام "اَلْاِنْتِصَارُ لِمَذْهَبِ اَبِی حَنِيْفَةَ" ہے۔ "مناقب ابی حنیفہ" (ص ۹) للمکیؒ

۳۔ شذرات الذہب (۱/ ۲۲۷)

۴۔ کشف الظنون (۱/ ۹۳۷)، ہدیۃ العارفین (۲/ ۵۲۹)

۵۔ یہ کتاب مطبوعہ ہے، اور اس کتاب کا پورا نام "اَلرِّيَاضُ الْمُسْتَطَابَةُ فِیْ جُمْلَةِ مَنْ رَوٰى فِی الصَّحِيْحَيْنِ مِنَ الصَّحَابَةِ" ہے۔ اس کتاب میں امام عامریؒ نے حضرت عبداللہ =

(تلخیص کرنے والے) امام صالح بن صلاح علائیؒ نے بھی ذکر کیا ہے، اور میں ان ہی کی تحریر سے ذکر کررہا ہوں کہ:

امام ابوحنیفہؒ نے حضرت عبداللہ بن حارث بن جزء صحابی رضی اللہ عنہ کو دیکھا تھا اور اُن سے رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم کی یہ حدیث سنی تھی کہ مَنْ تَفَقَّهَ فِیْ دِیْنِ اللّٰهِ کَفَاهُ اللّٰهُ هَمَّهٗ وَرَزَقَهٗ مِنْ حَیْثُ لَایَحْتَسِبُ.

ترجمہ: جو آدمی دین میں تفقہ (سمجھ بوجھ) حاصل کرتا ہے، اللہ تعالیٰ اُس کے غم کی کفایت کرتے ہیں، اور اُس کو ایسی جگہ سے رزق دیتے ہیں جہاں سے اس کو گمان بھی نہیں ہوتا۔

یہ مذکورہ حدیث امام صاحبؒ نے حضرت عبداللہ بن حارث بن جزء الزبیدی رضی اللہ عنہ سے مسجدِ حرام میں سنی تھی، جب آپ سولہ سال کی عمر میں اپنے والد ماجد کی مَعِیّت میں فریضۂ حج ادا کرنے کے لیے مکہ مکرمہ تشریف لے گئے تھے۔ جیسا کہ امام ابونعیم اصفہانیؒ (م ۴۳۰ھ)، امام ابن عبدالبر مالکیؒ (م ۴۶۳ھ) اور امام ابن خسروؒ (م ۵۲۲ھ) وغیرہ محدثین نے آپ سے سندِ متصل کے ساتھ نقل کیا ہے۔[۱]

بعض اہلِ علم نے اس حدیث کی سند پر اس لیے اعتراض کیا ہے کہ اس میں بھی احمد

= بن حارث بن جزء رضی اللہ عنہ کے تعارف میں لکھا ہے: وَرُوِیَ اَنَّ اَبَاحَنِیْفَةَ الْإِمَامَ رَآهُ وَهُوَ غُلَامٌ، وَسَمِعَ مِنْهُ قَوْلَهٗ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ مَنْ تَفَقَّهَ فِیْ دِیْنِ اللّٰهِ کَفَاهُ اللّٰهُ هَمَّهٗ وَرَزَقَهٗ مِنْ حَیْثُ لَایَحْتَسِبُ. روایت کیا جاتا ہے کہ امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ نے اپنی نوعمری میں حضرت عبداللہ بن حارث بن جزء رضی اللہ عنہ کو دیکھا تھا اور اُن سے رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم کا یہ فرمان سنا تھا کہ جو شخص دین میں فقاہت حاصل کرتا ہے، اللہ تعالیٰ اس کے غم کی کفایت کرتے ہیں، اور اس کو ایسی جگہ سے رزق دیتے ہیں جہاں سے اس کو گمان بھی نہیں ہوتا۔ دیکھئے کتاب مذکور (ص ۲۱۵) طبع مکتبۃ المعارف، بیروت

۱۔ مثلاً دیکھئے: مُسند الامام ابی حنیفۃؒ (ص ۲۵) لابی نعیمؒ، جامع بیان العلم وفضلہ (۱/ ۴۵) لابن عبدالبرؒ، مُسند الامام الاعظمؒ (۲/ ۴۹۷-۵۰۱، رقم الحدیث: ۵۶۱-۵۶۴) لابن خسروؒ، کنز العمال (ح ۲۸۸۵۵)، تاریخ بغداد (۳/ ۲۴۲)، تاریخ نیسابور (ص ۳۰۲)

بن محمد بن مغلس حمانیؒ جو اس حدیث کو محمد بن سماعہؒ سے روایت کر رہا ہے، وہ مجروح ہے۔ حالانکہ پہلے بحوالہ گزر چکا ہے کہ حمانیؒ کی توثیق ہی راجح ہے، اور اس پر وارد جرح بوجہ عصبیتِ مذہبی مردود ہے۔ نیز حمانیؒ اس روایت میں متفرد نہیں ہے، بلکہ امام ابونعیم اصفہانیؒ اور امام ابن عبدالبرؒ وغیرہ نے اس حدیث کو ایک اور سند سے روایت کیا ہے، جس میں عبید اللہ بن جعفر رازیؒ ثقہ راوی حمانیؒ کا مُتابع ہے، اور اس نے بھی اس حدیث کو اپنے والد کے واسطے سے محمد بن سماعہؒ سے روایت کیا ہے۔ امام علی بن محمد بن عراق الکنانیؒ (م ۹۶۳ھ) اس حدیث پر اعتراض کے جواب میں لکھتے ہیں:

قلتُ: تابع احمد بن الصلت ابو علی عبداللّٰہ بن جعفر الرازی اخرجه الخطیب فی التاریخ و ابو عمر ابن عبدالبر.[1]

میں (علی الکنانیؒ) کہتا ہوں کہ احمد بن صلت بن مغلسؒ کی متابعت ابوعلی عبداللہ[2] بن جعفر رازیؒ نے کی ہے، جیسا کہ علامہ خطیب بغدادیؒ نے اپنی تاریخ میں اور علامہ ابوعمر ابن عبدالبرؒ نے (جَامِعُ بَیَانِ الْعِلْمِ وَ فَضْلِهٖ میں) اس کی تخریج کی ہے۔

امام ابونعیم اصفہانیؒ وغیرہ نے اس حدیث کو جس سند سے روایت کیا ہے، وہ بالکل صحیح ہے، اور اس سند کے سارے راوی (محمد بن عمر[3] بن سلم الجعابیؒ، ابوعلی عبید اللہ[4] بن جعفر الرازی، جعفر بن محمد رازیؒ،[5] محمد بن سماعہؒ،[6] اور امام ابویوسفؒ[7]) ثقہ اور قابل اعتماد ہیں۔

۱۔　تنزیہ الشریعۃ المرفوعۃ (۲۷۲/۱)

۲۔　ان کا صحیح نام عبداللہ کے بجائے عبید اللہ ہے، جیسا کہ ''مسند الامام ابی حنیفۃ'' لابی نعیمؒ وغیرہ میں مذکور ہے۔

۳۔　ان کی توثیق پہلے امام اعظمؒ کی حضرت انسؓ سے ملاقات والی روایت کی تحقیق میں گزر چکی ہے۔

۴۔　علامہ خطیب بغدادیؒ (م ۴۶۳ھ) نے ان کو ثقہ کہا ہے۔ (تاریخ بغداد: ۳۴۹/۱۰)

۵۔　یہ امام عبدالرحمان بن ابوحاتم رازیؒ (م ۳۲۷ھ) کے استاذ ہیں، اور امام موصوف نے ان کو صَدُوق قرار دیا ہے۔ (الجرح والتعدیل: ۴۸۸/۲)

نیز امام سبط ابن الجوزیؒ (م ۶۵۴ھ) اور امام ابن المبرد حنبلیؒ (م ۹۰۹ھ) وغیرہ محدثین نے اس حدیث کو ایک تیسری سند سے روایت کیا ہے، جس کے مطابق مکرم بن احمد[1] بن مکرمؒ اس کو احمد بن محمد[2] بن سماعہؒ سے، وہ بشر[3] بن ولیدؒ سے، وہ امام ابو یوسفؒ سے، اور وہ امام اعظمؒ سے روایت کرتے ہیں[4] اور اس سند کے بھی سارے راوی ثقہ ہیں۔ نیز یہ حدیث ایک اور سند سے بھی مروی ہے۔[5] اس سند کو امام ناصر السُنہ عبداللہ بن حسین نیشاپوریؒ (م ۵۵۲ھ) نے صحیح قرار دیا ہے۔[6] لہٰذا یہ حدیث کم از کم چار مختلف طُرق سے مروی ہونے کی وجہ سے صحت کے اعلیٰ درجہ پر ہے، اور اپنے ثبوت میں ہر قسم کے شک وشبہ سے بالا ہے۔

امام ابو نعیم اصفہانیؒ (م ۴۳۰ھ) کے نزدیک بھی یہ حدیث سند کے اعتبار سے صحیح ہے، چنانچہ انہوں نے سب سے پہلے یہ تصریح کی کہ امام ابو حنیفہؒ نے حضرت عبداللہ بن حارث بن جزء الزبیدی رضی اللہ عنہ سے مکہ مکرمہ میں ملاقات کی تھی، اور اُن سے حدیث کا سماع کیا تھا، جب آپ کی عمر سولہ سال تھی، اور پھر اپنی اس تصریح پر بطور دلیل انہوں نے یہ مذکورہ حدیث بالسند نقل فرمائی، جیسا کہ پہلے ان کی یہ پوری عبارت بحوالہ گزر چکی ہے۔

یہ اس بات کی دلیل ہے کہ ان کے نزدیک یہ حدیث سند کے اعتبار سے بالکل درست ہے۔

اسی طرح شیخ الاسلام امام ابن عبدالبر مالکیؒ (م ۴۶۳ھ) کے نزدیک بھی اس حدیث

=۶۔ یہ بھی نہایت ثقہ راوی ہیں۔ دیکھئے "تاریخ بغداد" (۲/۴۰۳)، "الحاوی فی بیان آثار الطحاوی" (۲/۲۰۷)

۷۔ امام موصوف کا مقام ثقہ سے بھی بڑھ کر ہے، جیسا کہ پہلے بھی گزر چکا ہے۔

۱۔ علامہ خطیب بغدادیؒ (م ۴۶۳ھ) نے ان کو ثقہ قرار دیا ہے۔ (تاریخ بغداد: ۱۳/۲۲۲)

۲۔ ان کو بھی علامہ خطیبؒ نے بحوالہ امام طلحہ بن محمد بن جعفرؒ (م ۳۸۰ھ) ثقہ قرار دیا ہے۔ (ایضاً: ۵/۲۱۴)

۳۔ یہ بھی اعلیٰ درجہ کے ثقہ وصدوق راوی ہیں۔ (سیر اعلام النبلاء: ۱۰/۶۷۳)

۴۔ الانتصار والترجیح (ص ۲۲) لسبط ابن الجوزیؒ، الاربعین المختارۃ من حدیث الامام ابی حنیفۃ (ح ۱۴) لابن المبردؒ، ذیل تاریخ بغداد (۱۶/ ۴۸، ۴۹) لابن النجارؒ

۵۔ مناقب ابی حنیفۃ (ص ۳۵) للمکیؒ ۶۔ الرسائل الثلاث الحدیثیۃ (ص ۱۶۹)

کی سند صحیح ہے، چنانچہ انہوں نے بھی اس حدیث کو امام ابوحنیفہؒ سے بسند نقل کرنے کے بعد حضرت عبداللہ بن حارث رضی اللہ عنہ سے امام صاحبؒ کی سماعتِ حدیث کے ثبوت میں بحوالہ امام محمد بن سعد کاتب الواقدیؒ (م۲۳۰ھ) لکھا ہے:

اَنَّ ابا حنیفة رأی انس بن مالک وعبداللّٰہ بن الحارث بن جزء.[۱]

بے شک امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ نے حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ اور حضرت عبداللہ بن حارث بن جزء رضی اللہ عنہ کو دیکھا تھا۔

نیز موصوف نے امام صاحبؒ کے ترجمہ میں یہ تصریح بھی کی ہے کہ:

وسمع من عبداللّٰہ بن الحارث بن جزء الزبیدی، فیعد بذلک فی التابعین.[۲]

امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ نے حضرت عبداللہ بن حارث بن جزء الزبیدی رضی اللہ عنہ سے حدیث کا سماع کیا تھا، اور اسی وجہ سے آپ کا شمار تابعین میں ہوتا ہے۔

حافظ ابن حجرؒ کے استاذ الاستاذ امام علاء الدین مُغلطائیؒ (م۷۶۲ھ) نے بھی بحوالہ امام ابن عبد البرؒ امام اعظمؒ کو حضرت عبداللہ بن حارث رضی اللہ عنہ سے سماعتِ حدیث کرنے کی وجہ سے طبقۂ تابعین میں شمار کیا ہے۔[۳]

امام ابوالحسن علی بن محمد بن عراق الکنانیؒ (م۹۶۳ھ) کا رجحان بھی اس حدیث کی تصحیح کی طرف ہے، چنانچہ انہوں نے اس حدیث کو ذکر کرنے کے بعد لکھا ہے:

اورده الحافظ العراقی فی تخریج الاحیاء وقال اسناده ضعیف، وقد توفی عبداللّٰہ بن الحارث قبل سنة تسعین بلاخلاف. فالمشهور انه توفی سنة ست و ثمانین، وقیل سنة خمس، وقیل سنة سبع، وقیل ثمان وقیل تسع. انتهٰی. ونقل

۱۔ جامع بیان العلم وفضلہ (۱/۴۵)

۲۔ کتاب الاستغناء فی معرفۃ المشهورین من حملۃ العلم بالکنی (۱/۴۵)

۳۔ اکمال تہذیب الکمال (۱۲/۵۸)

شمس الائمة الکردری فی مناقب ابی حنیفة الحدیث ونقل ماتعقب بہٖ کنحوما ھنا. ثم نقلٰ عن الحافظ ابی بکر الجعابی وبرھان الاسلام الغزنوی انھما حکیا ان عبداللّٰہ بن الحارث مات سنة تسع وتسعین. قال الکردری وعلٰی ھٰذا فتمکن الروایة المذکورة. قلت وھٰذا یعکر علٰی قول الحافظ العراقی انه مات قبل سنة تسعین بلااخلاف.[1]

حافظ عراقیؒ نے اس حدیث کو ''تخریج احیاء علوم الدین'' میں ذکر کیا ہے، اور کہا ہے کہ اس حدیث کی سند ضعیف ہے، کیونکہ حضرت عبداللہ بن حارث بن جزء الزبیدی رضی اللہ عنہ کے ۹۰ ہجری سے پہلے فوت ہونے میں کوئی اختلاف نہیں ہے۔ چنانچہ مشہور ہے کہ ان کی وفات ۸۶ ہجری، یا ۸۷ ہجری، یا ۸۸ ہجری، یا ۸۹ ہجری میں ہوئی۔ انتھٰی۔ شمس الائمہ کردریؒ نے بھی ''مناقب ابی حنیفہؒ'' (ص ۱۶) میں اس حدیث کو نقل کرنے کے بعد اس پر وارد مذکورہ اعتراض کو ذکر کیا اور پھر (اس اعتراض کے جواب میں) انہوں نے حافظ ابوبکر جعابیؒ اور برہان الاسلام (علی بن حسین) غزنویؒ کے حوالے سے نقل کیا ہے کہ حضرت عبداللہ بن حارث بن جزء رضی اللہ عنہ ۹۹ ہجری میں فوت ہوئے۔ امام کردریؒ فرماتے ہیں کہ اس صورت میں (امام ابوحنیفہؒ کا حضرت عبداللہ بن حارثؓ سے) یہ حدیث روایت کرنا ممکن ہے۔ میں (امام کنانیؒ) کہتا ہوں کہ اس سے حافظ عراقیؒ کا یہ کہنا غلط ثابت ہو جاتا ہے کہ حضرت عبداللہ بن حارثؓ بلا اختلاف ۹۰ ہجری سے پہلے فوت ہوئے ہیں۔

الحاصل، یہ حدیث امام اعظم ابوحنیفہ رحمہ اللہ کی سند سے بالکل ثابت ہے، اور اس پر وارد تمام اعتراضات کالعدم ہیں۔

۱۔ تنزیہ الشریعۃ المرفوعۃ (۲۷۲/۱)

(۳) حضرت عبداللہ بن ابی اوفٰی رضی اللہ عنہ سے سماعت وروایت حدیث

حضرت عبداللہ بن ابی اوفٰی رضی اللہ عنہ، امام اعظم ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے مولد ومسکن کوفہ کے رہنے والے ہیں، اوران کا شماراُن صحابہؓ میں ہوتا ہے کہ امام ابوحنیفہؒ نے جن کے جمال مبارک کی زیارت کرنے کے علاوہ ان سے احادیث سماعت وروایت کرنے کا شرف بھی حاصل کیا ہے، جیسا کہ حضرت انس بن مالکؓ کے تذکرے میں بحوالہ امام ابونعیم اصفہانیؒ (م۴۳۰ھ) گزرا ہے۔

شارح بخاری امام بدرالدین عینیؒ (م۸۵۵ھ) نے بھی تصریح کی ہے کہ:

عبداللّٰہ بن ابی اوفٰی، واسم ابی اوفٰی علقمة، مات سنة ست و ثمانين، وهو احد من روى عنه ابوحنيفة رضى اللّٰه عنه ولا يلتفت الى قول المنكر المتعصب.[۱]

حضرت عبداللہؓ جو حضرت ابواوفیؓ، کہ جن کا نام علقمہ ہے، کے صاحبزادے ہیں، ان (حضرت عبداللہ بن ابی اوفٰی رضی اللہ عنہ) کا انتقال ۸۶ ہجری میں ہوا، اور وہ اُن صحابہ میں سے ایک ہیں کہ جن سے امام ابوحنیفہؒ نے روایتِ حدیث کی ہے، لہٰذا کسی منکر متعصب کی بات کی طرف دھیان نہ دیا جائے۔

مؤرخ الشام علامہ محمد بن یوسف صالحی شافعیؒ (م۹۴۲ھ) رقمطراز ہیں:

عبداللّٰہ بن ابی اوفٰی رضى اللّٰه عنهما مات سنة سبع وثمانين او خمس وثمانين، فلعل الامام سمع منه وعمره سبع سنين او خمس سنين.[۲]

حضرت عبداللہ بن ابی اوفٰی رضی اللہ عنہما کا انتقال ۸۷ ہجری یا ۸۵ ہجری میں

۱۔ عمدۃ القاری شرح صحیح البخاری (۱۰/۱۸۱، ح۱۷۹۱)

۲۔ عقود الجمان (ص۵۹)

ہوا۔ ممکن ہے کہ جب امام ابوحنیفہؒ نے ان سے حدیث کا سماع کیا اُس وقت آپ کی عمر سات یا پانچ سال ہو۔

شارح مشکوٰۃ امام ابن حجر مکیؒ (م۹۷۳ھ) نے بھی حضرت عبداللہ بن ابی اوفیٰؓ سے امام صاحبؒ کے سماعت اور روایتِ حدیث کو درست قرار دیا ہے۔[۱]

امام صاحبؒ نے حضرت عبداللہ بن ابی اوفیٰ رضی اللہ عنہما سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی جو احادیث سن کر ان کو روایت کیا ہے، ان میں سے ایک حدیث یہ ہے:

مَنْ بَنٰى لِلّٰهِ مَسْجِدًا، وَلَوْ كَمَفْحَصِ قَطَاةٍ بَنَى اللّٰهُ لَهُ بَيْتًا فِي الْجَنَّةِ.

ترجمہ: جس شخص نے اللہ کے لیے کوئی مسجد بنائی، اگرچہ وہ قطات (بٹیر) کے گھونسلے کے برابر ہی ہو، تو اللہ تعالیٰ اس کے لیے جنت میں گھر بنائے گا۔

اس حدیث کو امام حسین بن محمد بن خسروؒ (م۵۳۲ھ) وغیرہ محدثین نے امام صاحبؒ سے متعدد سندوں کے ساتھ روایت کیا ہے۔[۲]

نیز اس حدیث کو امام عبدالملک بن احمد القزوینیؒ (م۵۳۴ھ) نے بھی مسلسل اپنے آباء و اجداد (جو سب قضاۃ، فقہاء، فضلاء تھے) کے واسطے سے امام محمد بن حسن شیبانیؒ (م۱۸۹ھ) سے، انہوں نے امام ابوحنیفہؒ سے اور انہوں نے حضرت عبداللہ بن ابی اوفیٰ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔[۳]

لہٰذا اس حدیث کی یہ مختلف سندیں باہم مل کر انتہائی قوی ہو جاتی ہیں، اور اس

۱۔ الخیرات الحسان (ص۵۱)

۲۔ مسند الامام الاعظمؒ (۲/۵۰۱-۵۰۳، رقم الحدیث ۵۶۵-۵۶۷) لابن خسروؒ، جامع المسانید (۱/۲۴) للخوارزمیؒ، مناقب ابی حنیفۃؒ (ص۳۱، ۳۴) للمکیؒ، الانتصار والترجیح (ص۲۳) لسبط ابن الجوزیؒ

۳۔ التدوین فی اخبار قزوین (۱/۴۳۸)

حدیث کی صحت میں کوئی شک وشبہ نہیں رہتا۔

امام جلال الدین سیوطیؒ (م ۹۱۱ھ) اس حدیث کو بروایت امام ابوحنیفہؒ نقل کرنے کے بعد لکھتے ہیں:

هٰذا الحديث متنهٗ صحيح بل متواتر.[۱]

اس حدیث کا متن صحیح بلکہ متواتر ہے۔

علاوہ ازیں امام عبداللہ بن حسین نیشاپوریؒ (م ۵۵۲ھ) نے بسندِ متصل امام اعظم ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے واسطے سے حضرت عبداللہ بن ابی اوفی رضی اللہ عنہ کی رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم سے روایت کردہ یہ تین حدیثیں بھی نقل کی ہیں:

۱۔ **حُبُّکَ الشَّیْئَ یُعْمِیْ وَیُصِمُّ.**[۲]

ترجمہ: تمہارا کسی چیز سے (ناجائز) محبت کرنا تم کو اندھا اور بہرا کر دیتا ہے۔

۲۔ **اَلدَّالُ عَلَی الْخَیْرِ کَفَاعِلِهٖ، وَالدَّالُ عَلَی الشَّرِّ کَمِثْلِهٖ.**[۳]

ترجمہ: خیر کی طرف رہنمائی کرنے والا بھی خیر کرنے والے کی طرح ہے، اور شر کی طرف بلانے والا بھی شر کرنے والے کی طرح ہے۔

۳۔ **اِنَّ اللّٰهَ یُحِبُّ اِغَاثَةَ اللَّهْفَانِ.**[۴]

ترجمہ: بے شک اللہ تعالیٰ فریاد خواہ کی مدد کرنے کو پسند کرتا ہے۔

امام عبداللہ بن حسین نیشاپوریؒ (م ۵۵۲ھ) نے ان مذکورہ تینوں حدیثوں کی سند کو صحیح کہا ہے۔[۵]

۱۔ تبییض الصحیفۃ (ص ۳۲)

۲۔ مناقب ابی حنیفۃ (ص ۳۶) للمکیؒ، جُزْءُ الْاَحَادِیْثِ السَّبْعَةِ عَنْ سَبْعَةٍ مِنَ الصَّحَابَةِ الَّذِیْنَ رَوٰی عَنْهُمُ الْاِمَامُ اَبُوْحَنِیْفَةَ رَحِمَهُ اللّٰه. مطبوع در ضمن ''اَلرَّسَائِل الثَّلاثِ الحدیْثِیَّة'' (ص ۱۷۰)

۳۔ ایضاً ۴۔ ایضاً

۵۔ الرسائل الثلاث الحدیثیۃ (ص ۱۷۰)

(۴) حضرت عبداللہ بن انیس رضی اللہ عنہ سے سماعت وروایت حدیث

امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ نے حضرت عبداللہ بن انیس رضی اللہ عنہ سے ۹۴ ہجری (جب آپ کی عمر شریف چودہ برس تھی) میں حدیث کا سماع کیا تھا، جب وہ کوفہ تشریف لائے تھے، جیسا کہ کئی محدثین نے مختلف اسناد کے ساتھ خود امام صاحبؒ کی زبانی نقل کیا ہے کہ:

وُلِدْتُ سَنَةَ ثَمَانِيْنَ وَقَدِمَ عَبْدُاللّٰهِ بْنُ اَنِيْسٍ الْكُوْفَةَ اَرْبَعَ وَّتِسْعِيْنَ، وَسَمِعْتُ مِنْهُ وَاَنَابْنُ اَرْبَعَ عَشْرَةَ سَنَةً سَمِعْتُهُ يقول: سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ: حُبُّكَ الشَّيْءَ يُعْمِيْ وَيُصِمُّ.[1]

میں ۸۰ ہجری میں پیدا ہوا، اور ۹۴ ہجری میں کہ جب میری عُمر چودہ سال تھی، حضرت عبداللہ بن انیس رضی اللہ عنہ کوفہ تشریف لائے تھے، اور میں نے ان کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ میں نے رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم سے سنا ہے کہ آپ نے فرمایا: تمہارا کسی چیز سے (بہت زیادہ) محبت کرنا تم کو اندھا اور بہرا کر دیتا ہے۔

اعتراض: حافظ ابن عساکرؒ (م ۵۷۱ھ) نے اس حدیث کو نقل کرنے کے بعد اس پر اعتراض کرتے ہوئے لکھا ہے کہ اس حدیث کی سند میں الحسن بن علی بن محمد بن اسحاق بن ذر الیمانی الدمشقیؒ اور اس کا استاذ علی بن بابویہ الاسواریؒ دونوں مجہول راوی ہیں۔[2]

جواب: اس اعتراض کی دونوں شقیں غلط ہیں: اوّل اس لیے کہ مجہول باصطلاحِ حدیث اس راوی کو کہتے ہیں کہ جس سے صرف ایک شخص روایت کرنے والا ہو۔ جب کہ

۱۔ مسند الامام الاعظم (۲/۵۰۳-۵۰۶، رقم الحدیث: ۵۶۸-۵۷۰) لابن خسروؒ، جامع المسانید (۱/۷۸، ۷۹) للخوارزمیؒ، مناقب ابی حنیفہؒ (ص ۳۱، ۳۲) للمکیؒ، الانتصار والترجیح (ص ۲۲) لسبط ابن الجوزیؒ

۲۔ لسان المیزان (۲/۲۷۹)

اس حدیث کو الحسن بن علی الدمشقیؒ سے کم از کم دو جلیل القدر راوی (ابوسعد اسماعیل بن علی الرازی السمانؒ اور ابواحمد محمد بن عبداللہ ربیب الوزیر ابی العباس الاسفرائینیؒ) روایت کر رہے ہیں، اور جس راوی سے آگے دو راوی روایت کرنے والے ہوں، اس کو مستور کہتے ہیں۔[۱]

نیز اس پر کسی قسم کی جرح بھی ثابت نہیں ہے۔ غیر مقلدین کے استاذ العلماء مولانا محمد گوندلویؒ نے لکھا ہے:

> علامہ عراقی فرماتے ہیں، جو محدث مجروح نہ ہو وہ آنحضرت صلّی اللہ علیہ وسلّم کے اس قول کہ (اس علم کے اٹھانے والے عادل ہوں گے) عادل ٹھہرے گا۔ (''الفیہ عراقی'' ص ۴۴)
>
> حافظ ابن حجر نے مجہول مستور کو ساتویں مرتبہ میں داخل کیا ہے، اس کے بعد آٹھویں مرتبہ کو ضعیف کہا ہے۔ (مقدمہ تقریب)
>
> علامہ ذہبیؒ فرماتے ہیں: صحیحین کے رُوات میں بہت سے ایسے ہیں جن کی توثیق صراحتاً کسی سے ثابت نہیں۔ (میزان، ج ۳، ص ۳)[۲]

علاوہ ازیں الحسن بن علیؒ تیسری صدی کے بعد کا راوی ہے، اور پہلے امام ابوحنیفہؒ کی حضرت انسؓ سے ملاقات والی روایت کے ضمن میں بحوالہ غیر مقلدین گزر چکا ہے کہ تیسری صدی کے بعد کے راویوں کے لیے صراحتاً توثیق ثابت ہونا ضروری نہیں ہے، بلکہ ان کا فسق اور بداخلاقی سے محفوظ ہونا کہ جس کو مستور کہتے ہیں، ہی کافی ہے۔ نیز اس کا اپنے استاذ سے سماع ثابت ہو۔

بنابریں الحسن بن علی بن محمد بن اسحاق بن ذر الیمانی الدمشقیؒ کا فسق و بداخلاقی میں مبتلا ہونا ثابت نہیں ہے، اور اس روایت میں اُس نے اپنے استاذ علی بن بابویہؒ سے

۱۔ تفصیل کے لیے دیکھئے ہماری کتاب ''رکعاتِ تراویح ایک تحقیقی جائزہ'' (ص ۱۲۴، ۱۲۵) طبع دوم

۲۔ خیر الکلام (ص ۱۶۸، ۱۶۹)

"حَدَّثَنَا" کہہ کر یہ حدیث بیان کی ہے، جو کہ علی بن بابویہؒ سے اس کے سماع پر واضح دلیل ہے۔ لہٰذا اس کی یہ روایت اصولِ حدیث اور غیر مقلدین کے مسلّمات کی روشنی میں بالکل صحیح ہے۔

نیز اِس اعتراض کی شق ثانی بھی غلط ہے، کیونکہ ابوالحسن علی بن محمد بن بابویہ الاسواریؒ (م ۳۵۸ھ) بھی مجہول نہیں، بلکہ وہ ایک جلیل القدر محدث ہیں۔ امام یحییٰ بن مندہؒ (م ۵۱۱ھ) نے اپنی "تاریخ اصبہان" میں ان کی بہت تعریف کی ہے اور ان کو غنی، متقی، صاحبِ ورع اور ایک دین دار شخص قرار دیا ہے۔ اسی طرح دیگر محدثین بھی ان کی تعریف میں رطب اللسان ہیں۔[1]

امام ابوموسیٰ محمد بن ابوبکر اصفہانیؒ (م ۵۸۱ھ) اور حافظ ابن ناصر الدینؒ (م ۸۴۲ھ) نے ان کو زُہاد (پارسا) اور اصحابِ حدیث میں سے قرار دیا ہے۔[2]

لہٰذا اس حدیث پر امام ابن عساکرؒ کے اعتراض کی دونوں شقیں غلط ہیں۔

اسی طرح یہاں ایک مشہور اشکال یہ بھی ہے کہ حضرت عبداللہ بن انیس جہنی رضی اللہ عنہ، جو مشہور صحابی ہیں، ۵۴ ہجری میں امام ابوحنیفہؒ کی ولادت سے بہت پہلے وفات پا چکے تھے، تو پھر امام ابوحنیفہؒ کا ان سے حدیث سننا کیسے ممکن ہے؟

اس اشکال کا جواب دیتے ہوئے امام جلال الدین سیوطیؒ (م ۹۱۱ھ) ارقام فرماتے ہیں:

ان الصحابة المسمين عبداللّٰه بن انيس خمسة، فلعل الذى روى عنه ابو حنيفة واحد آخر منهم غير الجهنى المشهور.[3]

عبداللہ بن انیس نام کے پانچ صحابہؓ ہیں، تو ممکن ہے کہ امام ابوحنیفہؒ نے جس عبداللہ بن انیسؓ نامی صحابی سے حدیث سنی ہے وہ حضرت عبداللہ بن انیس جہنی مشہور صحابیؓ کے علاوہ کوئی دوسرے عبداللہ بن انیس ہوں۔

۱۔ حاشیہ الاکمال (۱/۱۶۴، ۱۶۵) لابن ماکولاؒ

۲۔ زیادات علی المؤتلف والمختلف (ص ۱۵۶) لابن القیسرانیؒ، توضیح المشتبہ (۱/ ۶۷) لابن ناصر الدینؒ

۳۔ تبییض الصحیفۃ (ص ۳۱)

(۵) حضرت واثلہ بن اسقع رضی اللہ عنہ سے سماعت وروایت حدیث

حضرت واثلہ رضی اللہ عنہ بھی اُن صحابہ میں سے ہیں کہ جن سے امام اعظم ابوحنیفہ رحمہ اللہ کو احادیثِ نبویہ روایت کرنے کا شرف حاصل ہے۔

شارح مشکوٰۃ امام ابن حجر مکیؒ (م ۹۷۳ھ) نے امام اعظمؒ کے مناقب میں لکھا ہے:

وَمِنهُم وَاثِلَةُ ابنُ الاَسقَعِ، رَوٰی عَنهُ حَدِیثَینِ: لَا تُظهِرُ الشِّمَاتَةَ بِاَخِیکَ فُیعَا فِیهِ اللّٰهُ ویَبتَلِیکَ، دَعْ مَایُرِیبُکَ اِلٰی مَا لَا یُرِیبُکَ. اَلاَوَّلُ رَوَاهُ التِّرمَذِیُ مِن وِجهٍ آخرَ وَحَسَّنَهٗ، وَالثَّانِیُّ جَاءَ مِن رِوَایَةِ جَمعٍ مِّنَ الصَّحَابَةِ وَصَحَّحَهُ الاَئِمَةُ، وَاُعتُرِضَ بِاَنَّهٗ مَاتَ سَنَةَ ثَلَاثٍ اَو خَمسٍ وَّثَمَانِینَ، وَجَوَابُهٗ مَامَرَّ آنِفًا.[۱]

امام ابوحنیفہؒ جن صحابہؓ سے احادیث روایت کرتے ہیں اُن میں سے ایک حضرت واثلہ بن اسقع رضی اللہ عنہ بھی ہیں۔ آپ نے ان سے یہ دو حدیثیں روایت کی ہیں:

حدیث (۱): لَا تُظهِرُ الشِّمَاتَةَ بِأَخِیکَ فَیُعَا فِیهِ اللّٰهُ وَیَبتَلِیکَ.

ترجمہ: اپنے بھائی کی مصیبت پر خوشی کا اظہار مت کرو، ہوسکتا ہے کہ اللہ تعالیٰ اس کو اس مصیبت سے عافیت دے دے اور تم کو اس میں مبتلا کردے۔

حدیث (۲): دَعْ مَا یُرِیبُکَ اِلٰی مَالَا یُرِیبُکَ.

ترجمہ: جو چیز تم کو شک میں ڈالے اس کو چھوڑ کر تم وہ چیز اپنا لو جو تم کو شک میں نہ ڈالے۔

پہلی حدیث کو امام ترمذی (م ۲۷۹ھ) نے بھی (جامع الترمذی: ۲۵۰۶ میں) ایک اور سند سے روایت کیا ہے، اور اُس کو حسن قرار دیا ہے، جبکہ دوسری حدیث متعدد صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے مروی ہے، اور ائمہ حدیث اس کو صحیح قرار دیتے ہیں۔ یہاں یہ اعتراض کیا جاتا ہے کہ حضرت واثلہ رضی اللہ عنہ کی وفات ۸۳ یا ۸۵ ہجری میں ہوئی (تو پھر امام ابوحنیفہؒ

۱۔ الخیرات الحسان (ص ۵۱، ۵۲)

نے اپنی کم عمری میں ان سے یہ احادیث کیسے روایت کر لی ہیں)۔ اس کا جواب وہی ہے جو ابھی گزرا ہے (کہ چھوٹا بچہ اگر اچھے اور بُرے میں تمیز کر سکتا ہو تو اس کا سماع صحیح ہے، اگرچہ وہ پانچ سال یا اس سے کم عمر کا ہی کیوں نہ ہو۔[1]

امام ابن حجر مکیؒ نے حضرت واثلہؓ کا سنِ وفات ۸۳ یا ۸۵ ہجری بیان کیا ہے، جبکہ ایک قول ۸۶ ہجری کا بھی ہے۔[2]

اس لحاظ سے حضرت واثلہ بن اسقع رضی اللہ عنہ کی وفات کے وقت امام صاحبؒ کی عمر کم از کم چھ سال تھی اور آپ کا ان سے سماعِ حدیث بطریقِ اولیٰ ممکن ہے۔

آپ نے حضرت واثلہ رضی اللہ عنہ کے واسطے سے رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم کی جو مذکورہ بالا دو حدیثیں روایت کی ہیں ان میں سے پہلی حدیث کو آپ سے امام اسماعیل بن عیاشؒ (م ۱۸۱ھ، جو کہ ''الحافظ، الامام، مُحدث الشَّام، بَقِيَّةُ الْأَعْلَامُ تھے)[3] اور امام ابوسعید عبداللہ بن سعید الاشجؒ (م ۲۵۷ھ، جو کہ ثقہ حافظ الحدیث تھے)[4] نے روایت کیا ہے۔ جب کہ دوسری حدیث امام اسماعیل بن عیاشؒ آپ سے روایت کر رہے ہیں۔ اور ان دونوں کی حدیثوں کی سند آپ تک متصل ہے۔ جیسا کہ ان دونوں حدیثوں کو امام حسین بن محمد بن خسروؒ (م ۵۲۲ھ) وغیرہ محدثین نے آپ کے طریق سے بہ سند متصل نقل کیا ہے۔[5]

علاوہ ازیں امام عبداللہ بن حسین نیشاپوریؒ (م ۵۵۲ھ) نے اپنی سند متصل کے ساتھ امام اعظم ابوحنیفہ رحمہ اللہ سے ایک تیسری حدیث بھی نقل کی ہے، جس کو آپ سے امام علاء بن ہلال الرقیؒ (م ۲۱۵ھ) نے راویت کیا ہے کہ آپ نے فرمایا:

۱۔ الخیرات الحسان (ص ۴۸، ۴۹)

۲۔ الاستیعاب (ت: ۲۷۲۲)

۳۔ سیَر اعلام النبلاء (۳۱۲/۸) ۴۔ تہذیب التہذیب (۱۵۵/۳)

۵۔ مسند الامام الاعظمؒ (۸۳۹/۲-۸۴۱، رقم الحدیث: ۱۱۱۷-۱۱۱۹) لابن خسروؒ، جامع المسانید (۸۶/۱) للخوارزمیؒ، تبییض الصحیفۃ (ص ۲۹) للسیوطیؒ، مناقب ابی حنیفۃ (ص ۳۲) للمکیؒ، الانتصار والترجیح (ص ۲۳) لسبط ابن الجوزیؒ

وَلَقِيْتُ وَاثِلَةَ ابْنَ الْاَسْقَعِ وَسَمِعْتُهُ يَقُوْلُ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَايَظُنُّ اَحَدُكُمْ اَنَّهُ يَتَقَرَّبُ اِلَى اللّٰهِ بِاَقْرَبِ مِنْ هٰذِهِ الرَّكْعَاتِ يَعْنِىْ الصَّلَوَاتِ الْخَمْسِ.[1]

ترجمہ: تم میں سے کوئی بھی یہ گمان نہ کرے کہ وہ ان پانچ (فرض) نمازوں کے بجائے کسی اور عبادت کے ذریعے اللہ تعالیٰ کا زیادہ قرب حاصل کرسکتا ہے۔

(۶) حضرت جابر بن عبداللہ انصاری رضی اللہ عنہ سے سماعت وروایت حدیث

حضرت جابر رضی اللہ عنہ ایک عظیم مجاہد، کثیر الروایت اور جلیل المرتبت صحابی ہیں۔ ان کے سنِ وفات سے متعلق محدثین میں اختلاف ہے۔

امام حسین بن محمد بن خسروؒ (م۵۲۲ھ) جو کہ بتصریح حافظ ذہبیؒ: المحدث العالم، مفید اہل بغداد... تھے،[2] رقام فرماتے ہیں:

ابوحنيفة عن جابر بنِ عبدالله الانصارى، مات سنة ثمان وتسعين.[3]

امام ابوحنیفہؒ نے حضرت جابر بن عبداللہ انصاریؓ سے روایتِ حدیث کی ہے، اور حضرت جابرؓ کا انتقال ۹۸ ہجری میں ہوا۔

امام سلیمان بن احمد طبرانیؒ (م۳۶۰ھ) نے بھی امام محمد بن عبداللہ بن نمیرؒ (م۲۳۴ھ) جو کہ بتصریح حافظ ذہبیؒ: الحافظ الحجۃ اور شیخ الاسلام تھے،[4] سے نقل کیا ہے کہ انہوں نے فرمایا:

توفى جابر بن عبدالله سنة ثمان وتسعين.[5]

حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ ۹۸ ہجری میں فوت ہوئے۔

۱۔ مناقب ابی حنیفۃ (ص۳۶) للمکیؒ، الرسائل الثلاث الحدیثیۃ (ص۱۷۰)

۲۔ سیر اعلام النبلاء (۵۹۲/۱۹)

۳۔ مسند الامام الاعظم (۲۳۶/۱)

۴۔ سیر اعلام النبلاء (۴۵۵/۱۱)

۵۔ المعجم الکبیر (۴۶۶/۲)

علامہ واقدیؒ (م ۲۰۷ھ) نے بھی حضرت جابرؓ کا سنِ وفات ۹۸ ہجری ذکر کیا ہے۔[۱]

حافظ ابن حجر عسقلانیؒ (م ۸۵۲ھ) کا رجحان بھی اسی طرف ہے کہ حضرت سلمہ بن اکوع رضی اللہ عنہ کی طرح حضرت جابر رضی اللہ عنہ کا انتقال بھی ۸۰ ہجری کے بعد ہوا ہے، اور انہوں نے اس سلسلے میں ''مسند احمد بن حنبل'' کی ایک روایت سے استدلال کیا ہے کہ ایک شخص نے حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے پوچھا کہ (آپ کے علاوہ) اصحابِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم میں سے کون باقی بچا ہے؟ انہوں نے جواب میں فرمایا کہ: سلمہ بن اکوعؓ اور انس بن مالکؓ۔

حالانکہ ۸۰ ہجری تک بکثرت صحابہ کرام باحیات تھے (جیسا کہ ان میں سے بعض صحابہؓ کے اسمائے مبارکہ ہم ماقبل قارئین کے گوش گزار بھی کر چکے ہیں) خصوصاً حضرت عبداللہ بن ابی اوفٰی رضی اللہ عنہ جو کہ کوفہ میں مقیم تھے اور ان کا انتقال ۸۶ یا ۸۷ یا ۸۸ ہجری میں ہوا۔[۲]

نیز امام ابن خسروؒ وغیرہ محدثین کے قول کی تائید اِس سے بھی ہوتی ہے کہ حضرت جابر رضی اللہ عنہ کے بارے میں متعدد مؤرخین نے تصریح کی ہے کہ یہ مدینہ منورہ میں مقیم صحابہؓ میں سب سے آخر میں فوت ہوئے۔[۳] تو یہ بھی اس بات پر ایک ٹھوس دلیل ہے کہ حضرت جابر رضی اللہ عنہ کی وفات ۸۰ ہجری کے بعد ہوئی، کیونکہ مدینہ منورہ میں مقیم صحابہ کرام میں سے کئی حضرات ایسے ہیں کہ جن کا سنِ وفات ۸۰ ہجری کے بعد ہے، جیسا کہ حضرت سہل بن سعد رضی اللہ عنہ المتوفّٰی ۸۸ یا ۹۱ ہجری۔[۴]

اس ساری تفصیل سے یہ حقیقت خوب آشکار ہو جاتی ہے کہ حضرت جابر رضی اللہ عنہ کا انتقال ۸۰ ہجری سے پہلے نہیں ہوا، بلکہ اس کے بعد ۹۸ ہجری یا اس کے قریب قریب

۱۔ مجمع الزوائد (۱۰/۱۰)

۲۔ تہذیب التہذیب (۱/۳۵۰، ترجمہ حضرت جابر بن عبداللہ الانصاریؓ، ۲/ ۳۷۸، ترجمہ سلمہ بن عمرو بن الاکوعؓ)

۳۔ ایضاً (۱/۳۵۰)، حسن المحاضرۃ فی اخبار مصر والقاہرۃ (۱/۱۴۴)، محاسن الاصطلاح (ص ۴۴۹)

۴۔ اُسد الغابۃ (۲/۵۷۶)، تاریخ الصحابۃ (ص ۱۲۱) لابن حبانؒ

ہوا۔ لہٰذا اُن حضرات کا مؤقف ہی مبنی بر حقیقت ہے کہ جو حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے سماع و روایت حدیث کو ثابت قرار دیتے ہیں۔ اور کتبِ حدیث میں امام صاحبؒ کی حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت کردہ احادیث بھی موجود ہیں، جن میں سے ایک یہ ہے:

عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِاللّٰهِ قَالَ: جَاءَ رَجُلٌ مِّنَ الْاَنْصَارِ اِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ لَهُ: يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ! مَا رُزِقْتُ وَلَدًا قَطُّ وَلَا وُلِدَلِيْ، فَقَالَ: فَاَيْنَ اَنْتَ عَنْ كَثْرَةِ الْاِسْتِغْفَارِ وَالصَّدَقَةِ يَرْزُقُ اللّٰهُ بِهَا الْوَلَدَ، قَالَ: فَكَانَ الرَّجُلُ يُكْثِرُ الصَّدَقَةَ وَيُكْثِرُ الْاِسْتِغْفَارَ، قَالَ جَابِرٌ: فَوُلِدَلَهٗ تِسْعَةٌ مِّنَ الذُّكُوْرِ.[1]

ترجمہ: حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک انصاری شخص رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کیا کہ اے اللہ کے رسول! میں اولاد کی نعمت سے محروم ہوں۔ آپ صلّی اللہ علیہ وسلّم نے فرمایا: تم کثرت سے استغفار اور صدقہ کیوں نہیں کرتے کہ اس کی وجہ سے اللہ تعالیٰ تمہیں اولاد کی نعمت سے نوازے۔ حضرت جابر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ اس کے بعد وہ شخص کثرت سے استغفار اور صدقہ کرنے لگا اور پھر اُس کے نو بیٹے ہوئے۔

اس حدیث کو مؤرخِ اسلام امام یوسف بن قِزْاُغْلِیْ المعروف بہ ''سبط ابن الجوزیؒ'' (م ۶۵۴ھ) اور محدث امام یوسف بن حسن بن عبدالہادی حنبلیؒ المعروف بہ ''ابن المبرد'' (م ۹۰۹ھ) نے بھی اپنی سندِ متصل کے ساتھ امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے۔[2]

نیز امام عبداللہ بن حسین نیشاپوریؒ (م ۵۵۲ھ) نے امام اعظم ابوحنیفہ رحمہ اللہ سے

۱۔ مسند الامام الاعظم (۱/۲۳۶، رقم الحدیث: ۱۱۸)، جامع المسانید (۱/۸۷)

۲۔ اَلْاَرْبَعِيْنُ الْمُخْتَارَةُ مِنْ حَدِيْثِ الْاِمَامِ اَبِيْ حَنِيْفَةَ (ص ۱۵۹)، اَلْاِنْتِصَارُ وَالتَّرجِيح (ص ۲۳)

یہ بھی حدیث روایت کی ہے کہ:

لَقِیْتُ جَابِرَ ابْنَ عَبْدِاللّٰہِ الْاَنْصَارِیّ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ وَسَمِعْتُہٗ یَقُوْلُ بَایَعْنَا رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ عَلَی السَّمْعِ وَالطَّاعَۃِ وَالنَّصِیْحَۃِ لِکُلِّ مُسْلِمٍ وَّمُسْلِمَۃٍ۔[1]

ترجمہ: میں نے حضرت جابر بن عبداللہ انصاری رضی اللہ عنہ سے ملاقات کی اور ان کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ ہم نے رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم سے (اپنے خلفاء کی بات) سننے اوران کی اطاعت کرنے اور ہر مسلمان مرد اور عورت کی خیر خواہی کرنے پر بیعت کی تھی۔

(۷) حضرت معقل بن یسار رضی اللہ عنہ سے سماعت وروایتِ حدیث

حضرت معقل رضی اللہ عنہ ان صحابہؓ میں سے ہیں کہ جو بیعتِ رضوان میں شریک تھے، اور رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم کی وفات کے بعد یہ مدینہ منورہ سے بصرہ آ کر سکونت پذیر ہو گئے، اور پھر یہیں بصرہ میں ان کا انتقال ہوا۔

ان کے سنِ وفات سے متعلق بھی محدثین میں اختلاف پایا جاتا ہے۔ چنانچہ بعض محدثین کی رائے میں ان کا انتقال حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے عہدِ خلافت میں ہوا، اور بعض کے نزدیک یہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے بیٹے یزید کے عہدِ حکومت میں فوت ہوئے۔ امام بخاریؒ (۲۵۶ھ) نے اپنی ''التاریخ الاوسط'' میں ان کو اُن صحابہؓ میں ذکر کیا ہے کہ جن کا انتقال ۶۰ اور ۷۰ ہجری کے درمیان ہوا۔[2]

اب اس مؤقف کے پیشِ نظر اگر امام صاحبؒ کا سنِ ولادت ۷۰ ہجری سے قبل (۶۰ ہجری وغیرہ) تصور کیا جائے، جیسا کہ بعض محدثین کی رائے ہے، تو پھر آپ کا حضرت معقلؓ سے سماعِ حدیث ممکن ہے، اور اگر آپ کا سنِ ولادت ۸۰ ہجری ہو، جیسا کہ اکثر محدثین کا

۱۔ مناقب ابی حنیفۃ (ص ۳۶) للمکیؒ، الرسائل الثلاث الحدیثیۃ (ص ۱۷۰)

۲۔ تہذیب التہذیب (۵/۴۹۶)

قول ہے، تو پھر اس صورت میں آپ کا حضرت معقلؓ سے سماع ممکن نہیں ہے۔ لیکن یہ مؤقف (حضرت معقلؓ کا سنِ وفات ۷۰ ہجری سے قبل ہونا) حتمی اور حرفِ آخر نہیں ہے، کیونکہ حضرت معقل رضی اللہ عنہ کا سنِ وفات ۷۰ ہجری سے قبل ہونے پر کوئی ٹھوس دلیل موجود نہیں ہے۔ اور جن محدثین نے ان کی وفات ۷۰ ہجری سے قبل بیان کی ہے، انہوں نے اس پر کوئی حتمی رائے نہیں دی، بلکہ ان کی یہ بات محض تخمیناً ہے۔ جبکہ شیخ عبدالرحمان المعلمی الیمانیؒ غیر مقلد (م ۱۳۸۶ھ) نے لکھا ہے کہ:

کثیرًا ما یشاع موت الرجل خطأ.[1]

بہت دفعہ کسی شخص کا سنِ وفات غلط مشہور ہو جاتا ہے۔

لہٰذا یہ بات حتمی طور پر نہیں کہی جا سکتی کہ حضرت معقلؓ کی وفات ۷۰ھ سے پہلے ہوئی ہے۔ جبکہ دوسری طرف امام صاحبؒ نے اپنی روایت میں حضرت معقل رضی اللہ عنہ سے سماعِ حدیث کی تصریح کی ہے۔ چنانچہ امام عبداللہ بن حسین نیشاپوریؒ (م ۵۵۲ھ) نے امام صاحبؒ سے بہ سند متصل نقل کیا ہے کہ:

لَقِيتُ مَعْقَلَ بْنَ يَسَارِ الْمُزَنِيِّ وَسَمِعْتُهُ يَقُوْلُ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: عَلَامَاتُ الْمُؤْمِنِ ثَلَاثٌ اِذَا قَالَ صَدَقَ وَاِذَا وَعَدَ وَفٰى وَاِذَا اؤْتُمِنَ اَدّٰى، وَعَلَامَاتُ الْمُنَافِقِ ثَلَاثٌ اِذَا قَالَ كَذَبَ وَاِذَا وَعَدَ اَخْلَفَ وَاِذَا اؤْتُمِنَ خَانَ.[2]

ترجمہ: میں نے حضرت معقل بن یسار المزنی رضی اللہ عنہ سے ملاقات کی اور اُن کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: مؤمن کی تین علامات ہیں؛ (۱) جب بات کرے تو سچ بولے، (۲) جب وعدہ کرے تو اس کو پورا کرے، (۳) جب اس کے پاس امانت رکھی جائے تو اس کو (پوری طرح) ادا کرے۔ اور منافق کی بھی تین علامات ہیں:

۱۔　التنکیل (۱/۴۹)

۲۔　مناقب ابی حنیفۃ (ص ۳۶) للمکیؒ، الرسائل الثلاث الحدیثیۃ (ص ۱۷۰)

(۱) جب بات کرے تو جھوٹ بولے، (۲) جب وعدہ کرے تو اس کی خلاف ورزی کرے، (۳) جب اس کے پاس امانت رکھی جائے تو خیانت کرے۔

امام عبداللہ بن حسین نیشاپوریؒ کی تصریح کے مطابق اس حدیث کی سند صحیح ہے۔[۱]

یہ حدیث اس بات کی سب سے بڑی دلیل ہے کہ امام صاحبؒ نے حضرت معقل رضی اللہ عنہ سے سماعِ حدیث کیا ہے، لہٰذا بعض محدثین کے محض ظنی اور تخمینی قول کی وجہ سے یہ کہہ دینا کہ حضرت معقلؓ سے امام صاحبؒ کا سماعِ حدیث ممکن نہیں کیونکہ وہ آپ کی وفات سے پہلے فوت ہو چکے تھے، یہ بالکل خلافِ حقیقت ہے۔ اور پھر امام صاحبؒ کی اپنی تصریح کے ہوتے ہوئے کسی دوسرے کی بات کا اعتبار ہی کیا ہو سکتا ہے، کیونکہ صَاحِبُ الْبَیْتِ اَدْرٰی بِمَا فِیْہِ.

(۸) حضرت عائشہ بنت عجرد رضی اللہ عنہا سے سماعت و روایت حدیث

حضرت عائشہ بنت عجرد رضی اللہ عنہا صحابیہ ہیں۔ بعض حضرات نے ان کے صحابیہ ہونے سے انکار کیا ہے، لیکن حدیث اور جرح و تعدیل کے عظیم سپوت امام یحییٰ بن معینؒ (م۲۳۳ھ) ان کو صحابیہ قرار دیتے ہیں، جیسا کہ حافظ ذہبیؒ (م۷۴۸ھ) نے ان سے نقل کیا ہے۔[۲] لہٰذا امام یحییٰ بن معینؒ جیسے امام الجرح والتعدیل کی اس تصریح کے بعد حضرت عائشہ بنت عجرد رضی اللہ عنہا کی صحابیت کا انکار کرنے والوں کی بات کوئی حیثیت نہیں رکھتی، کیونکہ آخر کتاب میں بحوالہ علمائے غیر مقلدین یہ بحث آ رہی ہے کہ مُثبِتُ کو نَافِیُ پر فوقیت ہوتی ہے۔ خصوصاً جب ان کے صحابیہ ہونے کی تصریح امام یحییٰ بن معینؒ جیسے محدث کر رہے ہوں کہ جن کے بارے میں مولانا عبدالرحمان مبارکپوریؒ (م۱۳۵۳ھ) نے لکھا ہے:

امام الجرح والتعدیل یحییٰ بن معینؒ، جن کی نسبت امام احمد بن حنبلؒ فرماتے ہیں:

۱۔ الرسائل الثلاث الحدیثیۃ (ص۱۶۹)

۲۔ تجرید اسماء الصحابۃ (۲/۲۸۶)

کُل حدیث لا یعرفه یحیی فلیس بحدیث.

یعنی جس حدیث کو یحیٰ بن معین نہ پہچانیں وہ حدیث ہی نہیں ہے۔[۱]

نیز امام اعظم ابوحنیفہؒ کی روایت میں حضرت عائشہ بنت عجرد رضی اللہ عنہا کی رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم سے سماعِ حدیث کی تصریح موجود ہے جو کہ ان کے صحابیہ ہونے کی سب سے بڑی دلیل ہے۔ چنانچہ امام یحیٰ بن معینؒ نے ہی اپنی تاریخ میں فرمایا ہے کہ:

اَنَّ اَبَاحَنِیْفَةَ صَاحِبَ الرَّأیِ سَمِعَ عَائِشَةَ بِنْتَ عُجْرَدٍ تَقُوْلُ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ یَقُوْلُ: اَکْثَرُ جُنُوْدِ اللّٰهِ فِی الْاَرْضِ الْجَرَادُ.[۲]

بے شک امام ابوحنیفہؒ جو صاحب الرائے (عظیم فقیہ) ہیں، نے حضرت عائشہ بنت عجرد رضی اللہ عنہا کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ میں نے رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم سے یہ خود سنا ہے کہ آپ نے فرمایا: زمین پر اللہ کا سب سے بڑا لشکر ٹڈیوں کا ہے۔

لہٰذا اس روایت کی رُو سے امام اعظمؒ کا حضرت عائشہ بنت عجرد رضی اللہ عنہا سے، اور اُن کا رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم سے سماعِ حدیث ثابت ہو جاتا ہے۔ البتہ یہاں یہ اشکال وارد ہو سکتا ہے کہ اس روایت میں امام یحیٰ بن معینؒ اور امام اعظم ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے درمیان اِنقطاع ہے، کیونکہ ان کی امام اعظمؒ سے ملاقات نہیں ہوئی۔ تو اس کا جواب یہ ہے کہ اگرچہ امام یحیٰ بن معینؒ کی امام اعظمؒ سے ملاقات نہیں ہوئی، لیکن ان کی آپ کے متعدد تلامذہ (امام ابو یوسفؒ، امام محمد بن حسنؒ، امام عبداللہ بن مبارکؒ وغیرہ) سے ملاقات ضرور ہوئی ہے، اور انہوں نے آپ کے جس شاگرد سے بھی اس حدیث کو روایت کیا ہے وہ یقیناً ثقہ ہے، کیونکہ امام یحیٰ بن معینؒ صرف ثقہ وقابلِ اعتماد راوی سے ہی حدیث روایت کرتے

۱۔ تحقیق الکلام (۸۲/۲)

۲۔ اسد الغابۃ فی معرفۃ الصحابۃ (۱۹۰/۷) لابن الاثیرؒ، لسان المیزان (۲۷۵/۳) لابن حجرؒ، الانتصار والترجیح (ص ۲۴) لسبط ابن الجوزیؒ

ہیں۔ چنانچہ حافظ ابن حجر عسقلانیؒ (م۸۵۲ھ) سعدان بن سعد اللیثیؒ کے ترجمہ میں لکھتے ہیں:

روی عنه يحيى بن معين. قلتُ: ويكفيه رواية ابن معين عنه.[1]

ان سے امام یحییٰ بن معینؒ نے روایت کی ہے۔ میں (ابن حجرؒ) کہتا ہوں کہ ان کے ثقہ ہونے کے لیے امام یحییٰ بن معینؒ کا ان سے روایت کرنا ہی کافی ہے۔

لہٰذا اس روایت میں امام اعظمؒ اور امام یحییٰ بن معینؒ کے درمیان انقطاع اس روایت کی صحت پر اثر انداز نہیں ہوتا۔

نیز اس حدیث کو دیگر کئی محدثین نے امام صاحبؒ سے بسندِ متصل بھی روایت کیا ہے۔[2]

(۹) حضرت عمرو بن حریث رضی اللہ عنہ سے سماعت و روایت حدیث

حضرت عمرو بن حریث رضی اللہ عنہ کوفہ میں اقامت اختیار کرنے والے صحابہ میں سے ہیں اور ان کی وفات ۸۵ ہجری میں ہوئی۔[3] ان کا شمار بھی اُن صحابہ میں ہوتا ہے کہ جن سے امام صاحبؒ نے حدیث کا سماع کیا ہے۔ چنانچہ امام ابن حجر مکیؒ (م۹۷۳ھ) نے آپ کے مناقب میں لکھا ہے:

وذكر جماعة ممن صَنّف فی المناقب وغيرهم انه سمع ايضا من جماعة من الصحابة غير انس رضی الله عنه. منهم عمرو بن حريث، واعترض بأن الصحيح انه مات سنة خمس و ثمانين،

۱۔ لسان المیزان (۳/۱۹)

۲۔ مثلاً دیکھیے: مسند الامام الاعظم (۲/۵۰۶-۵۰۸، رقم الحدیث: ۵۷۱، ۵۷۲) لابن خسروؒ، تبییض الصحیفۃ (ص۳۲) للسیوطیؒ، التدوین فی اخبارِ قزوین (۱/۴۳۸)

۳۔ تاریخ الصحابۃ (ص ۱۷۶) لابن حبانؒ، معرفۃ الصحابۃ (۳/ ۳۹۹-۴۰۱) لابی نعیمؒ، الاصابۃ (۶۴۶۲) لابن حجرؒ، الاستیعاب (۱۷۸۶۸) لابن عبدالبرؒ، اُسد الغابۃ (۴/ ۲۰۰، ۲۰۱) لابن الاثیرؒ، الطبقات الصغیر (۱/۳۰۲) لابن سعدؒ

والقول بانه عاش الٰى سنة ثمانين وتسعين لم يثبت، واجيب بان الصواب الذى عليه جمهور المحدثين واستقر عليه العمل ان الصغير اذا ميّز صحح سماعه، وان كان ابن خمس سنين.[۱]

اہل علم کی ایک جماعت جنہوں نے (امام ابوحنیفہؒ کے) مناقب میں کتب لکھی ہیں، انہوں نے بھی اور دیگر اہلِ علم نے بھی ذکر کیا ہے کہ امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ نے حضرت انس رضی اللہ عنہ کے علاوہ بھی صحابہؓ کی ایک جماعت سے احادیث کا سماع کیا تھا۔ ان صحابہؓ میں سے ایک حضرت عمرو بن حریث رضی اللہ عنہ بھی ہیں۔ لیکن اس پر یہ اعتراض کیا جاتا ہے کہ اس صحابی کا انتقال ۸۵ ہجری میں ہوا، اور جس قول میں ہے کہ وہ ۸۹ ہجری تک زندہ رہے، وہ ثابت نہیں ہے۔ اس اعتراض کا جواب یہ ہے کہ درست بات کہ جو جمہور محدثین کا مذہب ہے، اور جس پر معاملہ مقرر ہو چکا ہے، وہ یہ ہے کہ چھوٹا بچہ اگر (اچھے برے میں) تمیز کر سکتا ہے تو اس کا سماع صحیح ہے، اگرچہ وہ پانچ سال کا ہو (لہٰذا امام ابوحنیفہؒ کا حضرت عمرو بن حریثؓ سے سماع صحیح ہے)۔

حضرت عمرو بن حریت رضی اللہ عنہ سے امام صاحبؒ نے کون سی اور کتنی احادیث روایت کی ہیں، اس بابت ہمیں کوئی معلومات نہیں مل سکیں۔ وَاللّٰهُ اَعْلَمُ بِالصَّوَابِ.

(۱۰) حضرت عبداللہ بن ابی حبیبہ رضی اللہ عنہ سے سماعت وروایت حدیث

یہ صِغار صحابہؓ میں سے ہیں، جب کہ ان کے والد حضرت ابوحبیبہؓ، جن کا نام "اَلْاَدْرَعَ" ہے، کا شمار بدری اور کِبار صحابہ میں ہوتا ہے۔ حضرت عبداللہؓ عہدِ نبوی میں مسجد قباء کے قریب رہائش پزیر تھے، چنانچہ وہ نبی پاک صلّی اللہ علیہ وسلّم سے اپنی ملاقات کا واقعہ بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ ایک دفعہ آپ صلّی اللہ علیہ وسلّم مسجد قباء تشریف لائے۔ میں آپ کے دائیں طرف بیٹھ گیا۔ آپ نے پانی نوش فرمایا، اور اپنا بچا ہوا پانی مجھے

۱۔ الخیرات الحسان (ص ۴۸، ۴۹)

مرحمت فرما دیا، اور پھر آپ نماز پڑھنے میں مشغول ہو گئے۔ انہوں نے نبی اکرم صلّی اللہ علیہ وسلّم کی احادیث حضرت ابوالدرداء رضی اللہ عنہ کے واسطے سے بیان کی ہیں، جیسا کہ امام ابن مندہ (م ۳۹۵ھ) نے تصریح کی ہے۔[1]

امام ابوحنیفہ نے حضرت عبداللہ بن ابی حبیبہ رضی اللہ عنہما سے بھی حدیث کا سماع کیا تھا، اور آپ نے ان سے جو حدیث روایت کی ہے، اس کو بھی حضرت عبداللہ بن ابی حبیبہ رضی اللہ عنہما نے حضرت ابوالدرداء رضی اللہ عنہ کے واسطے سے رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم سے روایت کیا ہے۔ چنانچہ امام ابو یوسف (م ۱۸۲ھ) اور امام محمد بن حسن شیبانی (م ۱۸۹ھ) فرماتے ہیں:

اَخْبَرَنَا اَبُوْحَنِيْفَةَ قَالَ: حَدَّثَنَا عَبْدُاللّٰهِ بْنِ اَبِىْ حَبِيْبَةَ قَالَ: سَمِعْتُ اَبَا الدَّرْدَاءِ رَضِىَ اللّٰهُ عَنْهُ صَاحِبَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ: بَيْنَا اَنَا رَدِيْفُ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: يَا اَبَا الدَّرْدَاءِ: مَنْ شَهِدَ اَنْ لَّا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاَنِّىْ رَسُوْلُ اللّٰهِ وَجَبَتْ لَهُ الجَنَّةُ، قَالَ قُلْتُ لَهُ: وَاِنْ زَنٰى وَاِنْ سَرَقَ؟ فَسَكَتَ عَنِّىْ، ثُمَّ سَارَ سَاعَةً، ثُمَّ قَالَ: مَنْ شَهِدَ اَنْ لَّا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاَنِّىْ رَسُوْلُ اللّٰهِ وَجَبَتْ لَهُ الْجَنَّةُ، قُلْتُ: وَاِن زَنٰى وَاِنْ سَرَقَ؟ قَالَ: وَاِنْ زَنٰى وَاِنْ سَرَقَ، وَاِنْ رَغِمَ اَنْفُ اَبِىّ الدَّرْدَاءِ. قَالَ فَكَاَنِّىْ اَنْظُرُ اِلٰى اِصْبَعِ اَبِىّ الدَّرْدَاءِ السَّبَّابَةِ يُؤْمِئُ اِلٰى اَرْنَبَتِهٖ.[2]

ترجمہ: امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ نے ہمیں خبر دی ہے کہ ہم سے حضرت عبداللہ بن ابی حبیبہ رضی اللہ عنہما نے بیان کیا ہے کہ میں نے حضرت ابوالدرداء رضی اللہ عنہ جو صحابی رسول صلّی اللہ علیہ وسلّم ہیں، کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ: میں رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم کے ہمرکاب تھا، آپ نے مجھ سے فرمایا: اے ابو

۱۔ أسد الغابة فی معرفة الصحابة (۳/۱۷۱، ۲۱۰) لابن الاثیر، معجم الصحابة (۳۲/۲) لابن القانع، تاریخ الصحابة (ص ۱۵۷) لابن حبان

۲۔ کتاب الآثار (ص ۱۹۷، رقم الحدیث ۸۹۱) بروایت امام ابو یوسف، کتاب الآثار (ص ۱۰۰، رقم الحدیث: ۳۷۳) بروایت امام محمد بن حسن

الدرداء! جو شخص بھی یہ گواہی دے گا کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں، اور میں اللہ کا رسول ہوں، اس کے لیے جنت واجب ہو جائے گی۔ میں نے آپ سے عرض کیا کہ اگر چہ اُس نے زنا کیا ہو، یا چوری کی ہو؟ یہ سن کر آپ تھوڑی دیر خاموش رہے۔ پھر آپ تھوڑا آگے چلے اور پھر آپ نے فرمایا: جس شخص نے بھی یہ گواہی دی کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں، اور میں اللہ کا رسول ہوں، اس کے لیے جنت واجب ہوگئی۔ میں نے عرض کیا: اگر چہ اُس نے زنا کیا ہو، یا چوری کی ہو؟ آپ نے فرمایا: اگر چہ اُس نے زنا کیا ہو یا چوری کی ہو، اگر چہ ابوالدرداء کی ناک خاک آلود ہو جائے۔ حضرت عبداللہ بن ابی حبیبہ رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ گویا میں حضرت ابوالدرداء رضی اللہ عنہ کی انگشتِ شہادت کو دیکھ رہا ہوں کہ وہ (یہ حدیث سناتے ہوئے) اپنے ناک کی طرف اشارہ کر رہے ہیں۔

اس حدیث کو امام ابومحمد عبداللہ بن محمد بن یعقوب الحارثی (م ۳۴۰ھ)، امام ابونعیم اصفہانیؒ (م ۴۳۰ھ) اور امام ابن خسرو بلخیؒ (م ۵۲۲ھ) وغیرہ محدثین نے بھی امام اعظم رحمہ اللہ کے واسطے سے بسندِ متصل نقل کیا ہے۔[1]

نامور صاحب التصانیف محدث امام جلال الدین سیوطیؒ (م ۹۱۱ھ) نے اس حدیث کو ایک ایسی سند کے ساتھ روایت کیا ہے کہ جس کے امام اعظمؒ تک سارے راوی حنفی ہیں، چنانچہ موصوف اس حدیث کو روایت کرنے کے بعد لکھتے ہیں:

هذا حديث مسلسل بالحنفية.[2]

اس حدیث کی سند مسلسل حنفی راویوں پر مشتمل ہے۔

نیز امام عبدالباقی بعلی دمشقی حنبلیؒ (م ۱۰۷۱ھ)، امام محمد علی بن حسین مکی مالکیؒ

۱۔ مسند الامام ابی حنیفۃ (ص ۱۲۲، ۱۲۳) للحارثی، مسند الامام ابی حنیفۃ (ص ۱۷۴) لابی نعیمؒ، مسند الامام الاعظمؒ (۲/ ۵۷۱-۵۷۴)، رقم الحدیث: ۶۷۷-۶۸۰) لابن خسروؒ، الاربعون حدیثًا من اربعین کتابًا عَنْ اربعین شیخًا (ص ۲۰، ۲۱) للفاداڻی

۲۔ بغیۃ الوعاۃ فی طبقات اللغویین والنحاۃ (۲/ ۳۳۳، ۳۳۴)

(م۱۳۶۷ھ) اور شیخ ابوالفیض محمد یاسین فادانی مکی شافعیؒ (م۱۴۱۰ھ) نے بھی اس حدیث کو اپنی اپنی سندِ متصل، جو امام اعظم ابوحنیفہؒ تک مسلسل حنفی رُوات پر مشتمل ہے، سے روایت کیا ہے۔[۱]

فقیہ شہیر امام ابن عابدین شامیؒ (م۱۲۵۲ھ) نے امام احمد بن علی المنینی الدمشقیؒ (م۱۱۷۲ھ) جو کہ: اَلشَّیخ، العَالِم، اَلعَلَّامَه، اَلفَهَّامَة، اَلمُفِیدُ الکَبِیر، اَلمُحَدِّث، اَلإمَام، اَلحِبرُ، اَلبَحرُ، اَلفَاضِلُ اور اَلمُتقِنُ تھے،[۲] سے نقل کیا ہے کہ انہوں نے اپنی ثبت (اَلقَولُ السَّدِیدُ فِی اِتِّصَالِ الاَسَانِید) میں اس روایت کو نقل کرنے کے بعد لکھا ہے:

هذا الحديث يشهد لِمَنْ اَثبتَ رواية ابى حنيفة عَنِ الصَّحَابة، فان عبداللّٰه بن ابى حبيبة عَدَّه الحافظ ابن حجر فى الصحابة، قال فى الاصابة: واسمه الادرع بن الازعر الانصارى الاوسى، قال ابن ابى داؤد: شهد الحديبيّة، وذكره البخارى وابن حبان وغيرهما فى الصحابة، وقال البغوى: وكان يسكن قباء.[۳]

یہ حدیث اُن لوگوں کی دلیل ہے جو کہ امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کی صحابہ رضی اللہ عنہم سے روایتِ حدیث کو ثابت قرار دیتے ہیں، کیونکہ حضرت عبداللہ بن ابی حبیبہ رضی اللہ عنہما کو حافظ ابن حجر عسقلانیؒ نے صحابہ میں شمار کیا ہے۔ چنانچہ انہوں نے ''الاصابہ'' (رقم الترجمۃ: ۵۰۵۷) میں کہا ہے کہ ان (کے والد) کا نام اَلاَدرَعُ بن الاَزعَرُ انصاری اوسی رضی اللہ عنہ ہے۔ ابن ابی داؤدؒ فرماتے ہیں کہ یہ حدیبیہ میں شریک تھے۔ امام بخاری اور امام ابن حبانؒ نے بھی ان کو صحابہ میں ذکر کیا ہے۔ امام بغویؒ فرماتے ہیں کہ یہ قُباء میں مقیم تھے۔

۱۔ ریاض اہل الجنۃ بآثار اہل السنۃ (ص۲۲، ۲۳) للبعلیؒ، المسلک الجلی فی اسانید محمد علی المالکی (ص ۱۳۴، ۱۳۵)، العُجالۃ فی الاحادیث المسلسلۃ (ص۳۷-۳۹) للفادانیؒ

۲۔ سِلکُ الدُّرَر فِی اَعیَانِ القرنِ الثَّانِی عشر (۱/۱۳۴)

۳۔ ثَبتُ ابن عابدینؒ اَلمُسَمّٰی ''عُقُودُ اللآلِی فِی الاَسَانِیدِ العَوَالِی'' (ص۲۵۵)

امام اعظمؒ کی صحابہؓ سے مروی احادیث پر محدثین کی تالیفات

امام اعظم ابوحنیفہ رحمہ اللہ نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے براہ راست جو احادیث سن کر ان کو روایت کیا ہے، ان کی تعداد بتصریح امام حافظ الدین محمد الکردریؒ (م ۸۲۷ھ): پچاس ہیں۔[۱] ان میں سے بعض احادیث آپ گزشتہ صفحات پر ملاحظہ بھی کر چکے ہیں۔ محدثین نے آپ کی صحابہؓ سے روایت کردہ ان احادیث سے خصوصی اعتناء کیا ہے، اور کئی نامور و جلیل المرتبت محدثین نے تو امام صاحبؒ کی صحابہؓ سے مروی ان احادیث کے مجموعے بھی تالیف کیے ہیں، ان مجموعوں میں سے ہر ایک مجموعے کو جزء کہتے ہیں۔ ذیل میں ان میں سے چند مجموعوں کا تعارف ملاحظہ کریں۔

(۱) جزء امام ابوحامد محمد بن ہارون حضرمیؒ (م ۳۲۱ھ)

امام موصوف ایک جلیل القدر محدث ہیں۔ حافظ ذہبیؒ نے ان کے ترجمے کا آغاز: المحدث، الثقۃ المعمر، الامام، مِنْ بقایا المُسندین" جیسے عظیم القاب سے کیا ہے۔[۲]

موصوف، امام دارقطنیؒ اور امام ابن شاہینؒ وغیرہ جیسے نامور حفاظِ حدیث کے استاذ ہیں۔ امام دارقطنیؒ نے ان کی توثیق بھی کی ہے،[۳] اور اپنی "سنن" میں ان سے متعدد احادیث بھی روایت کی ہیں۔[۴] امام حضرمیؒ کا شمار اُن محدثین میں ہوتا ہے کہ جنہوں نے امام

۱۔ مناقب ابی حنیفۃ (ص ۲۵) للکردریؒ

۲۔ سیر اعلام النبلاء (۱۵/۲۵)

۳۔ ایضاً، سوالات السہمی للدارقطنی (ص ۸۸)، سوالات البرقانی للدارقطنی (ص ۲۲۵)

۴۔ مثلاً دیکھئے سنن الدارقطنی (ح ۵۸، ۹۵، ۱۰۷، ۱۵۲)

اعظم ابوحنیفہ رحمہ اللہ کی صحابہ رضی اللہ عنہم سے مروی احادیث سے خصوصی اِعتناء کرتے ہوئے اس کو جُزء کی صورت میں لکھا ہے۔ان کا تالیف کردہ یہ جُزء متعدد جلیل المرتبت محدثین کی مرویات میں سے ہے، جن میں سے ایک حافظ الدنیا امام ابن حجر عسقلانیؒ (م ۸۵۲ھ) بھی ہیں۔امام موصوف نے اپنی ''ثبت'' میں اس جزء کو ذکر کر کے امام حضرمیؒ تک اپنی اسناد بھی ذکر کر دی ہے۔[۱]

اسی طرح یہ جزء محدث الشام حافظ ابن طولونؒ (م ۹۵۳ھ) کی مرویات میں سے بھی ہے، اور انہوں نے بھی اپنی ثبت میں اس جزء کو ذکر کر کے امام حضرمیؒ تک اس جزء کی اسناد ذکر کی ہے۔[۲]

دکتور عبداللہ بن عبدالعزیز الشبر اوی کی تصریح کے مطابق اس جزء کا مخطوطہ (قلمی نسخہ) دمشق کے مکتبہ ظاہریہ میں ضمن المجموع (۶/۹۵) موجود ہے۔[۳]

(۲) جزء امام ابوالحسین علی بن احمد بن عیسیٰ بیہقیؒ

امام موصوف کا آبائی تعلق ایران کے مشہور مردم خیز علمی علاقے ''بیہق'' سے ہے، انہوں نے کچھ عرصہ بغداد میں بھی حدیث کا درس دیا تھا، جب یہ عازمِ حج تھے، اور بغداد میں کچھ عرصہ کے لیے ٹھہرے تھے۔[۴]

ان کے سنِ وفات سے متعلق ہمیں کوئی تصریح نہیں ملی، البتہ تخمیناً معلوم ہوتا ہے کہ ان کی وفات پانچویں صدی کے اوائل میں ہوئی، کیونکہ ان کے شاگرد امام ابوالحسین احمد بن محمد بن احمد السمنانیؒ (جنہوں نے امام بیہقیؒ سے ان کے اس جزء کو بھی روایت کیا ہے) کا سنِ ولادت ۳۸۴ ہجری، جب کہ سنِ وفات ۴۶۶ ہجری ہے۔[۵] اس لحاظ سے امام ابوالحسین بیہقیؒ کی وفات پانچویں صدی کے اوائل میں ہوئی۔

۱۔ المعجم المفہرس (ص ۲۶۱) ۲۔ الفہرست الاوسط (۴/۷۲، ۷۳)

۳۔ حاشیہ الفہرست الاوسط (۴/۷۲)

۴۔ ذیل تاریخ بغداد (۱۸/۸۷) لابن النجارؒ

۵۔ سیر اعلام النبلاء (۱۷/۶۵۲)

امام بیہقیؒ کے تالیف کردہ جزء کا نام ''حَدِيثُ اَبِي حَنِيفَةَ عَمَّنْ لَّقِيَ مِنَ الصَّحَابَةِ'' ہے۔ یہ جُزء نامور مؤرخ ومحدث امام محبّ الدین ابوعبداللہ محمد بن محمود بغدادیؒ المعروف بہ ''ابن النجارؒ'' (م۶۴۳ھ) کی مرویّات میں سے ہے، اور انہوں نے امام بیہقیؒ کے ترجمہ میں ان کے اس جُزء سے ایک حدیث بھی اپنی سند متصل کے ساتھ نقل کی ہے۔[۱]

اسی طرح یہ جزء حافظ ابن حجر عسقلانیؒ (م۸۵۲ھ) کی مرویّات میں سے بھی ہے، اور انہوں نے اپنی ''ثبت'' میں اس جزء کو ذکر کر کے امام ابوالحسین بیہقیؒ تک اپنی اسناد بھی ذکر کی ہے۔ نیز اس جزء سے انہوں نے بھی اس کی پہلی حدیث بسند نقل کی ہے، جس کو امام اعظمؒ نے حضرت انس رضی اللہ عنہ کے واسطے سے رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم سے روایت کیا ہے کہ آپ نے فرمایا:

طَلَبُ الْعِلْمِ فَرِيْضَةٌ عَلٰى كُلِّ مُسْلِمٍ.[۲]

ترجمہ: علم حاصل کرنا ہر مسلمان پر فرض ہے۔

نیز یہ جزء حافظ ابن طولونؒ (م۹۵۳ھ) کی مرویّات میں سے بھی ہے، اور انہوں نے بھی اپنی ثبت میں اس جزء کی امام بیہقیؒ تک اپنی سند ذکر کر دی ہے۔[۳]

امام ابومؤید خوارزمیؒ (م۶۶۵ھ) نے امام بیہقیؒ کے اس جزء کی تخریج کی ہے۔[۴]

امام خوارزمیؒ کی تصریح کے مطابق امام ابوبکر محمد بن عبدالباقیؒ (م۵۳۵ھ) نے بھی اپنی تالیف کردہ ''مُسند الامام ابی حنیفة'' میں اس جزء کی تخریج کی ہے، جس کو امام خوارزمیؒ نے ان کے حوالے سے مکمل نقل کر دیا ہے۔[۵]

(۳) جزء امام ابومعشر عبدالکریم بن عبدالصمد الطبریؒ (م۴۷۸ھ)

امام طبریؒ مکہ مکرمہ کے مشہور قاری، عظیم شافعی المسلک فقیہ، جلیل المرتبت محدث اور نامور صاحب التصانیف عالم ہیں۔

۱۔ ذیل تاریخ بغداد (۱۸/ ۸۷) لابن النجارؒ
۲۔ المعجم المفہرس (ص۲۷۲)
۳۔ الفہرست الاوسط (۴/ ۲۲۷، ۲۲۸)
۴۔ جامع المسانید (۱/ ۲۳-۲۵)
۵۔ ایضاً (۱/ ۷۹-۸۷)

امام شمس الدین محمد بن محمد الجزریؒ (م۸۱۴ھ) نے ان کا تعارف اِن الفاظ سے کرایا ہے:

شیخ اهل مكة، امام عارف، مُحَقِّقٌ، استاذ كامل، ثقه صالح.[۱]

حافظ ذہبیؒ (م۷۴۸ھ)، حافظ صلاح الدین صفدیؒ (م۷۶۴ھ) اور حافظ ابن حجر عسقلانیؒ (م۸۵۲ھ) وغیرہ محدثین نے بھی ان کی تصانیف اور ان کے علمی کارناموں کو خوب سراہا ہے۔[۲]

امام طبریؒ کا شمار بھی ان محدثین میں ہوتا ہے جنہوں نے امام اعظم ابوحنیفہؒ کی صحابہؓ سے روایت کردہ احادیث کو ایک ''جزء'' کی صورت میں جمع کیا ہے۔ علامہ محمد بن جعفر الکتانی المالکیؒ (م۱۳۴۵ھ) ان کے اس جزء کے تعارف میں لکھتے ہیں:

وجزء الاستاذ ابى معشر عبدالكريم بن عبدالصمد بن محمد بن على القطان الطبرى المقرى الشافعى، صاحب التصانيف، المجاور بمكة، المتوفّٰى بها سنة ثمان وسبعين واربعمائة، ذكر فيه ما رواه ابو حنيفة عَنِ الصحابة.[۳]

استاذ ابومعشر عبدالکریم بن عبدالصمد بن محمد بن علی القطان الطبری المقری الشافعی، صاحب التصانیف، مُجاور مکہ مکرمہ، المتوفّٰی ۴۷۸ ہجری بمقام مکہ مکرمہ نے اپنے جُزء میں وہ احادیث ذکر کی ہیں کہ جن کو امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ نے صحابہ رضی اللہ عنہم سے روایت کیا ہے۔

امام مقریؒ کا تألیف کردہ یہ جزء حافظ ابن حجر عسقلانیؒ (م۸۵۲ھ) اور حافظ ابن طولونؒ (م۹۵۳ھ) کی مرویات میں سے ہے۔[۴]

۱۔ غایۃ النہایۃ فی طبقات القراء (۱/۴۰۱)

۲۔ سیر اعلام النبلاء (۱۸/ ۴۸۷)، الوافی بالوفیات (۱۴/ ۴۰)، لسان المیزان (۴/ ۵۹)

۳۔ الرسالۃ المستطرفۃ (ص۷۶)

۴۔ المعجم المفہرس (ص۲۷۲) لابن حجرؒ، الفہرست الاوسط (۴/ ۲۴۱) لابن طولونؒ

نیز یہ جزء ملک مُعظّم، سلطان عادل سیف الدین عیسیٰ بن ابوبکر (م ۶۲۴ھ)، جو سلطان صلاح الدین ایوبیؒ کے بھتیجے ہیں) کی مرویات میں سے بھی ہے۔ چنانچہ موصوف اس کے تعارف میں ارقام فرماتے ہیں:

وقد جمع روايتهٔ فی جزء ابومعشر عبدالکریم بن عبدالصمد الطبری المقریٔ، وهذا الجزء سمعناه وروینا الاحادیث التی فیه عن سبعة.[1]

امام ابوحنیفہؒ کی صحابہؓ سے مروی احادیث کو امام ابومعشر عبدالکریم بن عبدالصمد الطبری المقریٔ نے ایک جزء میں جمع کیا ہے۔ اس جزء کی ہم نے سماعت کی ہے، اور اس میں (امام ابوحنیفہؒ کی) سات صحابہؓ سے (روایت کردہ) جو احادیث ہیں، ان کو ہم نے روایت بھی کیا ہے۔

اور پھر موصوف نے امام طبریؒ تک اپنی اسناد ذکر کی ہے۔[2]

یہ جُزء محدثِ جلیل، شارح بخاری حافظ بدر الدین عینیؒ (م ۸۵۵ھ) کی بھی مرویات میں سے ہے، اور وہ اس کو اپنے استاذ اور مشہور محدث حافظ زین الدین عراقیؒ (م ۸۰۴ھ) کے واسطے سے روایت کرتے ہیں، چنانچہ انہوں نے "مقدمہ شرح شرح معانی الآثار" میں اس جُزء کو امام طبریؒ تک بسندِ متصل روایت کیا ہے، اور اس کے متن کو بھی مکمل نقل کر دیا ہے۔[3]

عالیُ السند محدث امام شہاب الدین احمد بن اسحاق الابرقوہیؒ (م ۷۰۱ھ) صرف دو واسطوں سے امام طبریؒ سے یہ جزء روایت کرتے ہیں، اور انہوں نے اپنی معجم میں اس جزء سے ایک حدیث بھی اپنی سند کے ساتھ نقل کی ہے۔[4]

۱۔ السہم المصیب فی کبد الخطیب (ص ۷۶)

۲۔ ایضاً

۳۔ مقدمة مغانی الاخیار فی شرح رجال شرح معانی الآثار (قلمی، ورقہ ۴۲۹، ۴۳۰)

۴۔ معجم شیوخ الابرقوہی (ص ۵۲، ۵۳)

امام محمد بن یوسف صالحی شافعیؒ (م۹۴۲ھ) نے بھی اس جزء کو نقل کیا ہے۔[1]

مشہور صاحب التصانیف محدث امام جلال الدین سیوطیؒ (م ۹۱۱ھ) نے بھی امام ابو حنیفہؒ کے مناقب میں اس جزء کو مکمل نقل کرتے ہوئے اس پر جا بجا اپنا علمی تبصرہ بھی کیا ہے۔[2]

(۴) جزء امام ابوبکر عبد الرحمان بن محمد السرخسیؒ (م۴۳۹ھ)

یہ ایک جلیل القدر حنفی فقیہ ہیں، اور انہوں نے فقہ حنفی کی تعلیم امام ابو الحسین قدوریؒ (م۴۲۸ھ) سے حاصل کی، اور ان کا شمار امام ابو عبد اللہ دامغانیؒ (م۴۷۸ھ) جیسے فقہاء کے طبقہ میں ہوتا ہے۔[3] انہوں نے امام اعظمؒ کی صحابہؓ سے مروی روایات کا جو ''جزء'' لکھا ہے، اس کو اُن سے ان کے صاحبزادے امام عبد الملک بن عبد الرحمان السرخسیؒ (م۴۷۰ھ) نے روایت کیا ہے۔ اور یہ بھی اپنے والد کی طرح ایک بلند پایہ محدث اور فقیہ ہیں۔ امام ابن النجارؒ (م۶۴۳ھ) نے ان کا مبسوط ترجمہ لکھا ہے، اور ان کے ترجمہ میں یہ بھی تصریح کی ہے کہ جب یہ بغداد میں نامور صاحب التصانیف محدث امام امیر ابن ماکولاؒ (م۴۷۵ھ) کی عدالت میں گواہی دینے کے لیے پیش ہوئے تو انہوں نے ان کی گواہی کو قبول کیا۔

نیز امام ابن النجارؒ نے ان کے واسطے سے ان کے والد کے مذکورہ جزء سے ایک حدیث بھی بسند متصل نقل کی ہے۔[4]

امام حسین بن محمد بن خسروؒ (م۵۲۲ھ) جو کہ امام عبد الرحمان سرخسیؒ کے دو (احمد بن الحسن بن خیرونؒ اور عبد الملک بن عبد الرحمان بن محمد السرخسیؒ) واسطوں سے شاگرد ہیں، نے اپنی سند کے ساتھ اس جزء کو روایت کیا ہے، اور اس جزء کی انہوں نے مکمل تخریج بھی کی ہے۔[5]

۱۔ عقود الجمان (ص۵۴-۶۱)

۲۔ تبییض الصحیفۃ فی مناقب الامام ابی حنیفۃ (ص۲۶-۳۲)

۳۔ الجواہر المضیئۃ (۱/۳۰۷)، تاج التراجم (ص۳۳)

۴۔ ذیل تاریخ بغداد (۱۶/۴۸، ۴۹) لابن النجارؒ

۵۔ مسند الامام الاعظم (۱/۱۷۳، ۲۳۶، ۲/۴۹۹، ۵۰۰، ۵۰۲، ۵۰۴، ۸۴۰)

صدر الائمہ موفق بن احمد مکیؒ (م ۵۶۸ھ) بھی اس مجموعے کی تخریج کرنے والوں میں سے ہیں۔[1]

اسی طرح مؤرخِ اسلام علامہ سبط ابن الجوزیؒ (م ۶۵۴ھ) نے بھی اس جزء کی تخریج کی ہے، اور انہوں نے اس جُزء کی ہر ہر حدیث کو اپنی مکمل سند کے ساتھ روایت کیا ہے۔[2]

علامہ زاہد الکوثریؒ (م ۱۳۷۱ھ) کی تصریح کے مطابق علامہ نوح بن مصطفیٰ قونویؒ (م ۱۰۷۰ھ) نے "اَلدُّرُّ الْمُنْظَمُ فِیْ مَنَاقِبِ الْإِمَامِ الْأَعْظَمْ" میں ان مذکورہ چاروں اجزاء کے متون کی تخریج کی ہے۔[3]

(۵) جزء امام ابوسعد اسماعیل بن علی بن حسین السمانؒ (م ۴۴۵ھ)

امام سمانؒ ایک بلند پایہ اور عدیم النظیر محدث ہیں۔ ان کے اساتذہ کی تعداد تقریباً تین ہزار ہے، اسی طرح ان کے تلامذہ بھی بکثرت ہیں، جن میں ابوبکر خطیب بغدادیؒ (م ۴۶۳ھ) اور عبدالعزیز بن محمد النخشبیؒ (م ۴۵۷ھ) وغیرہ جیسے نامور حفاظِ حدیث بھی ہیں۔

حافظ ذہبیؒ (م ۷۴۸ھ) نے ان کا ترجمہ: الامام الحافظ، العلّامۃ البارع اور المُتقن وغیرہ القاب سے شروع کیا ہے۔[4]

نیز ذہبیؒ ان کو محدثین کے طبقہ میں ذکر کرتے ہوئے ان کا تعارف یوں کراتے ہیں:

> **الحافظ ابوسعد اسماعیل بن علی بن السمان الرازی، سمع مِن ثلاثۃ آلاف شیخ.**[5]
>
> حافظ ابوسعد اسماعیل بن علی بن السمان رازی، جنہوں نے تین ہزار شیوخ سے حدیث کا سماع کیا۔

مؤرخِ اسلام امام ابن العدیم حلبیؒ (م ۶۶۰ھ) نے بھی ان کا مبسوط ترجمہ لکھا ہے،

۱۔ مناقب ابی حنیفہؒ (ص ۳۳، ۳۴)
۲۔ الانتصار والترجیح (ص ۲۱-۲۴)
۳۔ حاشیہ الانتصار والترجیح (ص ۱۹)
۴۔ سیر اعلام النبلاء (۱۸/ ۵۵، ۵۶)
۵۔ المعین فی طبقات المحدثین (ص ۱۲۸، ت ۱۴۲۵)

اوران کے ترجمہ میں انہوں نے ان کے اساتذہ کی تعداد تقریباً چار ہزار بیان کی ہے۔[۱] امام موصوف کو کثیر التصانیف ہونے کا شرف بھی حاصل ہے۔ان کی تصانیف میں سے ایک امام اعظمؒ کی صحابہؓ سے مروی احادیث پر مشتمل جزء بھی ہے۔ان کا تالیف کردہ یہ جزء امام حسین بن محمد بن خسروؒ (م۵۲۲ھ) کی مرویّات میں سے ہے،اورانہوں نے اس جزء کو بسند متصل نقل کردیا ہے۔[۲]

(۶) جزء امام ابوالقاسم عبدالملک بن احمد قزوینیؒ (م۵۳۴ھ)

امام موصوف بتصریح امام عبدالکریم قزوینیؒ (م۶۲۳ھ): ایک فقیہ، محدث، شاعر، ادیب، فاضل اور باکمال شخص تھے۔[۳] انہوں نے امام اعظم ابوحنیفہ رحمہ اللہ کی روایت کردہ تین احادیث جو آپ نے تین صحابہ: حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ، حضرت عبداللہ بن ابی اوفی رضی اللہ عنہ اور حضرت عائشہ بنت عجر درضی اللہ عنہما کے واسطے سے رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم سے روایت کی ہیں، پر مشتمل ایک جزء لکھا ہے۔امام عبدالکریم قزوینیؒ، جو ایک واسطے سے ان کے شاگرد ہیں،انہوں نے اپنے متعدد اساتذہ کے واسطے ان کے اس جزء کو روایت کیا ہے، نیز انہوں نے ان کے اِس جُزء کو اپنی تاریخ میں نقل بھی کردیا ہے۔[۴]

(۷) جزء امام ابوالمکارم عبداللہ بن حسین نیشاپوریؒ (م۵۵۲ھ)

امام موصوف چھٹی صدی کے محدث اورالشیخ، الامام اور نَاصِرُ السُّنَّہ ہیں، انہوں نے امام اعظمؒ کی روایت کردہ سات احادیث جو آپ نے سات صحابہ کرام (عبداللہ بن حارث بن جزء، عبداللہ بن انیس، عبداللہ بن ابی اوفی، انس بن مالک، جابر بن عبداللہ، معقل بن یسار اور واثلہ بن اسقع رضی اللہ عنہم) سے براہ راست روایت کی ہیں، پر مشتمل ایک جُزء لکھا ہے، جس کا نام ''اَلْاَحَادِیْثُ السَّبْعَة عَنْ سَبْعَةٍ مِنَ الصَّحَابَةِ الَّذِیْنَ

۱۔ بغیۃ الطلب فی تاریخ حلب (۴/۱۷۰۶-۱۷۱۶)

۲۔ مسند الامام الاعظم (۱/۱۷۴،۱۷۵،۲/۴۹۸،۵۰۲،۵۰۳،۵۰۵،۵۰۶،۵۰۷)

۳۔ التدوین فی اخبار قزوین (۳/۲۶۰-۲۶۸)

۴۔ ایضاً (۱/۴۳۷،۴۳۸،۳/۳۶۱)

رَوَی عَنْهُمُ الْإِمَامُ اَبُوْحَنِيْفَةَ" ہے۔اس جزء میں مذکور تمام احادیث مؤلف نے اپنی سند متصل کے ساتھ امام ابو محمد العلاء بن ہلال بن عمر الباہلی الرقیؒ (م ۲۱۵ھ) سے، اور انہوں نے امام اعظم ابوحنیفہ رحمہ اللہ سے روایت کی ہیں۔

امام العلاءؒ جو کہ ثقہ محدث امام ہلال بن العلاءؒ (م ۲۸۰ھ) کے والد ہیں، پر اگرچہ متعدد محدثین نے جرح کی ہے، لیکن کئی محدثین نے ان کی توثیق بھی کی ہے۔ چنانچہ امام ابن حبانؒ (م ۳۵۴ھ) اور امام ابن شاہینؒ (م ۳۸۵ھ) نے ان کو ثقات (ثقہ راویوں) میں ذکر کیا ہے۔[1]

امام حاکم نیشاپوریؒ (م ۴۰۵ھ) نے ان کی روایت کو "صحیح الاسناد" قرار دیا ہے، اور امام ذہبیؒ (م ۷۴۸ھ) نے اس پر امام حاکمؒ کی موافقت کی ہے۔[2]

یہ جزء امام نیشاپوریؒ نے رجب ۵۳۸ ہجری میں اپنے شاگرد امام مبارک بن محمد بن یحییٰ زبیدیؒ (م ۵۸۰ھ)[3] کو املا کرایا تھا، اور پھر اُن سے اُن کے صاحبزادے اور ثقہ عالم امام سراج الدین حسن بن مبارک زبیدیؒ (م ۶۲۹ھ)[4] نے اس کو روایت کیا ہے۔ نیز اس جُزء کو امام نیشاپوریؒ سے جلیل القدر محدث ومؤرخ قاضی ابومنصور محمد بن حسین بن محمد بغدادی ہمذانیؒ (م ۵۷۱ھ)[5] نے بھی روایت کیا ہے۔ قاضی موصوف، امام موفق بن احمد مکیؒ (م ۵۶۸ھ) جو کہ مُتمکِّنُ فی العربیۃ، عزیز العلم، فقیہ، فاضل، بارع، ادیب اور شاعر

۱۔ کتاب الثقات (۲۶۶/۷)، تاریخ اسماء الثقات (ص ۲۳۶، ت ۱۰۷۷)

۲۔ المستدرک علی الصحیحین (۶۴۷/۴، ح ۸۷۸۸) مع الحاشیہ

۳۔ ان کے حالات کے لیے دیکھئے ذیل تاریخ بغداد (۳۳۰/۱۵، ۳۳۱) للدبیثیؒ

۴۔ ان کے حالات کے لیے دیکھئے: ذیل تاریخ بغداد (۱۶۶/۱۵)، معجم شیوخ الابرقوہی (ص ۱۰۱-۱۰۴)

۵۔ ان کے حالات کے لیے دیکھئے: ذیل تاریخ بغداد (۲۳/۱۵) للامام محمد بن سعد الدبیثیؒ (م ۶۳۷ھ)، الجواہر المضیئۃ (۵۰/۲)

تھے[۱] کے استاذ ہیں۔ اور امام مکیؒ نے قاضی موصوف سے اس جُزء کو روایت کیا ہے، اور ''مناقب ابی حنیفہؒ'' میں اس پورے جزء کو بسندِ متصل نقل بھی کر دیا ہے۔[۲]

اس جزء میں ذکر کردہ احادیث کے بارے میں خود مؤلف نے فرمایا ہے کہ:

فهذه الاحاديث السبعة المسموعة لفقيه الامة وامام الائمة ابى حنيفة النعمان بن ثابت رضى الله عنه من سبعة من اصحاب النبى صلّى الله عليه وسلّم بالاسناد الصحيح.[۳]

یہ سات احادیث ہیں جو فقیہ الامہ، امام الائمہ ابوحنیفہ نعمان بن ثابت رضی اللہ عنہ نے نبی صلّی اللہ علیہ وسلّم کے سات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے سنی ہیں، اور ان کی اسناد صحیح ہے۔

یہ جزء بروایت امام مبارک بن محمد بن یحییٰ زبیدیؒ (م ۵۸۰ھ) مولانا لطیف الرحمان بہرایچی قاسمی دامت برکاتہم کی تحقیق کے ساتھ طبع ہو چکا ہے۔ اور مولانا موصوف نے امام اعظمؒ کے جو تین نادر حدیثی مجموعے اَلرَّسَائِلُ الثَّلَاثِ الْحَدِیْثِیَّة کے نام سے یکجا طبع کرائے ہیں، ان میں سے ایک مذکورہ جزء بھی ہے۔ جَزَاهُ اللّٰه عَنَّا اَحْسَنَ الْجَزَاءِ.

(۸) جزء امام محی الدین عبدالقادر بن محمد القرشیؒ (م ۷۷۵ھ)

امام قرشیؒ ایک جلیل القدر محدث اور نہایت ثقہ حافظ الحدیث ہیں۔ علومِ حدیث میں ان کے بلند مرتبت ہونے کے لیے یہی کافی ہے کہ حافظ زین الدین عراقیؒ (م ۸۰۴ھ) جو حافظ ابن حجرؒ وغیرہ نامور محدثین کے شیخ ہیں، جیسے محدث کبیر ان کے تلامذۂ حدیث میں سے ہیں۔

۱۔ ذیل تاریخ بغداد (۱۵/ ۳۴۹) للدبیثیؒ، تاریخ الاسلام (۱۲/ ۴۰۰) للذہبیؒ، بُغیَةُ الوِعَاة فِی طَبَقَات اللُّغَوِیِّیْنَ وَالنُّحاة (۲/ ۲۵۷) للسیوطیؒ، الجواہر المضیۃ (۲/ ۱۸۸) للقرشیؒ، تاج التراجم (ص ۷۸) لابن قطلوبغاؒ

۲۔ مناقب ابی حنیفۃؒ (ص ۳۵، ۳۶) للمکیؒ

۳۔ الرسائل الثلاث الحدیثیۃ (ص ۱۶۰)

حافظ ابوالفضل مکیؒ (م ۸۸۱ھ) نے ان کے ترجمے کا آغاز اِن القاب سے کیا ہے:

الامام، العلّامة، الحافظ. [۱]

حافظ محمد بن احمد الفاسیؒ (م ۸۳۲ھ) نے ان کا تعارف یوں کرایا ہے:

وكان ذا عناية بالفقه، والحديث، وغير ذلك، ولديه فضل. [۲]

یعنی امام قرشیؒ فقہ، حدیث اور دیگر علوم میں باکمال اور صاحبِ فضیلت شخص تھے۔

حافظ ابن حجر عسقلانیؒ (م ۸۵۲ھ) جو ایک واسطے سے امام قرشیؒ کے شاگرد ہیں، انہوں نے امام قرشیؒ اور ان کے بھائی ابوالبرکاتؒ کے تعارف میں لکھا ہے:

وهما محدثان مشهوران، سمع منهما شيوخنا بدمشق. [۳]

وہ دونوں مشہور محدث ہیں، اور ان دونوں سے دمشق میں ہمارے مشائخ نے حدیث کا سماع کیا تھا۔

حافظ شمس الدین سخاویؒ (م ۹۰۲ھ) بھی ایک واسطے سے امام قرشیؒ کے شاگرد ہیں، انہوں نے امام موصوف کا ترجمہ ان القاب سے شروع کیا ہے:

المدرس، المحدث، المحيوی.

نیز سخاویؒ نے ان کے بارے میں لکھا ہے:

روی لنا عنه بعض من لقيناه. [۴]

امام قرشیؒ سے ملاقات کرنے والے بعض محدثین نے ان کے واسطے سے ہم سے احادیث روایت کی ہیں۔

امام موصوف نے بھی امام اعظم ابوحنیفہ رحمہ اللہ کی صحابہؓ سے مروی احادیث پر مشتمل

۱۔ ذیل تذکرۃ الحفاظ (۵/۱۰۵)   ۲۔ ذیل التقیید فی رُواۃ السنن والمسانید (۲/۱۴۰)

۳۔ تبصیر المنتبہ بتحریر المشتبہ (۳/۱۱۰۹)، نیز دیکھئے: الدرر الکامنۃ (۲/۳۹۲)، المجمع المؤسس للمعجم المفہرس (ص ۴۲۰)

۴۔ وجيز الكلام فِي الذيل عَلٰى دُوَلِ الْاِسْلام (۱/۲۰۰،۲۰۱)

ایک جزء لکھا ہے، جیسا کہ خود موصوف امام اعظمؒ کے مناقب میں اس جُزء کا تعارف کراتے ہوئے ارقام فرماتے ہیں:

وذكرتُ في هٰذا الجزء من سمعه مِنَ الصحابة ومن رآه.[1]

میں نے اس جزء میں اُن صحابہؓ کا ذکر کیا ہے جن سے امام اعظمؒ نے احادیث کا سماع کیا ہے، اور جن صحابہؓ کو آپ نے دیکھا ہے۔

(۹) جزء امام جمال الدین محمود بن احمد القونویؒ المعروف بہ ''ابن السراج'' (م ۷۷۱ھ)

امام ابن السراجؒ، جو کہ حنفی المسلک فقیہ، ثقہ محدث، بلند مرتبت صاحب التصانیف اور اپنے زمانے کے قاضی القضات تھے۔ امام عبدالقادر قرشیؒ (م ۷۷۵ھ) نے طبقاتِ حنفیہؒ میں ان کا مبسوط ترجمہ لکھا ہے، اور ان کا اور ان کی تصانیف کا تفصیلی تعارف کرایا ہے۔[2] امام ابن حجر عسقلانیؒ (م ۸۵۲ھ) اور ان کے شاگرد رشید امام شمس الدین سخاویؒ (م ۹۰۲ھ) نے بھی ان کے ترجمہ میں ان کی بہت زیادہ تعریف کی ہے۔[3]

امام موصوف کثیر التصانیف محدث ہیں۔ ان کی تصانیف میں سے ایک ''جُزء'' بھی ہے، جو اُن احادیث پر مشتمل ہے جن کو امام اعظم ابوحنیفہ رحمہ اللہ نے سات صحابہ رضی اللہ عنہم سے روایت کیا ہے۔ یہ جزء نامور محدث امام برہان الدین ابراہیم بن محمد بن خلیل الحلبی المعروف بہ ''سبط ابن العجمیؒ'' (م ۸۴۱ھ) کی مرویات میں سے ہے۔ جیسا کہ خود انہوں نے امام اعظمؒ کے ترجمہ میں ان کے اس جزء کا تعارف کراتے ہوئے لکھا ہے:

وقد روينا عَنْ قاضي القضاة جمال الدين محمود بن احمد بن السراج، اَن ابا حنيفة روىٰ عَن سبعة مِن الصحابة،

۱۔ الجواہر المضیئۃ فی طبقات الحنفیۃ (۲۸/۱)

۲۔ الجواہر المضیئۃ (۱۵۶/۲، ۱۵۷)، نیز دیکھئے الفوائد البہیۃ (ص ۲۰۷) للکنویؒ

۳۔ الدُّرَرُ الكامِنة فِي اَعْيَانِ الْمِائَةِ الثَّامِنة (۱۹۷/۴)، وجيز الكلام فِي الذَّيلِ علىٰ دُوَلِ الْاِسْلَام (۱۷۳/۱)

ونظمهم فی بیتین، والله اعلم.
واخرج له جزءًا یُروٰی، سمّاه ما رواه ابو حنیفة عَنِ الصحابة.[۱]
ہم نے قاضی القضات جمال الدین محمود بن احمد ابن السراجؒ سے روایت کیا ہے کہ امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ نے سات صحابہ رضی اللہ عنہم سے احادیث روایت کی ہیں، اور امام موصوف نے ان سات صحابہ رضی اللہ عنہم کے ناموں کو دو بیتوں میں منظوم کیا ہے۔ واللہ اعلم۔
نیز انہوں نے امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کی ان سات صحابہ رضی اللہ عنہم سے روایت کردہ احادیث کے متعلق ایک جزء بھی لکھا ہے، جس کو (محدثین میں) روایت کیا جاتا ہے۔ اس جُزء کا نام انہوں نے "مَارَوَاهُ اَبُوحَنِیُفَةَ عَنِ الصَّحَابَةِ" رکھا ہے۔

قارئین! آپ نے تفصیل سے ملاحظہ کرلیا کہ محدثین نے امام اعظم ابوحنیفہ رحمہ اللہ کی صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے روایت کردہ احادیث سے کس قدر اِعتناء کیا ہے، اور اُن کو کتنے اہتمام کے ساتھ کتابی صورت میں جمع کیا ہے، اور پھر بعد میں آنے والے محدثین میں بھی کتنا زیادہ ان مجموعوں کی روایت وتخریج کا رواج رہا ہے۔ یہ سب کچھ اس بات کی بیّن دلیل ہے کہ امام اعظمؒ کا صحابہؓ سے سماعِ حدیث ثابت ہے، اور آپ نے اِن صحابہؓ سے جو احادیث روایت کی ہیں، اُن کی صحت بھی ہر قسم کے شک وشبہ سے بالا ہے۔

۱۔ نهایةُ السُّوٗلِ فِی رِجَالِ السِّتَةِ الْاُصُوْل بحواله مکانة الامام ابی حنیفة فی الحدیث (ص۱۰۲)

✦

امام اعظمؒ کی سنِ تمییز (شعور) میں صحابہؓ سے ملاقات وسماعت

✦

امام اعظمؒ کا صحابہؓ سے شرفِ صحبت

آپ شروع کتاب میں تابعی کی تعریف ملاحظہ کر چکے ہیں کہ جمہور محدثین کے نزدیک تابعی ہونے کے لیے صرف ایک شرط ہے کہ اس نے حالتِ ایمان میں کسی صحابی سے ملاقات کی ہو، لیکن بعض محدثین نے تابعی کے لیے مذکورہ بالا شرط کے علاوہ ان درج ذیل تین شرائط میں سے کسی ایک کا پایا جانا بھی ضروری قرار دیا ہے:

۱۔ اس نے کسی صحابی سے حدیث بھی سنی ہو۔

۲۔ اس نے صحابی سے ملاقات اس عمر میں کی ہو کہ جب آدمی اچھے اور بُرے میں فرق کر سکتا ہو۔

۳۔ اس نے کسی صحابی کی صحبت بھی اختیار کی ہو۔

الحمد للہ! امام اعظم ابوحنیفہؒ ان چاروں شرائط کے لحاظ سے تابعی ہیں۔ پہلی دو شرائط (صحابی سے ملاقات اور سماعتِ حدیث) کے اعتبار سے امام صاحبؒ کا تابعی ہونا تو تفصیل سے بیان ہو چکا ہے۔ اب ہم آخری دو شرائط (صحابی سے ملاقات سنِ تمییز میں ہونے اور کسی صحابیؓ کی صحبت اختیار کرنے) کے اعتبار سے امام صاحبؒ کا تابعی ہونا بیان کرتے ہیں۔

امام اعظمؒ کی سنِ تمییز (شعور) میں صحابہؓ سے ملاقات وسماعت

واضح رہے کہ امام صاحبؒ نے ایک نہیں بلکہ کئی صحابہؓ سے سنِ تمییز میں ملاقات بھی کی اور اُن سے اس عُمر میں احادیث کی سماعت بھی کی۔

مثلاً رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلّم کے خادمِ خاص حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ کو آپ نے سنِ تمییز میں دیکھا تھا، چنانچہ نامور محدث امام محمد بن ابراہیم الوزیرؒ (م ۸۴۰ھ) ارقام فرماتے ہیں:

وقد توفی انس بن مالک سنة ثلاث وتسعين من الهجرة، والظاهر ان اباحنيفة ما رآه وهو فى المهد بل رآه بعد التمييز.[۱]

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ ۹۳ ہجری میں فوت ہوئے، اور ظاہر ہے کہ امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ نے اُن کو بالکل بچپن میں نہیں دیکھا، بلکہ اُن کو تمییز (سمجھداری) کی عمر میں دیکھا ہے۔

امام ابونعیم اصفہانیؒ (م ۴۳۰ھ) صاحبِ "حِلیۃ الاولیاء" نے امام صاحبؒ کی حضرت انسؓ سے ملاقات اور روایتِ حدیث کو ثابت قرار دینے کے بعد تصریح کی ہے کہ:

توفی انس بن مالک فی سنة ثلاث وتسعين وولد ابوحنيفة سنة ثمانين، وكان بين مولده ووفاة انس ثلاث عشرة سنة.[۲]

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ ۹۳ ہجری میں فوت ہوئے، جبکہ امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ ۸۰ ہجری میں پیدا ہوئے، اس طرح امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کی پیدائش اور حضرت انس رضی اللہ عنہ کی وفات کے درمیان تیرہ سال کا عرصہ بنتا ہے۔

امام ابونعیمؒ کے اس قول کا مطلب بھی یہی ہے کہ امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کی حضرت انس رضی اللہ عنہ سے ملاقات اور سماعتِ حدیث بچپن میں نہیں بلکہ سنِ تمییز (جب آپ کی عمر شریف تقریباً تیرہ سال تھی) میں ہوئی ہے۔

اور یہ بھی ملحوظ رہے کہ حضرت انس رضی اللہ عنہ کے سنِ وفات سے متعلق محدثین باہم مختلف ہیں۔ چنانچہ امام ابونعیم اصفہانیؒ (م ۴۳۰ھ) لکھتے ہیں:

واختلفوا فی وفاة انس بن مالک، فقيل انه مات سنة تسعين،

۱۔ الروض الباسم (۱/۳۱۲)

۲۔ مُسند الامام ابی حنیفة (ص ۲۴) لابی نعیمؒ، "الانتصار والترجیح" (ص ۱۹) لسبط ابن الجوزیؒ

وقيل: سنة ثلاث وتسعين، وقيل: سنة اربع وتسعين.[1]

محدثین کا حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ کے سنِ وفات کے متعلق اختلاف ہے۔ چنانچہ محدثین کی طرف سے کہا گیا ہے کہ ان کی وفات ۹۰ ہجری میں ہوئی، اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ ان کی وفات ۹۳ ہجری میں ہوئی، اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ ان کا سنِ وفات ۹۴ ہجری ہے۔

ان تین اقوال کے علاوہ محدثین کا ایک چوتھا قول بھی ہے، چنانچہ بعض محدثین کے نزدیک حضرت انس رضی اللہ عنہ کا سنِ وفات ۹۵ ہجری ہے۔ ان محدثین میں سے امام بخاریؒ کے استاذ کبیر امام ابونعیم فضل بن دکینؒ (م ۲۱۹ھ) اور امام ابن الجوزیؒ اور امام ابن عساکرؒ وغیرہ محدثین کے استاذ امام یحییٰ بن ابراہیم سلماسیؒ (م ۵۵۰ھ) بھی ہیں۔ چنانچہ عنوان ''امام اعظمؒ کی صحابہؓ سے سماعت و روایتِ حدیث'' کے ذیل میں ہم ان دونوں محدثین کے بیانات نقل کر آئے ہیں کہ حضرت انس رضی اللہ عنہ کا انتقال ۹۵ ہجری میں ہوا، اور امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ نے اس سال بھی اُن کو دیکھا تھا[2] اور اُن سے احادیث کا سماع کیا تھا۔

۱۔ مسند الامام ابی حنیفةؒ (ص ۲۴) لابی نعیم، الانتصار والترجیح (ص ۱۹) لسبط ابن الجوزیؒ

۲۔ امام اعظمؒ نے حضرت انس رضی اللہ عنہ کو متعدد بار دیکھا ہے، جیسا کہ ماقبل خود امام صاحبؒ کا اپنا بیان اور دیگر کئی محدثین کی تصریحات آپ ملاحظہ کر چکے ہیں، اور امام صاحبؒ اور حضرت انس رضی اللہ عنہ کے درمیان ملاقات کا یہ سلسلہ حضرت انس رضی اللہ عنہ کی وفات تک رہا ہے۔ اور چونکہ حضرت انس رضی اللہ عنہ کے سنِ وفات کے متعلق محدثین کا اختلاف ہے، اس لیے یہاں محدثین کے بیانات میں بھی اختلاف پیدا ہو گیا، چنانچہ بعض محدثین نے جو امام صاحبؒ اور حضرت انس رضی اللہ عنہ کے درمیان ملاقات کا سنِ وفات ۹۳ ہجری اور بعض محدثین نے ۹۵ ہجری بیان کیا ہے، اس کا مطلب یہ ہے کہ حضرت انس رضی اللہ عنہ سے امام صاحبؒ کی ملاقات کا دورانیہ حضرت انس رضی اللہ عنہ کے سنِ وفات ۹۳ ہجری یا ۹۵ ہجری تک رہا ہے۔ وَاللّٰہُ اَعْلَمُ بِالصَّوَابِ.

اس لحاظ سے آپ کی حضرت انس رضی اللہ عنہ سے ملاقات اور سماعت کے وقت عُمر پندرہ سال بنتی ہے، حالانکہ علمائے اصولِ حدیث کے نزدیک پانچ سال یا اس سے بھی کم عمر کے بچے کا سماعِ حدیث معتبر ہے، بشرطیکہ وہ سمجھدار ہو اور اچھے برے میں فرق کرسکتا ہو۔[۱]

اور پندرہ سال تو بالکل شعور کی عمر ہے، اور اس عمر میں آدمی تمام اشیاء کا پوری طرح ادراک کرسکتا ہے، خاص کر امام اعظم ابوحنیفہ رحمہ اللہ جیسے ذہین[۲] وفطین شخص کہ جنہوں نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے اپنی ملاقات کے تمام احوال کو یاد رکھا، یہاں تک کہ یہ بھی کہ وہ کوفہ آکر مقامِ نخع میں اُترے تھے اور انہوں نے سُرخ رنگ کا خضاب لگایا ہوا تھا۔

اسی طرح آپ نے حضرت عبداللہ بن انیس رضی اللہ عنہ سے چودہ سال کی عمر میں اور حضرت عبداللہ بن حارث بن جزء رضی اللہ عنہ سے سولہ سال کی عمر میں ملاقات وسماعت کی، اور ان دونوں سے ملاقات وسماعت کے وقت کو بھی یاد رکھا۔ اب اس سے بڑھ کر تمییز کی دلیل اور کیا ہوسکتی ہے؟ حضرت ابوالطفیل عامر بن واثلہ رضی اللہ عنہ کی وفات کے وقت تو آپ تیس سال کے نوجوان تھے اور آپ نے ان سے ملاقات اور سماعتِ حدیث کے پورے احوال کو یاد رکھا، اور ان کو حرف بحرف بیان بھی کیا۔

نیز آپ کی حضرت عبداللہ بن ابی اوفی رضی اللہ عنہ سے بھی ملاقات اور سماعتِ

۱۔ مثلاً دیکھئے الکفایۃ (ص۵۴) للخطیبؒ، الاقتراح فی بیان الاصطلاح (ص۲۳۲) لابن دقیق العیدؒ، ارشاد طلّاب الحقائق اِلٰی مَعْرِفَۃِ سُنَنِ خَیرِ الْخَلَائِقْ (ص۱۰۲، ۱۰۳) للنوویؒ، اَلْبَاعِثُ الْحَثِیث (ص۱۰۸) لابن کثیرؒ، محاسن الاصطلاح (ص۲۶۱) للبلقینیؒ، فتح المغیث (ص۱۸۱) للعراقیؒ، فتح المغیث (۲/۱۰) للسخاویؒ، تدریب الراوی (۲/۷، ۸) للسیوطیؒ، توضیح الافکار (۲/۱۸۳، ۱۸۴) للامیر یمانیؒ، عقود الجمان (ص۵۲) للصالحیؒ

۲۔ نامور عالم حافظ ابن الجوزیؒ (م ۵۹۷ھ) نے آپ کو عالم اسلام کے ''اذکیاء'' (ذہین ترین) لوگوں میں ذکر کیا ہے، اور آپ کی ذکاوت وذہانت کے متعدد واقعات بھی نقل کیے ہیں۔ (اخبار الاذکیاء: ص۷۳-۷۶) مولانا محب اللہ شاہ راشدی پیر آف جھنڈا غیر مقلد (م ۱۴۱۵ھ) نے بھی تاریخ کی بعض کتابوں سے امام اعظمؒ کی ذہانت کا ایک بڑا دلچسپ واقعہ لکھا ہے۔ (مقالاتِ راشدیہ: ۱/۳۷۴، ۳۷۵)

حدیث سنِ تمییز میں ہوئی، جیسا کہ شارح بخاری امام بدر الدین عینیؒ (م ۸۵۵ھ) نے حضرت عبداللہ بن ابی اوفی رضی اللہ عنہ کے متعلق تصریح کی ہے کہ:

وهو احد الصحابة السبعة الذين ادركهم ابوحنيفة سنة ثمانين وكان عمره سبع سنين سن التمييز والادراک من الاشياء.[1]

موصوف اُن سات صحابہؓ میں سے ایک ہیں کہ جن کو امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ نے اَسّی کی دہائی میں پایا، اور اُس وقت آپ کی عمر سات سال تھی جو کہ اشیاء میں تمییز اور اُن کے ادراک کی عمر ہے۔

حضرت عمرو بن حریث رضی اللہ عنہ کے بارے میں امام ابن حجر مکیؒ (م ۹۷۳ھ) کی تصریح گزر چکی ہے کہ ان سے بھی امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ نے سنِ تمییز میں ملاقات اور سماعت کی۔ لہٰذا تعریفِ تابعیت کی اس تیسری شرط کے لحاظ سے بھی آپ کا تابعی ہونا ہر قسم کے شک وشبہ سے بالا ہے۔

۱۔ عمدۃ القاری شرح صحیح البخاری (۹/۱۳۵، ح ۱۴۹۷)

امام اعظمؒ کا صحابہؓ سے شرفِ صُحبت

جہاں تک تابعی ہونے کے لیے چوتھی شرط (اس نے کسی صحابی کی صُحبت اٹھائی ہو) کا تعلق ہے تو اس لحاظ سے بھی آپ تابعی ہیں، کیونکہ بہ سند صحیح خود آپ کا اپنا بیان گزر چکا ہے کہ میں نے حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ کو کئی بار دیکھا ہے، اور متعدد نامور محدثین نے بھی اس پر گواہیاں دی ہیں۔ اب آپ کا بار بار حضرت انس رضی اللہ عنہ کی خدمت میں حاضری دینا اور ان کی زیارت کرنا، یہ اگر اُن کی صُحبت اختیار کرنا نہیں تو پھر صحبت کس چیز کا نام ہے!

اور پھر حضرت انس رضی اللہ عنہ تو بصرہ کے رہنے والے ہیں، لیکن اس کے باوجود جب بھی وہ کوفہ تشریف لاتے تو امام صاحبؒ ان کی ضرور صُحبت اختیار کرتے، جبکہ حضرت عبداللہ بن ابی اوفٰی رضی اللہ عنہ آپ کے اپنے شہر کوفہ میں مقیم تھے۔ تو اب یہ کیسے ممکن ہے کہ بصرہ سے آنے والے صحابی کی تو آپ کو صُحبت ملی ہو، جبکہ آپ کے اپنے شہر کوفہ میں مقیم صحابہؓ حضرت عبداللہ بن ابی اوفٰی رضی اللہ عنہ وغیرہ کی صحبت سے آپ محروم رہے ہوں؟

الحاصل، تابعی ہونے کے لیے کتبِ اصولِ حدیث میں جتنی شرائط مذکور ہیں، خواہ وہ جمہور محدثین کے راجح ومُختار قول کے مطابق ہوں، یا بعض محدثین کے شاذ ومرجوح مذہب کے مطابق ہوں، وہ سب شرائط بحمداللہ! امام اعظم ابوحنیفہ رحمہ اللہ میں پائی جاتی ہیں، اور آپ جیسے جمہور محدثین کے مختار قول کے لحاظ سے تابعی ہیں، ایسے ہی آپ بعض محدثین کی اختیار کردہ تین زائد شرائط کے لحاظ سے بھی تابعی ہونے کا شرف رکھتے ہیں۔ یہ تابعی ہونا آپ کے اُن اوصاف میں سے ہیں کہ جن میں ائمہ متبوعین میں سے کوئی امام بھی آپ کا شریک نہیں ہے۔ ؎

ایں سعادت بزور بازو نیست
تا نہ بخشد خدائے بخشدہ!

امام اعظم ابو حنیفہ رحمہ اللہ کی تابعیت سے متعلق غیر مقلدین کے شبہات کا تحقیقی جائزہ

امام اعظم ابوحنیفہ رحمہ اللہ کی تابعیت سے متعلق غیر مقلدین کے شبہات کا تحقیقی جائزہ

امام اعظمؒ کی تابعیت کو، الحمدللہ! ہم تفصیلی دلائل کے ساتھ ثابت کر چکے ہیں، اور ان دلائل کے ضمن میں غیر مقلدین حضرات کے اس سلسلے میں بعض شبہات کے جوابات بھی ہم دے چکے ہیں۔ اب ہم تابعیتِ امام اعظمؒ سے متعلق غیر مقلدین کے پھیلائے ہوئے چند دیگر شبہات کے جوابات ذکر کرتے ہیں، تاکہ قارئین کے سامنے یہ مسئلہ بالکل نکھر کر آ جائے، اور قارئین پر یہ بھی واضح ہو جائے کہ غیر مقلدین حضرات کتنے بوندے دلائل کے ذریعے امام اعظمؒ کے اس عظیم شرفِ تابعیت کو داغدار کرنے کی سعی نامراد کر رہے ہیں۔ اللہ تعالیٰ ان کو صحیح سمجھ عطا کرے۔ آمین۔

پہلا شبہ: امام اعظمؒ نے عطاء بن ابی رباحؒ کو افضل کہا

مولانا محمد رئیس ندوی غیر مقلد (م ۱۴۳۰ھ) لکھتے ہیں:

امام (ابوحنیفہؒ) صاحب سے بسند صحیح مروی ہے:

میں نے عطاء (بن ابی رباحؒ) تابعی سے افضل کسی کو نہیں دیکھا۔[1]

اپنے اس فرمان میں امام صاحب نے تصریح کی ہے کہ میں نے عطاء سے افضل کسی کو نہیں دیکھا اور یہ معلوم ہے کہ عطاء تابعی ہیں۔ اس کا مقتضی یہ ہے کہ امام صاحب نے کسی صحابی کو نہیں دیکھا، ورنہ عطاء تابعی کی بابت یہ ہرگز نہیں کہتے، میں نے ان سے افضل کسی کو نہیں دیکھا۔ امام صاحب کے اس فرمان سے ان تمام دعاوی کی تردید ہوتی ہے جن میں کسی

---

[1] بحوالہ الجواہر المضیئۃ فی طبقات الحنفیۃ (۱/ ۳۰)، نصب الرایۃ فی تخریج احادیث الہدایۃ (۱/ ۲۴۸) وغیرہ

صحابی کی رؤیت وروایت کوامام صاحب کے لیے صحیح مانا گیا ہے۔[۱]

حافظ زبیر علی زئی غیر مقلد نے بھی امام اعظمؒ کے اس فرمان سے آپ کے تابعی نہ ہونے پر استدلال کیا ہے، اوراس کواپنے دعویٰ کے اثبات میں ایک معرکۃ آراء دلیل قرار دیا ہے۔[۲]

جواب: ان دو غیر مقلدین اشخاص نے امام اعظمؒ کی تابعیت کے خلاف آپ کا جو فرمان نقل کیا ہے وہ بلاشبہ آپ سے بسند صحیح ثابت ہے، لیکن ان غیر مقلدین حضرات کا اس فرمان سے امام صاحبؒ کی عدمِ تابعیت پر استدلال کرنا یہ بالکل غلط اور باطل ہے۔ اس لیے کہ امام صاحبؒ کے اس فرمان کا یہ مطلب ہرگز نہیں ہے کہ میں نے حضرت انس وغیرہ صحابہ رضی اللہ عنہم کو نہیں دیکھا، بلکہ آپ کے اس فرمان کا مطلب صرف یہ ہے کہ میں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے علاوہ جن حضرات سے ملا ہوں اُن میں حضرت عطاء بن ابی رباح رحمہ اللہ سے افضل کسی کو نہیں دیکھا۔ یعنی حضرت عطاءؒ اپنے طبقہ میں سب سے افضل ہیں۔

اوراس کی دلیل یہ ہے کہ امام اعظم رحمہ اللہ سے جیسے یہ ثابت ہے کہ میں نے حضرت عطاء بن ابی رباح رحمہ اللہ سے افضل کسی کو نہیں دیکھا، ایسے ہی آپ سے یہ بھی صحیح سند کے ساتھ ثابت ہے کہ میں نے کئی صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو دیکھا ہے۔ خصوصاً حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے آپ کی ملاقات والی روایت کہ جس کی کئی نامور محدثین (حافظ ذہبیؒ، حافظ ابن حجرؒ وغیرہ) نے بڑے واشگاف الفاظ میں تصحیح وتحسین کی ہے، جیسا کہ پہلے ہم ان حضرات کی تصریحات نقل کر آئے ہیں۔

اب امام صاحبؒ کے ان دونوں فرامین کو سامنے رکھا جائے تو یہ بات بالکل نکھر کر سامنے آجاتی ہے کہ آپ اپنے جس فرمان میں حضرت عطاء بن ابی رباح رحمہ اللہ کو افضل قرار دے رہے ہیں، اس سے آپ کی مراد یہ نہیں ہے کہ میں نے کسی صحابی کو نہیں دیکھا، بلکہ اس سے آپ کی مراد یہ ہے کہ میں نے جن صحابہؓ کو دیکھا ہے اُن کے علاوہ میرے جتنے بھی

۱۔ اَللَّمُحَاتِ اِلٰی مَا فِی اَنْوَارِ الْبَارِیُ مِنَ الظُّلُمَاتُ (۱/۱۶۰)

۲۔ ماہنامہ الحدیث، حضرو (شمارہ ۱۷، ص ۲۱)

اساتذہ ومشائخ ہیں، میں نے اُن میں حضرت عطاءؒ سے افضل کسی کو نہیں پایا۔ چنانچہ حضرات محدثین نے بھی اس فرمان کا یہی مطلب سمجھا ہے۔ مثلاً علمِ حدیث ورجال کے نامور سپوت حافظ شمس الدین ذہبیؒ (م۷۴۸ھ) نے امام اعظمؒ کے ترجمہ میں حضرت انس رضی اللہ عنہ سے آپ کی ملاقات ہونے کی تصریح کرنے کے بعد لکھا ہے:

وروی عن عطاء بن ابی رباح، وهو اکبر شیخ له وافضلهم علٰی ما قال.[1]

اور آپ نے حضرت عطاء بن ابی رباح رحمہ اللہ سے روایتِ حدیث کی ہے، اور یہ آپ کے سب سے بڑے اور افضل شیخ ہیں، جیسا کہ خود آپ نے فرمایا ہے۔

اسی طرح ذہبیؒ نے ''مناقب الامام ابی حنیفہؒ'' میں بھی امام صاحبؒ کی تابعیت اور آپ کی حضرت انس رضی اللہ عنہ سے ملاقات ہونے کی تصریح کرنے کے بعد لکھا ہے:

وسمع الحدیث مِن عطاء بن ابی رباح بمکة، وقال: مارأیت افضل مِن عطاء.[2]

آپ نے حضرت عطاء بن ابی رباحؒ سے مکہ مکرمہ میں حدیث کا سماع کیا، اور فرمایا: میں نے عطاء بن ابی رباحؒ سے افضل کسی کو نہیں دیکھا۔

امام ذہبیؒ کے شاگردِ رشید حافظ صلاح الدین صفدیؒ (م۷۶۴ھ) نے بھی امام صاحبؒ کے ترجمہ میں لکھا ہے کہ:

ورأی انس بن مالک غیر مرة بالکوفة، قاله ابن سعد. روی ابوحنیفة عن عطاء بن ابی رباح وقال ما رأیت افضل منه.[3]

آپ نے حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ کو کئی بار دیکھا ہے، جیسا کہ امام محمد بن

۱۔ سیر اعلام النبلاء (۶/۳۹۰)

۲۔ مناقب الامام ابی حنیفۃ وصاحبیہ (ص۱۰، ۱۱)، نیز دیکھئے: تاریخ الاسلام (۳/۹۹۰)

۳۔ الوافی بالوفیات (۱۶/۷۴)

سعدؒ نے فرمایا ہے۔اور آپ نے حضرت عطاء بن ابی رباح رحمہ اللہ سے روایت کی ہے، اور ان کے بارے میں فرمایا ہے کہ: میں نے ان سے افضل کسی شخص کو نہیں دیکھا۔

معلوم ہوا کہ حافظ ذہبیؒ اور حافظ صفدیؒ جیسے محدثین کے نزدیک بھی آپ کے اس فرمان میں وہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم مستثنیٰ ہیں کہ جن کو امام صاحبؒ نے دیکھا تھا اور آپ کے اس فرمان کا مطلب صرف یہ ہے کہ آپ کے صحابہ رضی اللہ عنہم کے علاوہ جتنے بھی مشائخ ہیں، اُن میں حضرت عطاءؒ افضل ہیں۔

نیز دیگر کئی محدثین نے بھی امام صاحبؒ کے اس فرمان کا یہی مطلب سمجھا ہے، اور انہوں نے بھی اپنی کتبِ رجال میں امام اعظمؒ کا ترجمہ لکھتے ہوئے حضرت عطاء بن ابی رباحؒ کی بابت امام صاحبؒ کا مذکورہ فرمان بھی ذکر کیا ہے، اور اس کے ساتھ انہوں نے امام صاحبؒ کی حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے رؤیت کی بھی تصریح کی ہے۔[1]

اور آج تک کسی محدث نے امام صاحبؒ کے مذکورہ فرمان سے یہ مطلب اخذ نہیں کیا کہ آپ نے حضرت انس وغیرہ صحابہ رضی اللہ عنہم سے ملاقات نہیں کی، لہٰذا غیر مقلدین حضرات کا اس فرمان سے امام صاحبؒ کی صحابہؓ سے ملاقات نہ ہونے کا مفہوم کشید کرنا جہاں امام صاحبؒ کی اپنی تصریحات کے سراسر متصادم ہے، وہاں یہ مفہوم محدثین کرام کے متفقہ مفہوم کے بالمقابل ہونے کی وجہ سے بھی باطل ہے۔

اسی طرح یہ مفہوم خود اکابرین غیر مقلدین کی تصریحات سے بھی متصادم ہے۔مثلاً نامور غیر مقلد عالم مولانا امیر علی ملیح آبادیؒ (م۱۳۳۷ھ) جنہوں نے امام ابوحنیفہؒ کے متعلق کھلم کھلا یہ تصریح بھی کی ہے کہ:

انه تابعي فقد صح انه رأى انساً رضی اللہ عنہ[2]

آپ تابعی ہیں، اور یہ بات پایہ ثبوت کو پہنچی ہوئی ہے کہ آپ نے حضرت

۱۔ مثلاً دیکھئے: تہذیب الکمال (۱۹/۱۰۲، ۱۱۸) للمزیؒ، تہذیب التہذیب (۴/ ۱۲۹، ۵/ ۶۲۹) لابن حجرؒ

۲۔ تعقیب التقریب (ص۴)

انس رضی اللہ عنہ کو دیکھا تھا۔

لیکن اس کے باوجود انہوں نے حضرت عطاء بن ابی رباح رحمہ اللہ کے بارے میں امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کا یہ بیان بھی نقل کیا کہ:

مالقیتُ افضَل منه۔[1]

میں نے حضرت عطاء بن ابی رباحؒ سے افضل کسی شخص کو نہیں دیکھا۔

معلوم ہوا کہ مولانا امیر علی مرحوم کے نزدیک بھی حضرت عطاءؒ کے متعلق امام اعظمؒ کے اس توصیفی قول سے آپ کی عدمِ تابعیت پر استدلال کرنا غلط ہے۔

ثانیاً: امام اعظمؒ کی طرح کئی صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اور تابعین عظام رحمہم اللہ سے بھی منقول ہے کہ انہوں نے بھی اپنے دیگر ہم طبقہ حضرات کو افضلِ زمانہ قرار دیا ہے۔ لیکن آج تک کسی نے بھی (بشمول غیر مقلدین) ان کے اقوال کو عموم پر محمول نہیں کیا، اور نہ ہی ان اقوال سے یہ مفہوم اخذ کیا کہ جن صحابہؓ یا تابعین نے اپنے ہم طبقہ حضرات کو افضلِ زمانہ کہا ہے، وہ صحابہؓ یا تابعین کے زمرے سے خارج ہو گئے ہیں۔ مثلاً:

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے منقول ہے کہ انہوں نے فرمایا:

مَااحْتَذَی النِّعَالَ وَلَا رَکِبَ الْمَطَایَا، وَلَا رَکِبَ الْکُوْرَ رَجُلٌ اَفْضَلُ مِنْ جَعْفَرٍ۔[2]

نہ کسی ایسے شخص نے جوتیاں پہنیں، نہ وہ کسی سواری پر سوار ہوا، اور نہ کسی کجاوے پر بیٹھا کہ جو حضرت جعفر طیار رضی اللہ عنہ سے افضل ہو۔

یعنی حضرت جعفر طیار رضی اللہ عنہ روئے زمین کے تمام لوگوں سے افضل ہیں۔

اب اس قول کا عمومی مفہوم یہی بنتا ہے کہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے حضرت جعفر طیار رضی اللہ عنہ کو تمام انبیاء علیہم السلام اور تمام صحابہؓ بشمول حضراتِ شیخین (حضرت

۱۔ تعقیب التقریب (ص ۳۶۱)

۲۔ سیر اعلام النبلاء (۱۴/۵۰۲)، ترجمہ یحییٰ بن محمد بن صاعدؒ (م ۳۱۸ھ)، نیز دیکھئے جامع الترمذی، رقم الحدیث (۳۷۶۴)

ابوبکرؓ اور حضرت عمرؓ) پر فضیلت دی ہے۔ لیکن اس کا یہ عمومی مفہوم تمام اہل سنت والجماعت کے مؤقف کے خلاف ہے۔ اس لیے محدث ناقد حافظ شمس الدین ذہبیؒ (م ٧٤٨ھ) نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کے اس قول کو بہ سند نقل کرنے کے بعد اس کی وضاحت میں لکھا ہے:

> هٰذا ثابت عن ابی هریرة ولا ینبغی ان یزعم زاعم ان مذهبه: ان جعفرا افضل مِن ابی بکر وعمر، فان هذا الاطلاق لیس علی عمومه، بل یخرج منه الانبیاء والمرسلون. فالظاهر ان اباهریرة لم یقصد ان یدخل ابابکر ولا عمر رضی اللّٰه عنهم.[1]

> یہ قول حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے ثابت ہے، لیکن کسی گمان کرنے والے کے لیے یہ گمان کرنا بالکل نامناسب ہے کہ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کا یہ مذہب ہے کہ حضرت جعفر طیار رضی اللہ عنہ، حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے افضل ہیں۔ اس لیے کہ (اس قول کا) اطلاق اپنے عموم پر نہیں ہے، بلکہ اس سے جس طرح حضرات انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسّلام خارج ہیں، اسی طرح ظاہر ہے کہ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے اپنے اس قول میں حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو بھی شامل کرنے کا ارادہ نہیں کیا۔

اب ذیل میں اس طرح کے چند اقوال تابعین عظام کے بھی ملاحظہ کرتے جائیں۔

(١) امام مکحول شامیؒ (م ١١٧ھ) جو کہ جلیل القدر تابعی ہیں اور غیر مقلدین کو بھی ان کا تابعی ہونا تسلیم ہے،[2] انہوں نے ایک اور جلیل القدر تابعی حضرت ابوادریس عائذ اللہ بن عبداللہ الخولانیؒ (م ٨٠ھ) کے بارے میں فرمایا ہے کہ:

١۔ سیر اعلام النبلاء (١٤/٥٠٢)، ترجمہ یحییٰ بن محمد بن صاعدؒ (م ٣١٨ھ)

٢۔ مثلاً دیکھئے تحقیق الکلام (١/١٠٨)

ما رأیت مثل ابی ادریس.[۱]

میں نے ابوادریس (عائذ اللہ الخولانیؒ) کی طرح کوئی شخص نہیں دیکھا۔

(۲) امام ایوب سختیانیؒ (م ۱۳۱ھ) بھی ایک جلیل القدر تابعی ہیں، اور ان کا تابعی ہونا بھی غیر مقلدین کو تسلیم ہے۔ یہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے پوتے اور فقیہ تابعی حضرت قاسم بن محمدؒ (م ۱۰۶ھ) کے بارے میں فرماتے ہیں:

ما رأیت رجلًا افضل منه.[۲]

میں نے کوئی شخص بھی ان سے افضل نہیں دیکھا۔

(۳) امام یحییٰ بن سعید انصاریؒ (م ۱۴۴ھ) مدینہ منورہ سے تعلق رکھنے والے ایک نامور تابعی ہیں۔ ان کو متعدد صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے شرفِ ملاقات حاصل ہیں، جن میں سے ایک حضرت سائب بن یزید رضی اللہ عنہ (م ۸۶ھ) بھی ہیں کہ جن کا تعلق مدینہ منورہ سے ہے۔[۳] لیکن اس کے باوجود یہ فرماتے ہیں:

مَا ادرکنا بالمدینة احدًا نفضّله عَلی القاسم بن محمد.[۴]

ہم نے مدینہ منورہ میں کسی ایسے شخص کو نہیں پایا کہ جس کو ہم حضرت قاسم بن محمدؒ تابعی پر فضیلت دے سکیں۔

(۴) امام محمد بن مسلم بن شہاب زہریؒ (م ۱۲۴ھ) جو کہ امام المحدثین اور بالاتفاق تابعی ہیں، انہوں نے جن صحابہ کو پایا ہے اور اُن سے روایتِ حدیث کی ہے، ان میں حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما اور حضرت عبداللہ بن جعفر رضی اللہ عنہما بھی ہیں۔[۵] اور یہ دونوں قریشی (قریشی) صحابی ہیں۔ لیکن پھر بھی امام ابن شہاب زہریؒ نے ایک تابعی حضرت

۱۔ أسد الغابة (۶/۶)

۲۔ سیر اعلام النبلاء (۵/۵۳)، تقریب التہذیب (۲/۲۲)

۳۔ سیر اعلام النبلاء (۵/۴۶۸)، النکت علیٰ مقدمۃ ابن الصلاح (ص ۱۴۵) للزرکشیؒ

۴۔ التاریخ الکبیر (۳/۸۵) لابن ابی خیثمہؒ

۵۔ تہذیب التہذیب (۵/۲۸۴)

علیؒ بن حسینؓ بن علیؓ بن ابی طالب (م۹۳ھ) جو کہ ''زین العابدین'' کے لقب سے پہچانے جاتے ہیں، کی بابت فرمایا ہے:

ما رأيت قرشيًّا افضل من علی بن الحسين. [۱]

میں نے کوئی قرشی شخص ایسا نہیں دیکھا کہ جو حضرت علیؒ بن حسینؓ سے افضل ہو۔

(۵) امام ایاس بن معاویہؒ (م۱۲۲ھ) جو حضرت انس رضی اللہ عنہ کے شاگرد ہیں، [۲] اس کے باوجود وہ تابعیہ حفصہ بنت سیرینؒ (م۱۰۱ھ) کے بارے میں فرماتے ہیں:

مَا ادركتُ احدًا افضله علٰى حفصة يعنى بنت سيرين. [۳]

میں نے کسی شخص کو نہیں پایا کہ جس کو حضرت حفصہ بنت سیرین رحمۃ اللہ علیہا پر فضیلت دوں۔

(۶) امام حسن بصریؒ (م۱۱۰ھ) جو کبار تابعین میں سے ہیں، ان کے ترجمہ میں امام محمد بن سعدؒ (م۲۳۰ھ) اور امام یحیٰی بن معینؒ (م۲۳۳ھ) نے بسند متصل علامۃ التابعین امام عامر شعبیؒ (م۱۰۳ھ) سے نقل کیا ہے کہ:

وذكر الشعبى الحسن فقال: مارأيتُ مِن اهل تلك البلاد رجلًا قط افضل منه. [۴]

امام شعبیؒ نے حضرت حسن بصریؒ کا تذکرہ کرتے ہوئے فرمایا: میں نے ان شہروں (بصرہ، کوفہ وغیرہ) میں ان سے افضل شخص کوئی نہیں دیکھا۔

حالانکہ امام شعبیؒ کے سن وفات (۱۰۳ ہجری) تک بصرہ و کوفہ وغیرہ میں بکثرت صحابہؓ باحیات تھے، اوران کی بڑی تعداد کی انہوں نے زیارت بھی کی تھی اوران میں سے کئی

۱۔ التاریخ الکبیر (۹۲/۳) لابن ابی خیثمہؒ

۲۔ تہذیب التہذیب (۲۶۴/۱)

۳۔ تدریب الراوی (۲۱۳/۲)

۴۔ الطبقات الکبریٰ (۱۱۹/۷)، تاریخ ابن معینؒ بروایت الدوریؒ (ص ۱۳۰)

حضرات سے احادیث کا سماع بھی کیا تھا۔

قارئین! یہ چند تابعین کے اقوال ہم نے آپ کے گوش گزار کیے ہیں، اس طرح کے اقوال کتبِ رجال میں دیگر کئی تابعین سے بھی ملتے ہیں، لیکن ایک صاحبِ بصیرت اور انصاف پسند شخص کے سمجھنے کے لیے یہ چند اقوال ہی کافی ہیں۔ اب ان تابعین عظام نے اپنے اقوال میں دیگر بعض تابعین کو افضلِ زمانہ قرار دیا ہے، لیکن آج تک کسی شخص نے (بشمول غیر مقلدین) ان حضرات کے تابعی ہونے کا انکار نہیں کیا، اور نہ ہی ان اقوال سے کسی نے یہ مفہوم اخذ کیا کہ ان تابعین کا دیگر تابعین کو افضل کہنے کا مقتضیٰ یہ ہے کہ انہوں نے کسی صحابیؓ کو نہیں دیکھا۔ لہٰذا اگر حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کے قول (جس میں انہوں نے حضرت جعفر طیارؓ کو افضل ترین شخص کہا) سے انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسّلام اور حضرات شیخین (ابوبکرؓ وعمرؓ) مستثنیٰ ہو سکتے ہیں، اور ان مذکورہ تابعین کے اقوال (جن میں انہوں نے دیگر تابعین کو افضلِ زمانہ کہا ہے) سے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم مستثنیٰ ہو سکتے ہیں، تو پھر امام اعظم ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے قول (جس میں انہوں نے حضرت عطاء بن ابی رباح رحمہ اللہ کو افضل زمانہ قرار دیا ہے) سے حضرت انس وغیرہ صحابہ رضی اللہ عنہم (جن کو آپ نے دیکھا تھا) کیوں نہیں مستثنیٰ ہو سکتے؟ غیر مقلدین کا عجیب مزاج ہے کہ جب امام صاحبؒ کی ذات کا معاملہ آتا ہے تو پھر یہ حضرات اپنے طے شدہ اصولوں کو بھی روند دیتے ہیں۔ ؎

آپ اپنی اداؤں پہ خود ہی ذرا غور کریں
ہم عرض کریں گے تو شکایت ہو گی

دوسرا شبہ: حافظ ابن حجرؒ نے امام اعظمؒ کو طبقہ سادسہ میں ذکر کیا

غیر مقلدین کے شیخ الکل مولانا نذیر حسین دہلویؒ (م۱۳۲۰ھ) نے امام اعظم ابوحنیفہ رحمہ اللہ کی عدمِ تابعیت پر دلیل دیتے ہوئے لکھا ہے:

حافظ ابن حجر نے (تقریب التہذیب میں) امام صاحب کو چھٹے طبقے میں شمار کیا ہے، اور چھٹا طبقہ اُن لوگوں کا (ہے) جن کو کسی صحابی سے ملاقات نہیں ہوئی، چنانچہ خود ابن حجر مقدمۃ الکتاب میں فرماتے ہیں:

السادسة طبقة عاصروا الخامسة لکن لم یثبت لهم لقاء احد من الصحابة کابن جریج.[۱]

(چھٹا طبقہ ان لوگوں کا ہے جو کہ طبقہ خامسہ والوں کے معاصر ہیں، لیکن ان کی کسی صحابیؓ سے ملاقات ہونا ثابت نہیں ہے، جیسا کہ ابن جریج رحمہ اللہ ہیں)۔

جواب: حافظ ابن حجر عسقلانیؒ (م ۸۵۲ھ) نے اگرچہ اپنی کتاب ''تقریب التہذیب'' (۲/ ۲۴۷) میں امام صاحبؒ کو طبقہ سادسہ میں سے قرار دیا ہے کہ جس طبقہ کی بقول اُن کے کسی صحابی سے ملاقات ثابت نہیں ہے۔ لیکن یہ اُن کا تسامح ہے، کیونکہ حافظ موصوف نے خود ہی اپنی مشہور کتاب ''تہذیب التہذیب'' (۵/ ۶۲۹) میں آپ کی حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے ملاقات ہونے کی تصریح کی ہے۔ اسی طرح انہوں نے اپنے ایک فتویٰ میں بھی امام اعظمؒ کو تابعی قرار دیا ہے، اور یہ بھی تصریح کی ہے کہ امام محمد بن سعدؒ (م ۲۳۰ھ) نے ایک ایسی سند، جس میں کوئی خرابی نہیں ہے، سے امام ابوحنیفہؒ کی خود اپنی زبانی نقل کیا ہے کہ میں نے حضرت انس رضی اللہ عنہ کو دیکھا تھا۔ حافظ موصوف کا یہ فتویٰ امام سیوطیؒ (م ۹۱۱ھ) وغیرہ نے نقل کیا ہے۔ جیسا کہ پہلے بحوالہ گزرا ہے۔ نیز اس فتویٰ میں حافظ ابن حجرؒ نے حضرت عبداللہ بن ابی اوفٰی رضی اللہ عنہ سے بھی امام صاحبؒ کی ملاقات ہونے کا ذکر کیا ہے۔

حافظ ابن حجرؒ کے یہ دو حوالے اس بات کی بیّن دلیل ہیں کہ ''تقریب التہذیب'' میں امام صاحبؒ کو طبقۂ سادسہ میں شمار کرنا اُن کی لغزش اور تسامح ہے۔ اور اس کتاب میں رُواتِ حدیث کے طبقات بیان کرتے ہوئے ان سے دیگر کئی راویوں کی بابت بھی تسامحات ہوئے ہیں۔

۱۔ معیار الحق (ص ۳۲)

حافظ ابن حجرؒ کے ''تقریب التہذیب'' میں تسامحات

مثلاً امام جعفر بن محمد صادق رحمہ اللہ (م ۱۴۸ھ) جن کے بارے میں امام ذہبیؒ (م ۷۴۸ھ) نے تصریح کی ہے کہ انہوں نے بعض صحابہؓ کو دیکھا تھا۔[۱]

نیز حافظ ابن حجرؒ کے استاذ حافظ عراقیؒ (م ۸۰۶ھ) نے ان کو تابعین میں شمار کیا ہے۔[۲]

ان کو بھی حافظ ابن حجرؒ نے طبقہ سادسہ میں سے قرار دیا ہے۔[۳]

اسی طرح کئی رُوات ایسے بھی ہیں کہ جن کے بارے میں خود حافظ ابن حجرؒ نے تصریح کی ہے کہ انہوں نے بعض صحابہؓ کو دیکھا ہے یا اُن سے حدیث کی روایت کی ہے۔ مثلاً حمید بن زیاد ابو صخر الخراط صاحب العباءؒ (م ۸۹ھ) کے متعلق حافظ موصوف نے لکھا ہے کہ انہوں نے حضرت سہل بن سعد رضی اللہ عنہ کو دیکھا تھا۔[۴]

جبکہ ''تقریب التہذیب'' میں انہوں نے ان کو طبقۂ سادسہ میں سے قرار دیا ہے۔[۵]

موصوف نے صلت بن عبد اللہ بن نوفل ہاشمیؒ کی بابت لکھا ہے کہ انہوں نے حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کی ہے۔[۶]

جبکہ ''تقریب'' میں ان کو 'طبقہ سادسہ'' میں شمار کر دیا ہے۔[۷]

قاسمؒ بن عبید اللہؒ بن عبد اللہؒ بن عمرؓ بن الخطاب (م ۱۳۰ھ تقریباً) کے ترجمہ میں حافظ موصوف نے امام ابن حبانؒ سے یہ قول بلا جرح وقدح نقل کیا ہے کہ انہوں نے اپنے جد امجد حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کی ہے۔[۸]

اس کے باوجود انہوں نے اُن کو طبقہ سادسہ کا راوی قرار دیا ہے۔[۹]

۱۔ سیر اعلام النبلاء (۶/ ۲۵۵)
۲۔ فتح المغیث (ص ۴۴۸) للعراقیؒ
۳۔ تقریب التہذیب (۱/ ۱۶۳)
۴۔ تہذیب التہذیب (۲/ ۲۷)
۵۔ تقریب التہذیب (۱/ ۲۴۴)
۶۔ تہذیب التہذیب (۲/ ۵۵۹)
۷۔ تقریب التہذیب (۱/ ۴۴۰)
۸۔ تہذیب التہذیب (۴/ ۵۲۴)
۹۔ تقریب التہذیب (۲/ ۲۱)

ہارون بن رئابؒ کے متعلق حافظ صاحبؒ خود تصریح کرتے ہیں کہ:
انہوں نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایتِ حدیث کی ہے۔[۱]
لیکن بایں ہمہ وہ ان کو طبقہ سادسہ میں سے قرار دیتے ہیں۔[۲]
یزید بن ابی مریم دمشقیؒ (م ۱۴۰ھ) امام الجامع دمشق کی بابت حافظ صاحبؒ نے تصریح کی ہے کہ انہوں نے حضرت سہل بن سعد رضی اللہ عنہ کو دیکھا ہے۔[۳]
لیکن اس کے باوجود ان کو موصوف نے طبقہ سادسہ میں سے قرار دیا ہے۔[۴]
یعقوب بن عتبہ بن مغیرہ الثقفیؒ (م ۱۲۸ھ) کے متعلق موصوف نے لکھا ہے کہ انہوں نے حضرت سائب بن یزید رضی اللہ عنہما کو دیکھا تھا۔[۵]
لیکن ان کو بھی وہ طبقہ سادسہ میں سے قرار دیتے ہیں۔[۶]
یہ تو حافظ ابن حجرؒ کے اُن رواۃ کے متعلق تسامحات تھے کہ جن کے بارے میں خود انہوں نے تصریح کی ہے کہ انہوں نے صحابہؓ کو دیکھا ہے، یا اُن سے روایت کی ہے، لیکن اس کے باوجود انہوں نے اُن کو "تقریب التہذیب" میں "درجہ سادسہ" میں شمار کر دیا ہے۔ ان کے برعکس بعض راوی ایسے بھی ہیں کہ جن کے متعلق حافظ موصوف نے خود لکھا ہے کہ ان کی کسی صحابی سے ملاقات نہیں ہوئی، لیکن اس کے باوجود اُن کو انہوں نے درجہ خامسہ (جو بقول اُن کے اُن لوگوں کا درجہ ہے کہ جن کی صحابہؓ سے ملاقات ثابت ہے) میں سے قرار دے دیا ہے۔
مثلاً امام المغازی محمد بن اسحاقؒ (م ۱۵۰ھ) کو انہوں نے "درجہ خامسہ" کا راوی کہا ہے۔[۷]
حالانکہ خود ہی ان کی بابت موصوف نے لکھا ہے کہ ان کی کسی صحابی سے ملاقات نہیں ہوئی۔[۸]
یہی بات حافظ ابن الاثیر الجزریؒ (م ۶۳۰ھ) نے بھی ان کے بارے میں کہی

۱۔ تہذیب التہذیب (۶/۷)
۲۔ تقریب التہذیب (۲/۲۵۷)
۳۔ تہذیب التہذیب (۶/۲۲۶)
۴۔ تقریب التہذیب (۲/۳۳۲)
۵۔ تہذیب التہذیب (۶/۲۴۶)
۶۔ تقریب التہذیب (۲/۳۳۸)
۷۔ تقریب التہذیب (۲/۵۴)
۸۔ الاصابۃ (۵/۱۸۵، ترجمہ مالک بن ابی ثعلبہؓ)

ہے۔[۱]

نامور غیر مقلد مولانا بدیع الدین راشدی (م ۱۴۱۶ھ) نے بھی ان کو تبع تابعی کہا ہے۔[۲]

مولانا ارشاد الحق اثری غیر مقلد کی تصریح کے مطابق حافظ ابن حجرؒ نے چوتھے طبقے کے بہت سے رُوات کو بھی پانچویں طبقہ میں شمار کر دیا ہے۔ چنانچہ لکھتے ہیں:

> حافظ ابن حجرؒ کا امام مکحولؒ کو پانچویں طبقے میں ذکر کرنا ہی درست نہیں۔ کیونکہ ہم توضیح (الکلام) میں امام بخاری وغیرہ کے حوالے نقل کر آئے ہیں کہ صحابہ سے ان کا سماع صحیح ہے۔ امام مکحول ہی نہیں حافظ ابن حجرؒ نے الولید بن قیس کو بھی خامسہ طبقہ میں ذکر کیا ہے۔ (تقریب: ص ۵۴۲) حالانکہ مسند احمد (ج ۳، ص ۳۸) میں ہے کہ... انہوں نے ابو سعیدؓ سے سنا ہے۔ بتلایئے سماع کی صراحت اور کیا ہوتی ہے؟ اسی طرح الحکم بن عتیبہ کو بھی حافظ ابن حجرؒ نے طبقہ خامسہ میں ہی ذکر کیا ہے (تقریب: ص ۲۱) حالانکہ... انہیں حضرت (عبداللہ) ابن ابی اوفیؓ سے سماع حاصل ہے۔ لہٰذا مکحول کو بھی حافظ ابن حجرؒ نے طبقہ خامسہ میں ذکر کیا ہے تو ان کا یہ قول درست نہیں۔[۳]

پس جب خود غیر مقلدین کو بھی یہ بات تسلیم ہے کہ حافظ ابن حجرؒ سے ''تقریب التہذیب'' میں رُوات کی درجہ بندی قائم کرتے ہوئے کئی تسامحات ہوئے ہیں، اس لیے اگر اُن سے امام ابو حنیفہؒ کے متعلق بھی درجہ قائم کرنے میں تسامح ہو گیا ہے، تو غیر مقلدین کو چاہیے کہ وہ اس حوالہ کو اتنی اہمیت نہ دیں، بالخصوص جب حافظ موصوف خود یہ اقرار کر چکے ہیں کہ آپ نے حضرت انسؓ وغیرہ کو دیکھا ہے۔

ثانیاً: حافظ ابن حجرؒ کا ''تقریب التہذیب'' میں امام اعظمؒ کو طبقہ سادسہ میں سے قرار دینا اس لیے بھی مرجوح ہے، کیونکہ باقرار غیر مقلدین یہ کتاب حافظ موصوف کی اُن کتب

۱۔ اُسد الغابۃ (۱۵/۵)　　۲۔ مقالات راشدیہ (۱۳۱/۳)

۳۔ تنقیح الکلام (ص ۳۱۴)

میں سے ہے کہ جن سے وہ مطمئن نہیں تھے، اس کے بالمقابل انہوں نے اپنی کتاب ''تہذیب التہذیب'' میں امام اعظمؒ کی حضرت انس رضی اللہ عنہ کو دیکھنے کا جو مؤقف اختیار کیا ہے وہی راجح ہے، اس لیے کہ ''تہذیب التہذیب'' کا شمار ان کی اُن پانچ کتب میں ہوتا ہے کہ جن پر وہ مطمئن اور راضی تھے۔ چنانچہ علامہ محمد بن علی شوکانیؒ (م ۱۲۵۰ھ) نے حافظ ابن حجرؒ کے ترجمہ میں تصریح کی ہے کہ:

> ونُقل عنه انه قال، لست راضيًا عَن شئی من تصانيفی لأنی عملتها فی ابتداء الامر. ثم لم يتهيألی من يحرّرها معی سِوی شرح البخاری ومقدمته، والمشتبه، والتهذيب، ولسان الميزان.[۱]

> حافظ ابن حجرؒ سے منقول ہے کہ انہوں نے فرمایا: میں اپنی تصانیف میں سے کسی تصنیف سے بھی راضی نہیں ہوں، کیونکہ میں نے ان کو اپنی ابتدائی زندگی میں لکھا، اور اُس وقت مجھے ایسے ساتھی بھی میسر نہیں آسکے کہ جو کتب تحریر کرنے میں میری مدد کرتے، البتہ میں اپنی کتب میں سے: شرح بخاری (فتح الباری)، مقدمہ شرح بخاری (هَدی السَّارِی)، اَلْمُشْتَبِه (تَبْصِيرُ الْمُنتَبِه بِتَحْرِيرِ الْمُشْتَبِهْ)، تہذیب التہذیب، اور لسان المیزان، سے راضی ہوں۔

علامہ شوکانیؒ کے اس حوالے سے واضح ہو گیا کہ ''تقریب التہذیب'' حافظ ابن حجرؒ کی ابتدائی اور اُن کتب میں سے ہے کہ جن سے وہ خود مطمئن نہیں تھے۔ جبکہ ''تہذیب التہذیب'' سے وہ پوری طرح مطمئن تھے۔ لہٰذا حافظ موصوف کے ''تہذیب التہذیب'' والے قول (جس میں انہوں نے امام اعظمؒ کی حضرت انسؓ سے رؤیت کی تصریح کی ہے) کے مقابلے میں ان کا ''تقریب التہذیب'' والا قول (جس میں انہوں نے امام اعظمؒ کو طبقہ سادسہ میں شمار کیا ہے) مرجوح اور کالعدم ہے۔

۱۔ اَلْبَدْرُ الطَّالِعُ بِمَحَاسِنِ مَنْ بَعْدِ الْقَرْنِ السَّابِعُ (۶۲/۱)

اور اس پر طُرہ یہ کہ انہوں نے اپنے فتویٰ میں بھی امام اعظمؒ کی حضرت انس اور حضرت عبداللہ بن ابی اوفی رضی اللہ عنہما سے ملاقات ہونے کی صاف تصریح کر دی ہے، جس کی وجہ سے ''تقریب'' والے قول کا مرجوح ہونا اور زیادہ واضح ہو جاتا ہے۔

نیز مُعترض مولانا نذیر حسین دہلویؒ کے ہی شاگردِ رشید مولانا امیر علی ملیح آبادی غیر مقلد (م ۱۳۳۷ھ) نے حافظ ابن حجرؒ سے اختلاف کرتے ہوئے امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کو چھٹے طبقے کی بجائے پانچویں طبقے (جو بقول حافظ ابن حجرؒ اُن لوگوں کا طبقہ ہے کہ جن کی صحابہؓ سے ملاقات ثابت ہے) میں سے قرار دیا ہے۔ جیسا کہ ان کا حوالہ امام اعظمؒ کی تابعیت سے متعلق علمائے غیر مقلدین کی تصریحات میں گزرا ہے، لہٰذا مولانا نذیر حسینؒ کے اس مؤقف کا خود ان کے اپنے شاگردِ رشید کے قلم سے بھی باطل ہونا ثابت ہو گیا۔ اَلْحَمْدُ لِلّٰه!

تیسرا شبہ: امام دارقطنیؒ نے امام اعظمؒ کی حضرت انسؓ سے ملاقات ہونے سے انکار کیا

حافظ زبیر علی زئی غیر مقلد لکھتے ہیں:

ابوالحسن الدارقطنی رحمہ اللہ (متوفی ۳۸۵ھ) سے پوچھا گیا کہ کیا ابوحنیفہ کا انس (بن مالک رضی اللہ عنہ) سے سماع (سننا) صحیح ہے؟

تو انہوں نے جواب دیا: **لا ولا رؤیته، لم یلحق ابوحنیفة احدًا من الصحابة.** نہیں، اور نہ ابوحنیفہ کا انس (رضی اللہ عنہ) کو دیکھنا ثابت ہے، بلکہ ابوحنیفہ نے تو کسی صحابی سے ملاقات نہیں کی ہے۔[۱]

معلوم ہوا کہ خطیب بغدادی سے بہت پہلے امام دارقطنی رحمہ اللہ اس بات کا صاف اعلان کر چکے ہیں کہ امام ابوحنیفہ نے نہ تو سیّدنا انس رضی اللہ عنہ کو دیکھا ہے اور نہ ان سے ملاقات کی ہے۔

تنبیہ: جلیل القدر معتدل امام دارقطنی رحمہ اللہ کا سابق بیان علامہ سیوطی (م ۹۱۱ھ)

۱۔ بحوالہ تاریخ بغداد (ج ۴، ص ۲۰۸، ت ۱۸۹۵)، سوالات السہمی للدارقطنی (ص ۲۶۳، ت ۳۸۳)، العلل المتناہیۃ فی الاحادیث الواہیۃ لابن الجوزی (۱/ ۶۵، تحت ح ۷۴)

کی کتاب ''تبیض الصحیفہ فی مناقب الامام ابی حنیفۃ'' میں محرف و مبدل ہو کر چھپ گیا ہے۔ یہ تحریف شدہ متن اصل مستند کتابوں کے مقابلے میں ہونے کی وجہ سے مردود ہے۔ ذیل اللآلی وغیرہ کی عبارات سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ غلطی بذاتِ خود علامہ سیوطی کو حافظ ابن الجوزی کا کلام نہ سمجھنے کی وجہ سے لگی ہے۔ بہر حال امام دارقطنی سے ثابت شدہ قول کے مقابلے میں سیوطی وابن الجوزی وغیرہما کے حوالے مردود ہیں۔

ان دونوں (خطیب و دارقطنی) کے اقوال متقدم واوثق ہونے کی وجہ سے دارقطنی کے قول کو ہی ترجیح حاصل ہے۔[۱]

جواب: امام دارقطنیؒ نے اگرچہ امام صاحبؒ کی حضرت انس رضی اللہ عنہ سے سماعت وروایتِ حدیث کا انکار کیا ہے، لیکن وہ آپ کی حضرت انس رضی اللہ عنہ سے رؤیت کے منکر نہیں ہیں، بلکہ وہ اس کا اقرار کرتے ہیں، جیسا کہ حافظ جلال الدین سیوطیؒ (م ۹۱۱ھ) نے اپنی کتاب ''تبیض الصحیفۃ فی مناقب الامام ابی حنیفۃ'' میں امام دارقطنی کے شاگرد امام حمزہ سہمیؒ (م ۴۲۷ھ) کے حوالے سے نقل کیا ہے۔

زبیر علی زئی غیر مقلد کا یہ کہنا کہ امام دارقطنیؒ کا مذکورہ بیان ''تبیض الصحیفۃ'' میں محرف ومبدل ہو کر چھپ گیا ہے، اس لیے غلط ہے کیونکہ امام سیوطیؒ نے یہ بیان جس طرح ''تبیض الصحیفہ'' میں نقل کیا ہے، بعینہٖ اسی طرح انہوں نے یہ بیان اپنی کتاب ''ذیل اللآلی'' میں بھی نقل کیا ہے۔ چنانچہ موصوف ارقام فرماتے ہیں:

قال الدارقطنی: لم یلق ابو حنیفۃ احدًا مِنَ الصحابۃ، انما رأی انسًا بعینہٖ ولم یسمع منہ.[۲]

امام دارقطنیؒ فرماتے ہیں کہ امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ نے کسی صحابیؓ سے بھی حدیث کا سماع نہیں کیا، البتہ انہوں نے حضرت انس رضی اللہ عنہ کو اپنی آنکھوں سے دیکھا ہے، لیکن اُن سے بھی سماع نہیں کیا۔

۱۔ ماہنامہ الحدیث، حضرو (شمارہ ۱۷، ص ۱۹)

۲۔ ذیل اللآلی المصنوعۃ (ص ۱۱۰)

نیز امام سیوطیؒ سے پہلے بھی اور اُن سے بعد میں آنے والے کئی محدثین بھی امام دار قطنیؒ کا یہی بیان نقل کرتے آئے ہیں۔

مثلاً امام سیوطیؒ سے بہت پہلے امام ابن الجوزیؒ (م ۵۹۷ھ) بھی امام دار قطنیؒ کا یہی بیان نقل کر چکے ہیں، چنانچہ وہ بحوالہ امام دار قطنیؒ لکھتے ہیں:

وابوحنيفة لم يسمع مِن احدٍ مِنَ الصحابة، انما رأى انسًا بعينه.[1]

امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ نے کسی بھی صحابی سے نہیں سنا، البتہ انہوں نے حضرت انس رضی اللہ عنہ کو اپنی آنکھوں سے ضرور دیکھا ہے۔

امام سیوطیؒ سے متاخر محدث امام علی بن محمد بن علی بن عراق الکنانیؒ (م ۹۶۳ھ) بھی بحوالہ "لسان المیزان"[2] امام دار قطنیؒ کا یہ بیان ان الفاظ سے نقل کرتے ہیں:

وقال حمزة السهمى سمعت الدارقطنى يقول لم يلق ابوحنيفة احدًا من الصحابة، انما رأى انسًا بعينه ولم يسمع منه.[3]

امام حمزہ سہمیؒ فرماتے ہیں کہ میں نے امام دار قطنیؒ کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ نے کسی صحابی سے ملاقات نہیں کی، البتہ انہوں نے حضرت انس رضی اللہ عنہ کو اپنی آنکھوں سے دیکھا ہے، اور اُن سے حدیث کا

۱۔ العلل المتناہیۃ (۱/۱۲۸)

۲۔ "لسان المیزان" کے مطبوعہ نسخے میں امام دار قطنی کا مذکورہ کلام صرف: "لم يلق ابو حنيفة احدًا مِنَ الصّحابة" تک مذکور ہے، اس سے آگے کی عبارت ذکر نہیں ہے۔ ممکن ہے کہ امام کنانیؒ کے زیرِ نظر "لسان المیزان" کے نسخے میں یہ پوری عبارت مذکور ہے۔ بہر حال "لسان المیزان" میں مذکور اس ابتدائی عبارت سے بھی امام سیوطیؒ کے نقل کردہ قول کی تائید ہوتی ہے، کیونکہ ان دونوں عبارتوں کے الفاظ ایک جیسے ہیں۔

۳۔ تنزیہ الشریعۃ المرفوعۃ (۱/۲۷۱)

سماع نہیں کیا۔

اسی طرح علامہ محمد طاہر الفتنیؒ (م ۹۸۶ھ) کہ جن کو مولانا عطاء اللہ حنیفؒ غیر مقلد نے تحقیق پسند حنفی قرار دیا ہے،[1] نے بھی امام دار قطنیؒ کا یہ قول ان ہی مذکورہ الفاظ سے نقل کیا ہے۔[2]

نیز بزرگ غیر مقلد عالم مولانا امیر علی ملیح آبادیؒ (م ۱۳۳۷ھ) نے بھی امام اعظمؒ کی تابعیت کے بیان میں لکھا ہے:

> اور اہلِ اثبات اپنے ثبوت میں منجملہ دلائل کے ذکر کرتے ہیں کہ حافظ دار قطنی نے فرمایا کہ ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ نے حضرات صحابہ رضی اللہ عنہم میں سے کسی سے ملاقات نہیں پائی۔ سوائے حضرت انس رضی اللہ عنہ کے، لیکن فقط ان کو آنکھ سے دیکھا اور ان سے کچھ سنا نہیں۔ كَمَا فِيْ مَجْمَعِ الْبِحَارُ للفتنى رحمه الله.[3]

پس جب امام سیوطیؒ امام دار قطنیؒ کا یہ قول نقل کرنے میں متفرد نہیں ہیں، تو پھر یہ کیسے کہا جا سکتا ہے کہ یہ قول ان کی کتاب ''تبییض الصحیفہ'' میں محرف ومبدل ہو کر چھپ گیا ہے۔ باقی زبیر علی زئی نے امام سیوطیؒ کے اس حوالے کو مُحَرَّف وَمُبَدَّل قرار دینے کی جو یہ دلیل ذکر کی ہے کہ یہ حوالہ اصل مستند کتب ''تاریخ بغداد'' اور ''سوالات السہمی'' کے مطبوعہ نسخوں کے خلاف ہے، یہ دلیل خود علی زئی کی اپنی تصریحات کی روشنی میں بھی باطل ہے۔

ذیل میں زبیر علی زئی کی چند تصریحات ملاحظہ کریں کہ جن میں انہوں نے اصل مأخذ اور مستند کتب میں مندرجہ عبارات کے مقابلے میں اُن سے منقول کتب کی عبارات کو ترجیح دی ہے۔ مثلاً امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے شاگرد رشید امام ابو یوسف رحمہ اللہ کے متعلق علامہ خطیب بغدادی (م ۴۶۳ھ) نے تاریخ بغداد (جس کو علی زئی اصل مستند کتاب قرار

۱۔ حاشیہ حیات امام ابوحنیفہؒ (ص ۱۲۱)

۲۔ مجمع بحار الانوار (۲/۵۰۵)، تذکرۃ الموضوعات (ص ۱۱۱)

۳۔ مقدمہ فتاویٰ عالمگیری مترجم (۱/۳۸)

دے رہے ہیں) میں امام احمد بن حنبلؒ سے بالسند نقل کیا ہے کہ:

کان ابو یوسف منصفًا فی الحدیث.[1]

امام ابو یوسف رحمہ اللہ حدیث میں انصاف پسند تھے۔

حافظ ذہبیؒ (م۷۴۸ھ) اور حافظ سیوطیؒ (م۹۱۱ھ) نے بھی امام احمدؒ کا یہ قول ان ہی الفاظ کے ساتھ نقل کیا ہے۔[2] اسی طرح حافظ ابن حجر رحمہ اللہ (م۸۵۲ھ) کی ''لسان المیزان'' کے اکثر مطبوعہ نسخوں میں بھی ان ہی الفاظ کے ساتھ یہ قول منقول ہے۔[3] البتہ ''لسان المیزان'' کے کسی ایک مطبوعہ نسخے میں امام احمدؒ کا یہ قول ''کان مُنصِفًا'' کے بجائے ''کان مضعفًا'' کے الفاظ سے چھپ گیا ہے۔ زبیر علی زئی نے اس ایک غلط نسخے کی بنیاد پر ''تاریخ بغداد'' (جس کو وہ یہاں اصل مستند کتاب قرار دے رہے ہیں) کے حوالے کو غلط قرار دے دیا، حالانکہ ''تاریخ بغداد'' کے اس حوالے کی تائید دیگر کئی معتبر کتب سے بھی ہو رہی ہے، یہاں تک کہ ''لسان المیزان'' کے اکثر نسخے بھی اس کے مؤید ہیں، لیکن ان سب حوالجات سے علی زئی نے محض اس لیے چشم پوشی کر لی کیونکہ ''تاریخ بغداد'' کا یہ حوالہ اُن کے مؤقف کے خلاف ہے۔ چنانچہ موصوف لکھتے ہیں:

''تاریخ بغداد'' میں غلطی سے ''مُضَعفًا'' کے بجائے ''مُنصِفًا'' چھپ گیا ہے۔[4]

اسی طرح ''تاریخ بغداد'' (۷/ ۳۲۷) میں ہی امام اعظمؒ کے ایک اور جلیل القدر شاگرد امام حسن بن زیاد لؤلؤیؒ (م۲۰۴ھ) کے خلاف حسن بن زیاد الحلوانی سے ایک قول منقول ہے۔ اور حسن بن زیاد الحلوانی ایک نامعلوم و مجہول شخص ہے۔ جبکہ ''لسان المیزان'' کے مطبوعہ نسخے میں یہ قول حسن بن علی الحلوانیؒ (م۲۴۲ھ)، جو کہ مشہور محدث ہیں، کی

۱۔ تاریخ بغداد (۱۴/۲۶۱)

۲۔ تذکرۃ الحفاظ (۱/۲۱۱۴)، طبقات الحفاظ (ص ۱۲۷)

۳۔ مثلاً دیکھیے ''لسان المیزان'' (ص ۱۸) مطبوعہ دار الکتب العلمیۃ بیروت (۵/ ۱۲۸) مطبوعہ مکتب المطبوعات الاسلامیۃ حلب (۳/۶۳) ۴۔ ماہنامہ الحدیث، حضرو (۷/ ۱۸)

طرف منسوب ہوگیا ہے۔اور ''لسان المیز ان'' کا یہ حوالہ چونکہ علی زئی کے حق میں تھا، اس لیے انہوں نے یہاں بھی ''تاریخ بغداد''، جو بقول اُن کے اصل مستند کتاب ہے، کے حوالے کو طباعت کی غلطی قرار دے کر اس کے مقابلے میں ''لسان المیز ان'' کے حوالے کو ترجیح دے دی ہے۔[۱]

نیز ''تاریخ بغداد'' (۷/ ۳۲۷) میں ہی محمد بن نافع، جو کہ بقول مولانا عبدالقادر سندھی غیر مقلد: مجہول شخص ہے،[۲] سے بھی امام لؤلؤی رحمہ اللہ کے خلاف ایک قول نقل کیا گیا ہے، جو کہ ''لسان المیز ان'' میں محمد بن رافع نیساپوریؒ (م ۲۴۵ھ) سے منسوب ہوگیا ہے۔ یہاں بھی علی زئی نے ''تاریخِ بغداد'' کے حوالے کو پسِ پشت ڈالتے ہوئے ''لسان المیز ان'' کے حوالے کو درست قرار دیا ہے۔[۳]

اندازہ لگائیں کہ یہ لوگ کس قدر دوغلی پالیسی پر گامزن ہیں کہ جب اپنا فائدہ ہو تو پھر ''تاریخ بغداد'' وغیرہ کو اصل مستند کتب قرار دے کر ان کے مقابلے میں دیگر تمام کتب کے حوالجات کو ردّ کر دیتے ہیں، لیکن جب ''تاریخ بغداد'' وغیرہ کتب کے حوالجات سے ان کے اپنے کسی مؤقف پر زد پڑتی ہو تو پھر یہ لوگ اپنی ہی مستند قرار دی ہوئی کتب کے مقابلے میں ''لسان المیز ان'' وغیرہ کتب کو سینے سے لگا لیتے ہیں۔ فیاللعجب۔

اور تحقیقی نظر سے دیکھا جائے تو امام سیوطیؒ وغیرہ محدثین نے امام دارقطنیؒ کا قول جن الفاظ سے نقل کیا ہے، وہ ''تاریخ بغداد'' اور ''سوالات السہمی'' کے مطبوعہ نسخوں میں امام موصوف کے مندرجہ قول پر راجح ہے، اور اس کی دلیل یہ ہے کہ خود علامہ خطیب بغدادیؒ نے امام اعظمؒ کے ترجمہ میں آپ کی حضرت انس رضی اللہ عنہ سے رؤیت کی تصریح کی ہے، لہٰذا یہ کیسے ممکن ہے کہ علامہ خطیبؒ جیسے شخص جن کو حضرت امام صاحبؒ کی شخصیت سے خصوصی بیر تھا، وہ آپ کی حضرت انسؓ سے رؤیت کے خلاف امام دارقطنیؒ کے قول کو بطورِ دلیل پیش کریں، اور پھر خود ہی آپ کی حضرت انسؓ سے رؤیت کی تصریح بھی کر دیں۔ اس لیے

۱۔ ماہنامہ الحدیث، حضرو (۱۶/۳۴) ۲۔ مسئلہ رفع الیدین مترجم (ص ۹۴)

۳۔ ماہنامہ الحدیث، حضرو (۱۶/۳۳)

لامحالہ یہ ماننا پڑے گا کہ علامہ خطیبؒ نے امام دارقطنیؒ کا جو قول نقل کیا ہے اُس میں امام صاحبؒ کی حضرت انس رضی اللہ عنہ سے رؤیت کا اقرار تھا اور سماع کی نفی تھی (جیسا کہ امام سیوطیؒ وغیرہ نے نقل کیا ہے) لیکن ''تاریخ بغداد'' کے ناسخین یا ناشرین نے اس قول کو (دانستہ یا نادانستہ) غلط نقل کیا، اور اس قول کے الفاظ: ''وَلَا رِوَایَتُهٗ'' کو ''وَلَا رُؤْیَتُهٗ'' بنا دیا، جس سے اس عبارت کا حلیہ ہی بدل کر رہ گیا۔

اسی طرح ''سوالات السہمی'' کا جو نسخہ طبع ہوا ہے اُس میں بھی یہی کارستانی کی گئی ہے، اور اس میں بھی جہاں روایت کی نفی تھی، اس کو رؤیت کی نفی میں بدل دیا گیا۔ ورنہ اس کتاب کی طباعت سے کئی سو سال پہلے امام سیوطیؒ اور امام ابن عراقؒ وغیرہ جیسے ثقہ اور ذمہ داران اہلِ علم نے اس کتاب سے امام دارقطنیؒ کا جو قول نقل کیا ہے، اس میں صرف روایت کی نفی ہے کہ امام صاحبؒ کی حضرت انس رضی اللہ عنہ سے سماعت و روایت حدیث ثابت نہیں، لیکن اس میں آپ کی حضرت انس رضی اللہ عنہ سے رؤیت کا اثبات ہے۔ اور یہ ناقلین حنفی المذہب بھی نہیں کہ ان پر کسی قسم کے تعصب یا جانبداری کا شبہ کیا جائے، بلکہ یہ شافعی المذہب ہیں، اور آج تک کسی نے ان کی اس نقل کردہ عبارت کو مشکوک قرار نہیں دیا۔ نیز علامہ محمد طاہر فتنیؒ (جن کو غیر مقلدین بھی تحقیق پسند حنفی قرار دیتے ہیں) نے بھی امام دارقطنیؒ کا یہ قول ان ہی الفاظ سے نقل کیا ہے، جیسا کہ ابھی بحوالہ گزرا ہے۔ اور پھر ان محدثین کی نقل کردہ عبارت کی تائید محدثین کے ایک جمِ غفیر کے اقوال سے بھی ہوتی ہے کہ جنہوں نے امام صاحبؒ کی حضرت انسؓ سے رؤیت یا روایت کی تصریح کی ہے۔ لہٰذا امام دارقطنیؒ کا جو قول امام سیوطیؒ وغیرہ محدثین نے نقل کیا ہے، اس کو امام موصوف سے منسوب اس قول پر ترجیح ہوگی کہ جو ''تاریخ بغداد'' اور ''سوالات السہمی'' کے مطبوعہ نسخوں میں چھپ گیا ہے۔

اور پھر علی زئی کی حواس باختگی کی حد ہے کہ وہ ایک طرف تو یہ کہہ رہے ہیں کہ امام دارقطنیؒ کا قول ''تبییض الصحیفۃ'' میں محرف و مبدل ہو کر چھپا ہے۔ گویا ان کے نزدیک اس تحریف و تبدیلی کے ذمہ دار ''تبییض الصحیفۃ'' کے ناشرین ہیں۔ جبکہ دوسری طرف وہ یہ کہہ

کر اس کی ذمہ داری امام سیوطیؒ پر ڈال رہے ہیں کہ ذیل اللآلی وغیرہ کی عبارات سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ غلطی بذاتِ خود علامہ سیوطیؒ کو حافظ ابن الجوزیؒ کا کلام نہ سمجھنے کی وجہ سے لگی ہے۔

اب علی زئی کی ان دونوں باتوں میں سے کس کا اعتبار کیا جائے اور کس کا اعتبار نہ کیا جائے؟

نیز علی زئی کا امام سیوطیؒ جیسے ثقہ اور مستند عالم کے بارے میں یہ کہنا کہ سیوطیؒ کو علامہ ابن الجوزیؒ کا کلام نہ سمجھنے کی وجہ سے غلطی لگی ہے، یہ بھی علی زئی نے ایک عجیب وغریب شگوفہ چھوڑا ہے، اس کا مطلب تو پھر یہ ہوا کہ علی زئی امام سیوطیؒ سے زیادہ سمجھ دار ہیں کہ حافظ ابن الجوزیؒ کی ایک سیدھی سی بات سیوطیؒ جیسے جبلِ علم تو نہ سمجھ سکے، لیکن اس کو زبیر علی زئی جیسا طفلِ مکتب سمجھ گیا ہے۔ سبحان اللہ! ؎

بت کریں آرزو خدائی کی
واہ! کیا شان ہے تیری کبریائی کی

الحاصل! امام دارقطنیؒ سے یہ ہرگز ثابت نہیں کہ انہوں نے امام اعظم ابوحنیفہؒ کی حضرت انسؓ سے رؤیت کا انکار کیا ہے، بلکہ وہ بھی دیگر محدثین کی طرح اس رؤیت کو ثابت مانتے ہیں اور اس سلسلے میں علی زئی وغیرہ غیر مقلدین کے تمام شبہات بالکل غلط اور محض بے بنیاد ہیں۔

اور اگر بالفرض مان ہی لیا جائے کہ امام دارقطنیؒ امام صاحبؒ کی حضرت انس رضی اللہ عنہ سے رؤیت کے منکر ہیں، تو اُن کے اس انکار سے امام صاحبؒ کی تابعیت پر کیا فرق پڑتا ہے؟ جب خود امام صاحبؒ سے بسندِ صحیح ثابت ہے کہ آپ نے حضرت انس رضی اللہ عنہ کو کئی بار دیکھا تھا، اور محدثین کے ایک جمِ غفیر (جن کے اقوال ہم پہلے نقل کر آئے ہیں) نے بھی واشگاف الفاظ میں آپ کی حضرت انسؓ سے رؤیت کی تصریح کی ہے۔ خود زبیر علی زئی غیر مقلد نے بھی تسلیم کیا ہے کہ:

خطیب بغدادیؒ اور ابن الجوزیؒ کے علاوہ بہت سے علماء نے امام صاحبؒ کی

حضرت انسؓ سے رؤیت کا اقرار کیا ہے۔[1]

نیز ماقبل ہم بکثرت محدثین کی تصریحات بھی نقل کر چکے ہیں جن میں ان محدثین نے امام اعظمؒ کو تابعی قرار دیا ہے، بلکہ امام مجد الدین ابن الاثیر الجزریؒ (م۶۰۶ھ) نے تو یہاں تک کہا ہے کہ امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ بالاتفاق تابعی ہیں۔ان سب محدثین کے مقابلے میں امام دارقطنیؒ کے ایک شاذ قول (بشرطِ ثبوت) کی کیا حیثیت ہے؟

زبیر علی زئی نے کمال ہوشیاری سے صرف علامہ خطیب بغدادیؒ کو امام دارقطنیؒ کے مدمقابل کھڑا کیا ہے، اور کہا ہے کہ ان دونوں میں دارقطنیؒ کے متقدم و اَوثق ہونے کی وجہ سے ان کے قول کو خطیب بغدادیؒ کے قول پر ترجیح ہے۔حالانکہ یہ علی زئی کا سراسر دھوکہ ہے، اس لیے کہ حضرت انسؓ سے امام صاحبؒ کی رؤیت کے قائل صرف خطیبؒ ہی نہیں، بلکہ ان کے علاوہ محدثین کا ایک جمِ غفیر بھی اس کا قائل ہے۔ان محدثین میں امام محمد بن سعدؒ (م۲۳۰ھ) اور ابواحمد الحاکم الکبیر (م۳۷۸ھ) بھی ہیں جو امام دارقطنی سے متقدم بھی ہیں اور اَوثق بھی، لہٰذا اگر اس متقدم و اَوثق کے اصول کو بھی سامنے رکھا جائے تو پھر بھی امام دارقطنیؒ سے منسوب یہ قول مرجوح ہے۔

آخر میں یہ بات بھی ملحوظ رہے کہ زبیر علی زئی نے یہاں جو متقدم و اَوثق کا اصول پیش کیا ہے، یہ اصول انہوں نے محض امام اعظم ابوحنیفہ رحمہ اللہ کی دشمنی میں گھڑا ہے، ورنہ کئی ایسی مثالیں موجود ہیں کہ جن میں انہوں نے اپنے اس طے شدہ اصول سے محض اس لیے روگردانی کی ہے کہ اس سے اُن کے مؤقف (احناف دشمنی) پر زد پڑتی ہے۔

مثلاً امام یحییٰ بن معینؒ (م۲۳۳ھ) سے اُن کے شاگرد محمد بن سعد العوفیؒ (م۲۷۶ھ) نے امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کی توثیق نقل کی ہے۔یہ توثیق علی زئی جیسے متعصب سے کیسے برداشت ہوسکتی تھی، اس لیے انہوں نے اس توثیق سے جان چھڑانے کے لیے اس توثیق کے ناقل محمد بن سعد العوفیؒ کو ہی ضعیف قرار دے دیا، اوراس کے بارے میں لکھا کہ:

۱۔ ماہنامہ الحدیث، حضرو (شمارہ ۱۷، ص ۱۸)

محمد بن سعد العوفی کو خطیب البغدادی اور ابن الجوزی دونوں نے لین یعنی ضعیف کہا اور دارِ قطنی نے ''لابأس بہ'' قرار دیا۔ جمہور کی ترجیح کی وجہ سے جرح مقدم ہے۔[۱]

زبیر علی زئی کا انصاف دیکھئے کہ یہاں اُن کو امام ابوحنیفہؒ کی دشمنی میں امام دارقطنیؒ[۲] کا متقدم اور اَوثق ہونا بھول گیا ہے، اور ان کے مقابلے میں وہ محض دو شخصوں، خطیب بغدادیؒ اور ابن الجوزیؒ کو جمہور کہہ کر ان کی بات کو ترجیح دے رہے ہیں، جبکہ امام صاحبؒ کی حضرت انسؓ سے رؤیت کے سلسلے میں امام دارقطنیؒ سے منسوب قول کے مقابلے میں خطیب بغدادیؒ اور ابن الجوزیؒ کے علاوہ محدثین کا ایک جمِ غفیر ہے، لیکن اس کے باوجود علی زئی نے امام دارقطنیؒ کو متقدم اور اَوثق کہہ کر اُن کے مشکوک قول کو ترجیح دے دی ہے۔ زبیر علی زئی یہ قلابازیاں محض احناف دشمنی میں کھا رہے ہیں۔ ان کے دوغلے پن کی تفصیل دیکھنی ہو تو ہماری مطبوعہ کتاب ''تناقضاتِ زبیر علی زئی'' ملاحظہ کریں۔

چوتھا شبہ: امام حاکمؒ نے امام اعظمؒ کو تبع تابعین میں ذکر کیا

مولانا محمد رئیس ندوی غیر مقلد لکھتے ہیں:

امام دارقطنی کے معاصر امام حاکم مصنف ''مستدرک'' (مولود ۳۲۱ھ و متوفی ۴۰۵ھ) نے واضح طور پر امام (ابوحنیفہؒ) صاحب کو تابعین کے بعد طبقۂ اتباع تابعین میں شمار کیا ہے۔[۳]

۱۔ ماہنامہ الحدیث، حضرو (۹/۷۳)

۲۔ واضح رہے کہ امام دارقطنیؒ، محمد بن سعد العوفیؒ کی توثیق کرنے میں متفرد نہیں ہیں، بلکہ امام حاکم نیشاپوریؒ اور امام ذہبیؒ نے بھی محمد بن سعد العوفیؒ کی توثیق کی ہے، جیسا کہ امام اعظمؒ کی حضرت انسؓ سے ملاقات والی روایت کی تحقیق میں گزرا ہے۔ لہٰذا یہاں علی زئی کا امام دارقطنیؒ کو العوفیؒ کی توثیق میں متفرد باور کروا کر اُن کے مقابلے میں خطیب بغدادیؒ اور ابن الجوزیؒ کو جمہور گردانتا محض دھوکہ ہے۔

۳۔ اللمحات (۲/۲۵) بحوالہ معرفۃ علوم الحدیث (ص ۳۳۸)

جواب: امام حاکمؒ کا امام اعظمؒ کو تابعین کی بجائے اتباع تابعین کے عنوان کے ذیل میں ذکر کرنا یہ ان کا وہم اور تسامح ہے۔ اور ان سے یہ تسامح صرف امام صاحبؒ کے متعلق ہی نہیں ہوا، بلکہ اس عنوان کے تحت انہوں نے جن حضرات کے نام گنائے ہیں ان میں بکثرت ایسے لوگ ہیں کہ جن کے تابعی ہونے میں کوئی دو رائے نہیں ہیں۔ مثلاً عبداللہ بن شبرمہؒ (م ۱۴۴ھ)، عطاء بن سائبؒ (م ۱۳۶ھ) اور فطر بن خلیفہؒ (م ۱۵۳ھ)۔[۱]

اور پھر اس سے زیادہ ان کی حیران کن بات یہ ہے کہ انہوں نے ''اتباع التابعین'' کے بعد ''اتباع الاتباع'' (وہ لوگ جنہوں نے اتباع تابعین سے ملاقات کی) کا عنوان قائم کیا، اور اس کے ذیل میں امام زفر بن ہذیلؒ (م ۱۵۸ھ)، امام ابو یوسفؒ (م ۱۸۲ھ) اور امام حماد بن شعیبؒ (م ۱۷۰ھ) کے نام بھی لکھ دیے ہیں، حالانکہ ان تینوں ائمہ کو خود امام حاکمؒ بھی اتباع تابعین میں سے قرار دیتے ہیں۔ چنانچہ انہوں نے اپنی اسی کتاب (معرفۃ علوم الحدیث) میں محوّلہ صفحہ سے چند صفحات پہلے عنوان ''معرفۃ الائمۃ الثقات المشھورین من التابعین واتباعھم (تابعین اور اتباع تابعین میں سے مشہور ثقہ ائمہ کی معرفت) کے تحت امام زفرؒ کا ذکر کیا،[۲] جس کا مطلب ہے کہ ان کے نزدیک امام زفرؒ کم از کم تبع تابعین میں سے ضرور ہیں۔ اسی طرح امام موصوف نے عنوان ''بلدان الرواۃ'' (نوع: ۴۲) میں امام ابو یوسفؒ کو ان تابعین اور اتباع تابعین میں ذکر کیا ہے کہ جن کی وفات بغداد میں ہوئی۔[۳] یہ اس بات کی دلیل ہے کہ امام ابو یوسفؒ ان کے نزدیک کم از کم اتباع تابعین میں سے ہیں۔ نیز انہوں نے اپنی مشہور کتاب ''المستدرک'' میں امام ابو یوسفؒ کی تابعین (یحییٰ بن سعید انصاریؒ اور عمرو بن دینارؒ وغیرہ) سے مروی احادیث کو روایت کر کے صراحتاً ان کی تصحیح بھی کی۔[۴] نیز امام حماد بن شعیبؒ کی ابو زبیر مکیؒ (جو بالاتفاق تابعی ہیں) سے روایت کردہ

۱۔ دیکھیے بالترتیب ''سیر اعلام النبلاء (۶/ ۳۴۷، ۱۱۰، ۷/ ۳۰)، تقریب التہذیب (۱/ ۵۰۰، ۶۷۵، ۲/ ۱۶)

۲۔ معرفۃ علوم الحدیث (ص ۳۲۹) ۳۔ ایضاً (ص ۲۷۲)

۴۔ المستدرک، رقم الحدیث (۱۳۹۵، ۷۹۹۰)

حدیث کو بھی انہوں نے روایت کر کے اس کو صحیح کہا،[۱] جو اِس بات کی دلیل ہے کہ ان کے نزدیک یہ دونوں حضرات اتباع تابعین میں سے ہیں۔

نیز امام حاکمؒ نے بعض صحابہؓ کو تابعین کے زمرے میں ذکر کر دیا ہے۔ چنانچہ امام کردریؒ (م ۸۲۷ھ)، امام حاکمؒ کے ردّ میں لکھتے ہیں:

وعد الحكام النعمان وسويد ابني مقرن المزني في التابعين وهما صحابيان معروفان قد شهدا الخندق.[۲]

امام حاکمؒ نے نعمان بن مقرن مزنی اور سوید بن مقرن مزنی رضی اللہ عنہما کو تابعین میں ذکر کیا ہے، حالانکہ یہ دونوں مشہور صحابی ہیں، اور جنگِ خندق میں یہ (رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم کے ساتھ) شاملِ جہاد تھے۔

حافظ بلقینیؒ (م ۸۰۵ھ)، حافظ عراقیؒ (م ۸۰۶ھ) اور حافظ سیوطیؒ (م ۹۱۱ھ) نے بھی ان دو صحابہؓ کو تابعین میں شمار کرنے کی وجہ سے امام حاکمؒ پر تنقید کی ہے۔[۳]

نیز امام حاکمؒ نے اپنی اس کتاب کی مذکورہ نوع میں حضرت عبدالرحمٰن بن عوفؓ اور حضرت حسان بن ثابتؓ کو بھی تابعین میں ذکر کر دیا ہے۔[۴] حالانکہ یہ دونوں مشہور صحابی ہیں۔

پس جب امام حاکمؒ کی یہ ساری بحث محض اوہام اور تسامحات پر مبنی ہے تو پھر ان کا امام اعظمؒ کو اتباع تابعین میں ذکر کرنا کیونکر معتبر ہو سکتا ہے؟ بالخصوص جب خود غیر مقلدین کو بھی یہ تسلیم ہے کہ امام حاکمؒ آخر عمر میں تغیر حفظ اور غفلت کا شکار ہو گئے تھے۔[۵]

نیز ان کا یہ قول امام اعظمؒ کی تابعیت کی نفی ہے، جب کہ ان کے مقابلے میں محدثین کا جمِ غفیر آپ کی تابعیت کا اثبات کر رہا ہے، اور چھٹے شُبہ کے جواب میں بحوالہ غیر مقلدین آ رہا ہے کہ مُثبت کو نافی پر فوقیت حاصل ہوتی ہے۔

۱۔ المستدرک، رقم الحدیث (۸۳۲۹)　۲۔ مناقب ابی حنیفۃؒ (ص ۸) للکردریؒ

۳۔ محاسن الاصطلاح (ص ۴۶۸)، فتح المغیث (ص ۳۷۲) للعراقیؒ، تدریب الراوی (۲/۲۱۳)

۴۔ معرفۃ علوم الحدیث (ص ۳۳۸)　۵۔ ماہنامہ الحدیث حضرو (۲۸/۵۷)

پانچواں شبہ: امام ابن المبارکؒ وغیرہ نے امام اعظمؒ کی تابعیت سے انکار کیا

غیر مقلد عالم محمد رئیس ندوی نے امام عبداللہ بن مبارکؒ (م ۱۸۱ھ) کے قول: ''اگر امام صاحب تابعین میں ہوتے تو وہ ان کی طرف محتاج ہوتے''، اور امام خلف بن ایوبؒ (م ۲۱۵ھ) کے قول: ''علم تابعین سے امام ابوحنیفہؒ کو حاصل ہوا'' سے بھی یہ ثابت کرنے کی کوشش کی ہے کہ امام صاحبؒ تابعین کے بجائے طبقہ اتباع تابعین کے فرد ہیں۔ نیز انہوں نے ابومزاحم موسیٰ بن عبیداللہ خاقانی (م ۳۴۲ھ) وغیرہ کے اقوال کہ جن میں انہوں نے امام صاحبؒ کو تابعین کے بعد آنے والے ائمہ میں ذکر کیا ہے، سے بھی امام صاحبؒ کی عدم تابعیت کا مسئلہ کشید کیا ہے۔[1]

جواب: رئیس ندوی کا یہ شبہ بھی مردود ہے، چنانچہ انہوں نے امام عبداللہ بن مبارکؒ کا جو قول نقل کیا ہے، اس کا جواب بھی خود انہوں نے صاحبِ ''انوار الباری'' مولانا احمد رضا بجنوریؒ سے نقل کر دیا ہے کہ:

> امام ابن المبارکؒ نے یہ بات اس لیے کہی کہ امام صاحبؒ تابعین کے آخری دور میں پیدا ہوئے۔[2]

اور آپ نے اپنی ولادت (۸۰ ہجری) کے تیس سال بعد (۱۲۰ھ میں) جب آپ کے استاذ مکرم حماد بن ابی سلیمانؒ فوت ہوئے، باقاعدہ تدریس کا آغاز کیا[3] اور اس وقت تابعین کی اکثریت دنیا سے کوچ کر چکی تھی، اور بہت ہی کم تعداد میں تابعین باحیات تھے، جن میں سے کئی حضرات نے آپ سے استفادہ بھی کیا،[4] بلکہ آپ سے استفادہ کرنے والے تابعین میں آپ کے کئی نامور اساتذہ بھی ہیں۔[5] لیکن تابعین کی اکثریت آپ کے علمی فیوض سے محروم رہی۔ اس لیے امام ابن المبارکؒ فرما رہے ہیں کہ اگر امام صاحبؒ کچھ عرصہ پہلے (جب زیادہ تر تابعین بقیدِ حیات تھے) پیدا ہوتے، تو آپ کی اعلیٰ علمی صلاحیتوں کی بدولت تابعین آپ کے علم کے محتاج ہوتے، اور جس طرح آپ کے ہم عصر

۱۔ اللمحات (۲/۲۰۳-۲۱۷)
۲۔ انوار الباری (۱/۹۷)
۳۔ عقود الجمان (ص ۱۶۸، ۱۶۹)
۴۔ مسند الامام ابی حنیفۃؒ (ص ۲۴) لابی نعیمؒ
۵۔ دیکھئے ہماری کتاب ''امام اعظم ابوحنیفہؒ کا محدثانہ مقام''، ص ۲۰۳-۲۰۵

تابعین نے آپ سے استفادہ کیا ہے، اسی طرح ان سے پہلے والے تابعین بھی آپ کو دیکھ کر آپ کے علمی پایہ کے آگے سرِ خم تسلیم کر لیتے۔

امام خلفؒ کے قول سے بھی امام صاحبؒ کی عدمِ تابعیت پر استدلال باطل ہے، کیونکہ یہ حقیقت ہے کہ امام صاحبؒ نے دین کا علم زیادہ تر تابعین سے اخذ کیا، اور آپ کے تابعین اساتذہ کی تعداد چار ہزار تک بیان کی جاتی ہے۔[۱] جبکہ صحابہ رضی اللہ عنہم سے آپ کو بہت کم استفادہ کا موقع ملا، اور آپؒ نے ان سے صرف پچاس حدیثیں روایت کی ہیں، جیسا کہ پہلے بحوالہ امام کردریؒ گزرا ہے۔ گویا امام صاحبؒ کے علم کا اصل منبع تابعین ہیں، اس لیے امام خلفؒ نے تابعین سے علم آپ کی طرف منتقل ہونے کی بات کی، لیکن اس سے یہ لازم نہیں آتا کہ آپ نے صحابہؓ سے حدیثیں نہیں سنیں۔ زیادہ سے زیادہ اس قول کے پیشِ نظر یہی کہا جا سکتا ہے کہ آپ نے صحابہؓ سے استفادہ نہیں کیا، اور آپ صرف تابعین کے شاگرد ہیں، لیکن اس سے آپ کا صحابہؓ کو نہ دیکھنا لازم نہیں آتا۔ کیونکہ اگر یہ کہا جائے کہ زید نے بکر سے علم حاصل نہیں کیا، تو اس سے یہ ہرگز لازم نہیں آتا کہ زید نے بکر کو دیکھا بھی نہیں۔

باقی محمد رئیس ندوی نے جن اہلِ علم کے حوالے ذکر کیے ہیں کہ انہوں نے امام صاحبؒ کو تابعین میں ذکر کرنے کی بجائے ائمہ مجتہدین (امام شافعیؒ وغیرہ) کے زمرے میں ذکر کیا ہے، تو اس کا جواب یہ ہے کہ آپ جیسے تابعین میں سے ہیں، ایسے ہی آپ ائمہ مجتہدین میں سے بھی ہیں، بلکہ آپ کا ائمہ مجتہدین میں سے ہونا آپ کے تابعی ہونے سے زیادہ مشہور ہے، اس لیے بسا اوقات اہلِ علم آپ کو تابعین کے بجائے ائمہ مجتہدین میں ذکر کر دیتے ہیں، جیسا کہ ابراہیم نخعیؒ، حسن بصریؒ، شعبیؒ وغیرہ کا ائمہ مجتہدین میں ذکر کرنے کے بجائے تابعین میں ذکر کر دیا جاتا ہے، حالانکہ یہ حضرات تابعی ہونے کے ساتھ مجتہدین بھی تھے، تو اب جیسے ان حضرات کو جب ائمہ مجتہدین میں ذکر کرنے کے بجائے تابعین میں ذکر کیا جائے تو اس سے ان کے مجتہدین ہونے کی نفی نہیں ہوتی۔ ایسے ہی امام صاحبؒ کو بھی جب کوئی اہلِ علم تابعین کے بجائے ائمہ مجتہدین میں ذکر کر دے تو اس سے بھی آپ کی

۱۔ دیوان الاسلام (۱۵۲/۲) للغزیؒ

تابعیت کی نفی نہیں ہوسکتی۔ اور پھر عدمِ ذکر سے نفی کیسے لازم آسکتی ہے؟

الغرض، غیر مقلدین کا یہ شبہ بھی غلط اور بالکل لایعنی ہے۔

چھٹا شبہ: اہلِ نقل نے امام اعظمؒ کی صحابہؓ سے ملاقات وروایت کو غیر ثابت کہا

غیر مقلدین کے شیخ الکل مولانا نذیر حسین دہلویؒ اور ان کے مجدد نواب صدیق حسن خانؒ اور ان کے وکیلِ سلفیت محمد رئیس ندوی وغیرہ نے امام اعظم ابوحنیفہ رحمہ اللہ کی تابعیت کے خلاف امام مجد الدین ابن الاثیرؒ، امام نوویؒ، امام یافعیؒ، امام ابن خلکانؒ اور امام محمد طاہر الفتنیؒ وغیرہ کے حوالجات بھی پیش کیے ہیں جن میں ان محدثین نے کہا ہے کہ امام ابوحنیفہؒ کا صحابہ سے ملنا یا سماع کرنا اہلِ نقل کے نزدیک ثابت نہیں ہے۔[1]

جواب: یہ شبہ بھی کئی وجوہ سے غلط ہے۔

اوّلاً: ان غیر مقلدین حضرات نے یہاں جن محدثین کے بیانات نقل کیے ہیں، ان میں سے کسی نے بھی اپنی طرف سے امام صاحبؒ کی صحابہؓ سے سماعت یا ملاقات کو غیر ثابت نہیں کہا، بلکہ تقریباً ان سب حضرات نے یہ کہا ہے کہ:

واصحابه يقولون انه لقى جماعة من الصحابة وروى عنهم، ولا يثبت ذلک عند اهل النقل.

امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے اصحاب کہتے ہیں کہ آپ صحابہؓ سے ملے ہیں، اور اُن سے روایتِ حدیث کی ہے، جبکہ اہلِ نقل کے نزدیک یہ ثابت نہیں ہے۔

اب ظاہر ہے کہ امام ابوحنیفہؒ کے اصحاب آپ کے احوال کو دیگر لوگوں سے بہتر جانتے ہیں۔ اور یہ بات اُن محدثین کو بھی تسلیم ہے کہ جن محدثین کے بیانات غیر مقلدین نے یہاں نقل کیے ہیں۔ چنانچہ ان محدثین میں سے ایک امام مجد الدین ابن الاثیر الجزریؒ (م۶۰۶ھ) بھی ہیں کہ جن کی کتاب ''جامع الاصول'' کا غیر مقلدین نے حوالہ دیا ہے۔ چنانچہ امام موصوف نے اپنی اسی کتاب میں امام ابوحنیفہؒ کا ترجمہ لکھتے ہوئے جہاں یہ لکھا ہے

۱۔ معیار الحق (ص۳۰-۳۲)، تبصرۃ الناقد بحوالہ تذکرۃ الراشد برد تبصرۃ الناقد (ص۲۶۱، ۲۶۲) از علامہ عبدالحئی لکھنویؒ، المحات (۲/۲۱۶-۲۲۳)

کہ آپ کے اصحاب آپ کی صحابہؓ سے ملاقات اور روایت کو ثابت مانتے ہیں، جبکہ اہلِ نقل کے نزدیک یہ ثابت نہیں ہے، وہاں انہوں نے یہ بھی صاف لکھ دیا ہے کہ:

واصحابهٗ هم اَخبر بحالهٖ وبقوله من غيرهم، فالرجوع اِلٰى ما نقلوه عنه اولى مما نقلوه غيرهم عنه.[1]

امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے اصحاب آپ کے احوال واقوال کو دیگر لوگوں سے بہتر جانتے ہیں، لہٰذا آپ کی بات جو آپ کے اصحاب نقل کریں اُس کی طرف رجوع کرنا اُس بات سے اَولیٰ ہے جو دیگر لوگ آپ سے نقل کرتے ہیں۔

نیز موصوف نے اپنی مشہور کتاب ''المختار'' میں امام اعظمؒ کے ترجمہ میں لکھا ہے:

وابوحنيفة تابعي بلاخلاف، وكان في زمنهٖ من الصحابة: انس بن مالك بالبصرة، عبدالله بن ابي اوفٰى بالكوفة، وسهل بن سعد الساعدي بالمدينة، وابو الطفيل عامر بن واثلة بمكة. واهل الحديث واهل النقل يقولون: انه لم يلق منهم احدًا، ولا روى عن احد منهم واصحابه يقولون: انه لقي جماعة من الصحابة وروى عنهم.[2]

امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے تابعی ہونے میں کوئی اختلاف نہیں ہے۔آپ کے زمانے میں کئی صحابہؓ باحیات تھے، جیسا کہ بصرہ میں حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ، کوفہ میں حضرت عبداللہ بن ابی اوفٰی رضی اللہ عنہ، مدینہ منورہ میں حضرت سہل بن سعد ساعدی رضی اللہ عنہ، اور مکہ مکرمہ میں حضرت ابو طفیل عامر بن واثلہ رضی اللہ عنہ۔ اہل حدیث اور اہل نقل کہتے ہیں کہ آپ نے ان میں سے کسی صحابی سے نہ ملاقات کی ہے اور نہ ہی ان میں سے کسی سے روایتِ حدیث کی ہے۔ جبکہ آپ کے اصحاب کا کہنا ہے کہ آپ نے

۱۔ جامع الاصول (۱۴/ ۲۶۷)، تتمۃ جامع الاصول (۲/۹۵۴)

۲۔ المختار من مناقب الاخیار (۳/۲۲۹)

صحابہؓ کی ایک جماعت سے ملاقات بھی کی ہے، اور اُن سے حدیث کی روایت بھی کی ہے۔

اس بیان میں بھی امام جزریؒ نے امام صاحبؒ کو تابعی بلا خلاف کہہ کر نامعلوم اہل حدیث اور اہل نقل کے مقابلے میں اصحابِ ابی حنیفہؒ کے قول کو ترجیح دے دی ہے، اور اس میں یہ بھی اشارہ ہے کہ ان کے نزدیک ان نامعلوم اہل نقل کی بات بالکل درخواعتناء نہیں ہے، اور نہ ہی ان کی اس بات سے امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کی تابعیت پر کوئی آنچ آسکتی ہے۔

امام جزریؒ کے علاوہ غیر مقلدین امام اعظمؒ کی تابعیت کے خلاف جن اہل علم کی عبارات پیش کرتے ہیں، ان میں امام محمد یافعیؒ (م ۷۶۸ھ) بھی ہیں، لیکن یہ بزرگ بھی یہ لکھنے کے باوجود کہ امام صاحبؒ کی صحابہ سے ملاقات اور روایت کو اہل نقل غیر ثابت جبکہ اصحاب ابی حنیفہؒ ثابت قرار دیتے ہیں، یہ اقرار کرتے ہیں کہ آپ نے حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے ملاقات کی ہے، چنانچہ امام موصوف امام اعظمؒ کے ترجمہ میں لکھتے ہیں:

> فقيه العراق، الامام ابوحنيفة رأى انسا...... قال بعض اصحاب التواريخ ولم يلق احدًا منهم ولا اخذ عنه. واصحابه يقولون لقى جماعة مِن الصحابة وروى عنهم. قال ولم يثبت ذلك عندالنقاد. وذكر الخطيب فى تاريخ بغداد رأى انس بن مالك رضى الله عنه.[۱]

اس بیان میں علامہ یافعیؒ نے سب سے پہلے یہ تصریح، کہ امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ نے حضرت انس رضی اللہ عنہ کو دیکھا ہے، کرنے کے بعد بعض اصحاب تواریخ کا قول نقل کیا کہ وہ کہتے ہیں کہ امام ابوحنیفہؒ کا کسی صحابیؓ سے ملاقات یا روایت کرنا نقادِ حدیث کے نزدیک پایۂ ثبوت کو نہیں پہنچا۔ جب کہ آپ کے اصحاب ان دونوں چیزوں کو ثابت مانتے ہیں، اور اس کے بعد انہوں نے علامہ خطیب بغدادیؒ کے حوالے سے نقل کیا کہ امام ابوحنیفہؒ نے

۱۔ مرآۃ الجنان (۱/۳۰۹، ۳۱۰)

حضرت انس رضی اللہ عنہ کو دیکھا ہے۔

اس سے معلوم ہوا کہ علامہ یافعیؒ کے نزدیک بھی ان بعض اصحابِ تواریخ کا امام ابوحنیفہؒ کی صحابہؓ سے ملاقات وروایت کا انکار کرنا خود ان کی اپنی تحقیق کی رُو سے بھی غلط ہے، اور علامہ خطیبؒ جیسے ناقدِ حدیث کی تحقیق کی روشنی میں بھی مرجوح ہے، جب کہ ان کے مقابلے میں اصحاب ابی حنیفہؒ کا قول ہی راجح ہے۔

اسی طرح امام نوویؒ (م ۶۷۶ھ) اور امام ابن خلکانؒ (م ۶۸۱ھ) نے بھی امام ابوحنیفہؒ کے ترجمہ میں بعض اہلِ نقل کا یہ قول ذکر کرنے کے باوجود بحوالہ علامہ خطیبؒ لکھا ہے:

آپ نے حضرت انس رضی اللہ عنہ کو دیکھا ہے۔[۱]

نیز علامہ محمد طاہر الفتنیؒ (م ۹۸۶ھ) نے بھی ان بعض اہلِ نقل کا یہ قول نقل کرنے کے باوجود امام دارقطنی (۳۸۵ھ) کے حوالے سے امام اعظمؒ کی حضرت انس رضی اللہ عنہ سے رؤیت کو تسلیم کیا ہے۔[۲]

اب علمائے غیر مقلدین نے جن محدثین کے بھی ان ادھورے حوالجات سے امام اعظم ابوحنیفہ رحمہ اللہ کی عدم تابعیت پر استدلال کیا تھا، ان سے بھی ثابت ہوگیا کہ جن بعض نامعلوم اہل نُقاد نے آپ کی صحابہؓ سے ملاقات یا روایت کو غیر ثابت کہا ہے، ان کا قول مرجوح اور غلط ہے، اور آپ کا صحابہؓ خصوصاً حضرت انس رضی اللہ عنہ سے ملاقات کرنا ثابت ہے۔ اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ.

ثانیاً: ان تمام حوالجات میں اہلِ نقل کی کوئی تعیین نہیں ہے کہ یہ کون لوگ ہیں، اور ان کے اسماء کیا ہیں؟ اور یہ بات خود غیر مقلدین کو بھی تسلیم ہے کہ نامعلوم اور مجہول لوگوں کی جرح غیر معتبر ہوتی ہے۔

چنانچہ مولانا عبد الرحمان مبارکپوریؒ (م ۱۳۵۳ھ) ارقام فرماتے ہیں:

۱۔ الاسماء واللغات (۲/۴۶) للنوویؒ، وفیات الاعیان (۳/۲۰۱،۲۰۲) لابن خلکانؒ

۲۔ مجمع بحار الانوار (۲/۵۰۵)، تذکرۃ الموضوعات (ص ۱۱۱)

جارح مجہول کی جرح غیر معتبر و نامقبول ہے۔[۱]

مولانا ارشاد الحق اثری لکھتے ہیں:

اگر جارح مجہول ہے تو اہل علم نے جرح کو قبول نہیں کیا۔[۲]

ثالثاً: یہ بات بھی غیر مقلدین کو تسلیم ہے کہ کسی چیز کے ثبوت کی نفی اس کے ضعیف اور معدوم ہونے کو مستلزم نہیں ہے۔ چنانچہ غیر مقلدین کے مایہ ناز محقق مولانا عبدالرحمان مبارکپوریؒ (۱۳۵۳ھ) بحوالہ حافظ ابن حجر عسقلانیؒ (م ۸۵۲ھ) لکھتے ہیں:

لایلزم من نفی الثبوت ثبوت الضعف لاحتمال ان یراد بالثبوت الصحة فلا ینتفی الحسن.

یہ بات لازم نہیں آتی کہ ثبوت کی نفی سے ضعف ثابت ہو جائے کیونکہ اس بات کا احتمال ہے کہ لفظ ''ثبوت'' سے مراد صحت ہو نہ کہ حسن۔[۳]

لہٰذا ممکن ہے کہ جن اہلِ نقل نے امام صاحبؒ کی صحابہؓ سے ملاقات یا روایتِ حدیث کو غیر ثابت کہا ہے، اس سے اُن کی مراد یہ ہو کہ آپ کی صحابہؓ سے ملاقات یا روایتِ حدیث کرنا اگر پایۂ صحت کو نہیں پہنچا ہوا تو پایۂ حسن کو ضرور پہنچا ہوا ہے۔

رابعاً: جو لوگ امام صاحبؒ کی صحابہؓ سے ملاقات یا روایت کو غیر ثابت کہتے ہیں، وہ نافی ہیں، جبکہ خود امام صاحبؒ کی اپنی ذاتِ گرامی، آپ کے اصحاب اور محدثین کا ایک جمِ غفیر جو آپ کے تابعی ہونے، اور آپ کی صحابہؓ سے ملاقات یا روایت کا قائل ہے، یہ سب مُثبِت ہیں اور غیر مقلدین حضرات کو یہ قاعدہ بھی تسلیم ہے کہ مُثبت کو نافی پر فوقیت ہوتی ہے۔

شیخ ناصر الدین البانیؒ (م ۱۴۲۰ھ) لکھتے ہیں:

وَالمُثبتُ مُقدم علی النافی، ومن عَلم حجة علٰی من لم یعلم.[۴]

۱۔ تحقیق الکلام (۱/۶۳) ۲۔ توضیح الکلام (۱/۵۳۴)

۳۔ مقالات مبارکپوری (ص ۲۲۹) بحوالہ نتائج الافکار (۱/۱۶۵)

۴۔ ارواء الغلیل (۵/۱۶۷)، نیز دیکھئے کتاب مذکور (۲/۵۶)

مُثبت نافی پر مقدم ہے، اور جو جانتا ہے وہ نہ جاننے والے پر حجت ہے۔

بزرگ غیر مقلد عالم مولانا محمد ابراہیم سیالکوٹیؒ (م ۱۹۵۶ء) ارقام فرماتے ہیں:

اِثبات بوجہ مرتبہ علم میں ہونے کے نفی سے جس کی بناء عدمِ علم پر ہے، مُقدم ہوتا ہے۔[۱]

مولانا ارشاد الحق اثری لکھتے ہیں:

اصول حدیث کا یہ اصول معلوم ہے کہ مُثبت نافی پر مقدم ہے۔[۲]

حافظ زبیر علی زئی نے لکھا ہے:

اور مشہور اصول ہے کہ نفی پر اثبات مقدم ہوتا ہے۔[۳]

نیز موصوف نے یہ بھی لکھا ہے کہ:

یہ بات عام طلباء کو بھی معلوم ہے کہ اِثبات نفی پر مقدم ہوتا ہے۔[۴]

مولانا بدیع الدین راشدی غیر مقلد (م ۱۴۱۶ھ) نے علقمہؒ کا اُن کے والد حضرت وائل بن حجر رضی اللہ عنہ سے سماع کو ثابت کرتے ہوئے اُن علماء جو کہ اس کے منکر ہیں، کی تردید میں لکھا ہے کہ:

ان ائمہ (جو کہ حضرت وائلؓ سے علقمہؒ کے سماع کے قائل ہیں) کا دعویٰ اس بنا پر ہے کہ ان کو سماع کا ثبوت ملا ہے۔ اس لیے یہ شبہ نہیں رہا، کیونکہ "مَن عرف الشیء حجة علٰی من لم یعرفه" (جس شخص نے کسی چیز کو جان لیا وہ اس پر حجت ہے کہ جو اس کو نہیں جانتا)۔[۵]

لہٰذا خود غیر مقلدین کے مُسلمات کی روشنی میں بھی امام ابن الاثیرؒ وغیرہ محدثین کی مذکورہ بالا عبارات سے امام اعظمؒ کی عدمِ تابعیت پر استدلال کرنا باطل ہے۔

محدثِ جلیل، مؤرخِ نبیل، شارح بخاری امام بدر الدین عینیؒ (م ۸۵۵ھ) نے اِن

۱۔ صلوٰۃ النبی صلی اللہ علیہ وسلم (ص ۱۰۹) ۲۔ مقالات ارشاد الحق اثری (۲/۱۸)

۳۔ ماہنامہ الحدیث، حضرو (۲۷/۱۰۷) ۴۔ نور العینین (ص ۱۲۵)

۵۔ مقالاتِ راشدیہ (۲/۲۱۹)

محدثین کی مذکورہ بالا عبارات کا جواب دیتے ہوئے کیا خوب لکھا ہے:

فذاک مِن باب التحامل والتعصب المحض لان ما نقله اصحابه اولٰی من نقل غیرهم، لکونهم اعرف بحاله وشدة اهتمامهم بامره، والمثبت یرجح علی النافی. فان قیل النفاة اثبات ثقات، المثبتون ایضا ثقات اثبات فمِن این الترجیح. وقولهم لایثبت ذلک عند اهل النقل غیرصحیح لان الخطیب مِن اهل النقل وهو قد نقل انه رأی انس بن مالک مع شدة تعصبهٖ علی اصحاب ابی حنیفة، وکذلک غیره من ارباب النقل فنقلوا ذلک کما ذکرنا، غایة ما فی الباب اکثرهم ینکرون الروایة لا الرؤیة.[1]

یہ سب تحامل (بے جا اعتراض) اور محض تعصب کے باب سے ہے، کیونکہ جو کچھ امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے اصحاب نے نقل کیا ہے وہ دیگر لوگوں کی نقل پر مُقدم ہے، اس لیے کہ (دیگر لوگوں کے مقابلے میں) اصحابِ ابی حنیفہؒ، آپ کے حال کو زیادہ جاننے والے اور آپ کے معاملے میں شدت سے اہتمام کرنے والے ہیں۔ نیز مُثبت کو نافی پر ترجیح ہوتی ہے۔ اور اگر یہ کہا جائے کہ امام صاحبؒ کی تابعیت کا انکار کرنے والے لوگ پختہ کار اور ثقہ ہیں، (لہٰذا ان کے قول کو ترجیح ہے) تو اس کا جواب یہ ہے کہ آپ کی تابعیت کو ثابت ماننے والے لوگ بھی پختہ کار اور ثقہ ہیں، تو پھر ان منکرین کی بات کو کیسے ترجیح دی جاسکتی ہے؟ اور پھر ان منکرین کا یہ قول کہ (امام صاحبؒ کا صحابہؓ کو دیکھنا اور ان سے روایت کرنا) اہلِ نقل کے نزدیک ثابت نہیں، یہ بھی صحیح نہیں ہے، کیونکہ علامہ خطیب بغدادیؒ، جو اہلِ نقل میں سے ہیں، انہوں نے نقل کیا ہے کہ امام ابوحنیفہؒ نے حضرت انسؓ کو دیکھا تھا، باوجود اس کے کہ وہ احناف کے بارے میں بہت زیادہ تعصب رکھتے ہیں، اسی طرح دیگر اہل نقل نے بھی امام صاحبؒ کی حضرت انسؓ سے رؤیت کو نقل کیا ہے، جیسا کہ ہم ان کی عبارات پہلے نقل کر چکے

۱۔ مقدمة مغانی الاخیار (قلمی، ورقہ ۴۳۰)

ہیں۔ اس بابت زیادہ سے زیادہ یہی کہا جا سکتا ہے کہ ان اہل نقل کی اکثریت نے امام صاحبؒ کی حضرت انسؓ سے روایت کا انکار کیا ہے، نہ کہ رُؤیت کا۔ (بلکہ وہ اس کا اقرار کرتے ہیں، اور یہی امام صاحبؒ کی تابعیت کے لیے کافی ہے)۔

الغرض، امام اعظم ابوحنیفہ رحمہ اللہ کا تابعی ہونا ہر دلیل اور ہر لحاظ سے ثابت ہے، اور اس کے خلاف غیر مقلدین کے تمام شبہات بے بنیاد ہیں۔

رَبَّنَا تَقَبَّلْ مِنَّا اِنَّکَ اَنْتَ السَّمِیْعُ الْعَلِیْمُ، وَتُبْ عَلَیْنَا اِنَّکَ اَنْتَ التَّوَّابُ الرَّحِیْمُ. وَ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلٰی خَیْرِ خَلْقِہٖ مُحَمَّدٍ وَّعَلٰی آلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ وَاَتْبَاعِہٖ اَجْمَعِیْنَ. بِرَحْمَتِکَ یَآاَرْحَمَ الرَّاحِمِیْنَ.

ظہور احمد الحسینی

۲۶/ ذیقعدہ ۱۴۳۵ھ مطابق ۲۱/ ستمبر ۲۰۱۴ء بروز اتوار

بمقام جیلنگھم کینٹ، برطانیہ

اشاریہ

آیات واحادیث

عَنْهُ. قَالَ اَبُوحَنِيفَةَ سَأَلْتُ اَنَسَ بْنَ مَالِكٍ فَقَالَ هٰكَذَا. ۱۰۷

عَنْ اَنَسِ بْنِ مَالِكٍ قَالَ: كَأَنِّيْ اَنْظُرُ اِلٰى لِحْيَةِ اَبِيْ قُحَافَةَ كَاَنَّهَا ضَرَامُ عَرْفَجٍ. ۱۰۷

لَا تُظْهِرُ الشَّمَاتَةَ بِاَخِيْكَ فُيَعَا فِيْهِ اللّٰهُ وَيَبْتَلِيْكَ. ۱۲۵

لَايَظُنُّ اَحَدُكُمْ اَنَّهُ يَتَقَرَّبُ اِلَى اللّٰهِ بِاَقْرَبِ مِنْ هٰذِهِ الرَّكْعَاتِ يَعْنِيْ الصَّلَوَاتِ الْخَمْسِ. ۱۲۷

مَنْ بَنٰى لِلّٰهِ مَسْجِدًا، وَلَوْ كَمَفْحَصِ قَطَاةٍ بَنَى اللّٰهُ لَهُ بَيْتًا فِي الْجَنَّةِ. ۱۲۰

مَنْ تَفَقَّهَ فِيْ دِيْنِ اللّٰهِ كَفَاهُ اللّٰهُ هَمَّهُ وَرَزَقَهُ مِنْ حَيْثُ لَايَحْتَسِبُ. ۱۰۶،۱۱۳،۱۱۴

مَنْ شَهِدَ اَنْ لَّا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاَنِّيْ رَسُوْلُ اللّٰهِ وَجَبَتْ لَهُ الجَنَّةُ، قَالَ قُلْتُ لَهُ: وَاِنْ زَنٰى وَاِنْ سَرَقَ؟ فَسَكَتَ عَنِّيْ، ثُمَّ سَارَ سَاعَةً، ثُمَّ قَالَ: مَنْ شَهِدَ اَنْ لَّا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاَنِّيْ رَسُوْلُ اللّٰهِ وَجَبَتْ لَهُ الْجَنَّةُ، قُلْتُ: وَاِن زَنٰى وَاِنْ سَرَقَ؟ قَالَ: وَاِنْ زَنٰى وَاِنْ سَرَقَ، وَاِنْ رَغِمَ اَنْفُ اَبِيْ الدَّرْدَاءِ. قَالَ فَكَاَنِّيْ اَنْظُرُ اِلٰى اِصْبَعِ اَبِيْ الدَّرْدَاءِ السَّبَّابَةِ يُوْمِيْ اِلٰى اَرْنَبَتِهٖ. ۱۳۶

مَنْ قَالَ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ خَالِصًا مُخْلِصًا بِهَا قَلْبُهُ دَخَلَ الْجَنَّةَ، وَلَوْ تَوَكَّلْتُمْ عَلَى اللّٰهِ حَقَّ تَوَكُّلِهٖ لَرُزِقْتُمْ كَمَا تُرْزَقُ الطَّيْرُ تَغْدُوْ خِمَاصًا وَتَرُوْحُ بِطَانًا. ۱۱۱

اشخاص

کتب ورسائل

اماکن